جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

الحمد للہ کہ درین ایام فرخندہ فرجام مجموعہ رسائل در تحقیق مسائل مختلفہ و توفیق آنہا بر طرق اہل حدیث از تصنیف ماہر اصول حدیث و فنون اسماء الرجال مقبول زمن مولوی محمد حسن صاحب فیضپوری مدظلہ

الفوز المبین

تہذیب الاسلام فی جواب تبصرۃ الاسلام

باہتمام خاکسار خیر خواہ خلق اللہ سید عبد الرحمن عرف شیر علی شاہ ... غفر اللہ له ولوالدیہ

در مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس واقع لاہور بحلیۂ طبع آراستہ شد

قیمت فی جلد ... عہ/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و
آلہ واصحابہ وازواجہ واھل بیتہ اجمعین امّا بعد پس عرض کرتا ہے بندۂ مسکین
محمد حسین صانہ اللہ عن شرور الزمن کہ یہ رسالہ ہے مسمّٰی بہ تہذیب الاسلام فی جواب
تبصرۃ الانام واضح ہو کہ عرصہ گذرا ہے کہ کسی عالم حنفی نے ایک رسالہ لکھا تھا عمدہ بجواب
دو مسئلہ ایک مسئلہ فاتحہ خلف امام اور دوسرا دربارہ جمعہ کے اور اسکا نام تنبیہُ الانام
علی داء الظہر بعد الجمعۃ فی سیّد الایام ومنع القراءۃ خلف الامام رکھا اُس کے جواب
میں ایک مولوی صاحب نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ارشاد الانام رکھا پھر اُس کے جواب میں
مولانا و بالفضل اولانا مسند وقت محدّث مفسّر فقیہ مولوی نظام الدین صاحب مفتی ریاست
مالیر کوٹلہ نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام صیانۃ الانام عن تضلیل مؤلف
ارشاد الانام رکھا اور پھر اُس کے جواب میں مولوی عبد الجبار عمر پوری نے رسالہ
تصنیف فرمایا اُس کا نام تبصرۃ الانام برد مغالطات صیانۃ الانام ترقیم فرمایا ہر دو
فریق نے اپنے اپنے دلائل جو ان کے علم اور فہم میں موجود تھے ذکر کیے۔ مگر حق یہ ہے کہ
دونوں مسئلوں میں مولوی نظام الدین صاحب کی نظر دقیق معلوم ہوتی ہے اور دلائل بھی
جس قدر بیان فرمائے ہیں شافی ہیں مگر چونکہ آجکل کے اکثر غیر مقلد محض تقلید آبائی کے متبع ہیں حتّی

ہیں عناد کے جو اُن کو مذہب حنفی کے ساتھ ہے صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کر ڈالتے ہیں۔
اب اس وقت زیادہ گنجایش تو نہیں ہے کیونکہ اس بندہ نے ان دونوں مسئلوں کے باب میں
مفصّل دو رسالہ علٰحدہ علٰحدہ تصنیف کیے ہیں لہٰذا طوالت کی حاجت نہیں ہے مگر بقول حکما
ما لا یدرک کلّہ لا یترک کلّہ فاتحہ خلف امام کے مسئلہ میں جو کہ مولوی عبد الجبار عمر پوری
نے غلط اور بے سند باتیں لکھی ہیں اور جا بجا بے علمی اور خیانت اور حق پوشی کی ہے
ان کے رسالہ تبصرۃ الانام کے چند مواضع کو لکھا جاتا ہے ان کے اُن مواضع کے حال دریافت
کرنے سے اُن کے باقی رسائل اور دلائل کو خود دریافت کر لینا میرے کہنے کی کچھ حاجت اور ضرورت
نہیں خود علما جو مذاق علم حدیث اور رواۃ سے واقف ہیں دریافت کرینگے اور واضح ہو کہ مولوی
صاحب مذکور علم رجال اور جرح اور تعدیل سے بڑے نادان اور ناواقف معلوم ہوتے ہیں شاید
اس علم کی سند اور اجازت کسی محدّث سند یافتہ سے نہیں لیتے ورنہ ایسے لغو اور کچّے جواب
لکھتے۔ اب بعون اللہ تعالیٰ ان کی کتاب کا حال سنیے اور گوش ہوش سے اس طرف توجہ فرمادیں
کہا مصنف تبصرۃ الانام نے صفحہ ۳ میں اقول فاتحہ اگرچہ دوسری آیتوں سے الخ تا آخر
قول تک جواب اسکا چند وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ صاحب تبصرہ کو مہارت علمی نہیں ہے کیونکہ جب
شارع نے مدار وجوب انصات کا قراءۃ قرآن کو فرمایا اور خود صاحب تبصرہ نے فاتحہ شریف
میں اس کو بدرجہ اتم مسلّم رکھا ہے کہ وہ بذاتہا قرآن ہے تو اس کے واسطے حکم انصات کا
بدرجہ اتم ہونا چاہیے یعنے اگرچہ اور باقی قرآن کا بھی یہی حکم ہے مگر فاتحۃ الکتاب چونکہ
بدرجہ اتم قرآن ہے تو اس کے لیے بدرجہ اتم انصات ضروری ہے۔ جواب دوسرا یہ کہ بعض
آثار شان نزول اس کے سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ فاتحہ اس میں داخل ہے فقد اخرج

سلہ اس جگہ پر مولوی نظام الدین صاحب کا یہ دعوی تھا کہ قراءۃ خواہ فاتحہ کی ہو یا غیر فاتحہ کی سننے اور خاموشی
کے ضرور منافی ہے اور اس پر مولوی عبد الجبار صاحب کا یہ کلام ہے کہ فاتحہ اور قرآن کی مثل نہیں بلکہ اس کو
خصوصیت اور مزیت ہے باقی قرآن پر کہ اسکو خدا تعالیٰ نے بذاتہا قرآن قرار دیا ہے آیت ولقد اتیناک
سبعًا من المثانی والقرآن العظیم میں اسکا حکم باقی قرآن سے جدا ہونا چاہیے یہ خلاصہ ہے انکی کلام کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و اٰلہ واصحابہ وازواجہ واھل بیتہ اجمعین **اما بعد** پس عرض کرتا ہے بندۂ مسکین محمد حسن صانہ اللہ عن شرور الزمن کہ یہ رسالہ ہے مسمّٰی بہ تہذیب الاسلام فی جواب تبصرۃ الانام واضح ہو کہ عرصہ گذرا ہے کہ کسی عالم حنفی نے ایک رسالہ لکھا تھا عمدہ بجواب دو مسئلہ ایک مسئلہ فاتحہ خلف امام اور دوسرا دربارہ جمعہ کے اور اسکا نام تنبیہُ الانام علی داء الظہر بعد الجمعۃ فی سید الایام ومنع القراءۃ خلف الامام رکھا اُس کے جواب میں ایک مولوی صاحب نے ایک رسالہ لکھا جسکا نام ارشاد الانام رکھا پھر اُس کے جواب میں مولانا وبالفضل اولانا مسند وقت محدّث مفسر فقیہ مولوی نظام الدین صاحب مفتی ریاست مالیر کوٹلہ نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا جسکا نام صیانۃ الانام عن تضلیل مؤلف ارشاد الانام رکھا اور پھر اس کے جواب میں مولوی عبد الجبار عمر پوری نے رسالہ تصنیف فرمایا اُسکا نام تبصرۃ الانام برد مغالطات صیانۃ الانام ترقیم فرمایا ہر دو فریق نے اپنے اپنے دلائل جو ان کے علم اور فہم میں موجود تھے ذکر کیے. مگر حق یہ ہے کہ دونو مسئلوں میں مولوی نظام الدین صاحب کی نظر دقیق معلوم ہوتی ہے اور دلائل بھی جس قدر بیان فرمائے ہیں عمدہ ہیں مگر چونکہ آجکل کے اکثر غیر مقلد محض تقلید آبائی کے متبع ہیں حتے الوسع

بسبب عناد کے جو ان کو مذہب حنفی کے ساتھ ہے صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کر ڈالتے ہیں۔
اس وقت زیادہ گنجایش تو نہیں ہے کیونکہ اس بندہ نے ان دونوں مسئلوں کے باب میں
مفصل دو رسالہ علیحدہ علیحدہ تصنیف کیے ہیں لہذا طوالت کی حاجت نہیں ہے مگر بقول حکما
ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ فاتحہ خلف امام کے مسئلہ میں جو کہ مولوی عبد الجبار عمرپوری
نے غلط اور بے سند باتیں لکھی ہیں اور جا بجا بے علمی اور خیانت اور حق پوشی کی ہے
ان کے رسالہ تبصرۃ الانام کے چند مواضع کو لکھا جاتا ہے ان کے ان مواضع کے حال دریافت
کرنے سے ان کے باقی رسائل اور دلائل کو خود دریافت کر لینا میرے کہنے کی کچھ چنداں ضرورت
نہیں خود علما جو مذاق علم حدیث اور رواۃ سے واقف ہیں دریافت کرینگے و تضح ہو کہ مولوی
صاحب مذکور علم رجال اور جرح اور تعدیل سے بڑے نادان اور ناواقف معلوم ہوتے ہیں شاید
اس علم کی سند اور اجازت کسی محدث سند یافتہ سے نہیں رکھتے ورنہ ایسے لغو اور کچے جواب
لکھتے۔ اب بعون اللہ تعالی ان کی کتاب کا حال سنیے اور گوش ہوش سے اس طرف توجہ فرمادیں
کہا مصنف تبصرۃ الانام نے صفحہ ۳۳ میں اقول فاتحۃ اگرچہ دوسری آیتوں سے الخ تا آخر
قول تک جواب اس کا چند وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ صاحب تبصرہ کو مہارت علمی نہیں ہے کیونکہ جب
شارع نے مدار وجوب انصات کا قراءۃ قرآن کو فرمایا اور خود صاحب تبصرہ نے فاتحہ شریف
میں اس کو بدرجہ اتم مسلم رکھا ہے کہ وہ بدرجہا قرآن ہے تو اس کے واسطے حکم انصات کا
بدرجہ اتم ہونا چاہیے یعنے اگرچہ اور باقی قرآن کا بھی یہی حکم ہے مگر فاتحۃ الکتاب چونکہ
بدرجہ اتم قرآن ہے تو اس کے لیے بدرجہ اتم انصات ضروری ہے۔ جواب دوسرا یہ کہ بعض
آثار شان نزول اس کے سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ فاتحہ اس میں داخل ہے چنانچہ اخرج

سلہ اس جگہ پر مولوی نظام الدین صاحب کا یہ دعوی تھا کہ قراءۃ خواہ فاتحہ کی ہو یا غیر فاتحہ کی سننے اور خاموشی
کے ضرور منافی ہے اخ اس پر مولوی عبد الجبار صاحب کا یہ کلام ہے کہ فاتحہ اور قرآن کی مثل نہیں بلکہ اس کو
خصوصیت اور مزیت ہے باقی قرآن پر کہ اسکو خدا تعالی نے بہا قرآن قرار دیا ہے آیت ولقد آتیناک
سبعا من المثانی والقرآن العظیم میں اس کا حکم باقی قرآن سے جدا ہونا چاہیے یہ خلاصہ ہے انکی کلام کا
منہ عفی عنہ

سعید بن منصور و ابن ابی حاتم عن محمد بن کعب القرظی کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا قرأ فی الصلوٰۃ اجابہ من ورائہ اذا قال بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قالوا
مثل ذٰلک حتی تنقضی الفاتحۃ والسورۃ فلبث ماشاء اللہ ان یلبث ثم نزلت
واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وقرأوا انصتوا انتہی آپ تو فاتحہ کو ہی یہ آیت شامل
ہوئی اور عام آثار تو بکثرت ہیں دو چار اُن میں سے نقل کیے جاتے ہیں قال الحافظ ابوبکر
الحازمی فی کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار اخبرنا احمد بن سہل
اخبرنا الحسن بن محمد حسنویہ ثنا عبداللہ بن محمد بن عیسٰی ثنا عبداللہ بن محمد
ابن النعمان ثنا العباس بن یزید ابوالفضل عن عبدالوہاب ثنا المہاجر ابو مخلد
عن ابی العالیۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ قرأ اصحابہ اجمعون
خلفہ حتی انزلت واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون فسکت
القوم وقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال ابن النعمان حدثنا ابی ثنا بشر بن عمر
الزہرانی عن ابن لہیعۃ عن ابن ابی ہبیرۃ عن ابن عباس قال صلی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وقرأ خلفہ قوم فنزلت واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا
لعلکم ترحمون انتہی واخرج ابوالشیخ عن عبداللہ بن عمر قال کانت بنو اسرائیل
اذا قرأت ائمتہم جاوبوہم فکرہ اللہ ذٰلک لہذہ الامۃ فقال واذا قرئ
القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا انتہی آپ عاقل کو اس قدر کافی ہے اور اگر کسی صاحب
کو شوق ہو کہ اس آیت کے آثار اور اُن کی بحث کماحقہ مع اعتراض اور جواب کے دیکھے
تو وہ اس عاجز کا رسالہ الدلیل المبین علے ترک القراءۃ للمقتدین کو دیکھے۔
جواب تیسرا یہ کہ قاعدہ اصول کا ہے العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اور
اجماعاً مسلم ہے ورنہ ہزارہا حکم برباد ہو جاوینگے وای مفسدۃ اعظم من ذٰلک البتہ اگر
مخالف شخص اس کی تخصیص کا حکم کتاب اللہ یا کہ سنت صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثابت

کرے گا تو اس کی رہائی ہو جاوے گی وانی تیتسر له ذٰلک کما سیجیئ قریبًا ان شاء الله
تعالیٰ اور صفحہ ۱۳ ؁۴ا قول آپ نے صفحہ ۱۷ سے ۱۸ اور ۱۹ تک شد و مد سے بیان کیا ہے الخ
تا صفحہ ۳۶ - اس میں صاحب تبصرہ نے بہت حق سے چشم پوشی کی ہے اور علم کو بے علمی کے
ساتھ بدل دیا ہے کیونکہ قول اُس کا کہ یہ آیت جہر قراۃ سے منع کرتی ہے نہ خفیہ سے اور دلیل
اس پر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شاہد لائے سبحان اللہ جرح تعدیل کا علم تو دیکھو کہ مولوی
عبدالجبار صاحب کو کس قدر زد قصفیت یا کہ حق سے چشم پوشی کی ہے اول حدیث کو سنو صحیح سند لکے پھر اس کا
نتیجہ دیکھو اخرج الدار قطنی فی سننه حدثنا عبدالله بن سلیمان بن الاشعث وابوبکر النیسابوری
قالا ثنا العباس بن الولید بن مزید اخبرنی ابی ثنا الاوزاعی ثنا عبدالله بن عامر حدثنی زید
بن اسلم عن ابیه عن ابی هریرة عن هٰذه الاٰیة واذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم
ترحمون قال نزلت فی رفع الاصوات وهم خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الصلوٰة
لفظ ابی داؤد عبدالله بن عامر ضعیف انتہیٰ کلام الدار قطنی بعینه لہذا جبکہ خود دار قطنی نے اس کو
ضعیف قرار دیا ہے تو یہ حدیث قابل استدلال نہ رہی اور میں کہتا ہوں کہ کہا صاحب خلاصہ نے عبداللہ بن
عامر احد الضعفاء انتہیٰ ملخصًا اور کہا حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں عبدالله بن عامر الاسلمی
ابو عامر المدنی ضعیف من السابعة انتہیٰ اور کہا شیخ الاسلام ذہبی نے میزان الاعتدال میں ضعفه
احمد والنسائی والدار قطنی وقال یحییٰ لیس بشئ وقال البخاری یتهمون فی حفظه وسئل
علی بن المدینی عنه فقال ذٰلک عندنا ضعیف مقل وقال ابن سعد کثیر الحدیث قاری القران
یستضعف انتہیٰ بہر حال یہ حدیث ضعیف ہے اور علیٰ سبیل التسلیم اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ مورد کا لہذا

؁۱ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی نظام الدین صاحب کا دعویٰ تہا کہ اگرچہ آیت کے شان نزول میں ۹ قول وارد ہیں اگر صحیح
سب سے یہی ہے کہ قراۃ خلف امام کے موقع وارد ہے اس کے جواب میں مولوی عبدالجبار صاحب نے یہ بحث کی ہے کہ ہم نے مانا کہ صحیح یہی قول
ہے مگر یہ امر جہر قراۃ میں متصور ہو سکتا ہے نہ سر میں عبدالحی اثر ابو ہریرہ کا در منثور وغیرہ سے نقل فرمایا جس کی بحث آگے آوے گی کہ وہ
ضعیف ہے ۱۲ منہ ؁۲ قلت وقد اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویه والبیهقی ۱۲ منه
؁۳ یہ حدیث بھی دلیل اخفاء آمین کی ہے واسطے حنفیہ کے اور تفصیل اس کی میرے رسالہ الفوز المبین بالاخفاء
بالتامین میں ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

وسول الله صلى الله
حمن الرحيم قالوا
يلبث ثم نزلت
ہی یہ آیت شامل
قال الحافظ ابوبکر
برنا احمد بن سہل
عبدالله بن محمد
المهاجر ابو مخلد
اصحابه اجمعون
هم ترحمون فسکت
ثنا بشر بن عمر
ل صلی رسول الله
ستمعوا له وانصتوا
كانت بنو اسرائیل
قال واذا قرئ
ہے اور اگر کسی حدیث
ی اور جواب کے دیکھیے
ستدلین کو دیکھیے۔
صوص السبب اور
من ذٰلک البتہ اگر
الله علیه وسلم ثابت

اگرچہ مورد خاص جہر کا ہے مگر آیت نے عام طور پر منع کیا ہے جہر کے طور ہو یا کہ خفی اور اس کے نظائر
اور بھی بہت سے ہیں تتبع کرنے سے مل سکتے ہیں چنانچہ ضم سورہ کا فاتحہ کے ساتھ ہر طرح منع ہے
جہر کے طور ہو یا کہ خفی طور پر[۲] ہے فما ھو جوابہ فھو جوابنا۔ **قولہ** انصات اور اسکات آہستہ
پڑھنے کے مخالف نہیں الخ مولوی عبد الجبار صاحب کا دعویٰ اور دلیل دونو منطبق نہیں ہیں بحث
تو لفظ انصات میں ہے اور دلیل اُس کی اسکات کی حدیث لائے ہیں لہذا عرض ہے کہ اسکات
کا عموم تو ہم مانتے ہیں نہ انصات کا کیونکہ اُس کے معنے عدم التکلم کے ہیں نہ عدم جہر البتہ اگر انصات
کے معنے عدم جہر کے کسی جگہ ثابت ہوں تو آپ کی بات بجا ہے دیکھو صراح جلد اول میں ہے نَصتٌ
وَاِنْصَاتٌ خاموش بودن وگوش داشتن یقال انصتوہ وانصتوا لہ انتہیٰ **قولہ** اور استماع کی
نسبت خیال کیجیے الخ یہ بھی دعویٰ بلا دلیل ہے کوئی آیت اور حدیث صحیح اسپر دال صریح وارد نہیں ہے
کہ سکتات امام کے واسطے قراءۃ مقتدی کے ہیں بلکہ خود دارقطنی نے سکتوں میں اجازت دینے
والی حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ رہا عمل ائمہ کا تو وہ اُن کا اجتہاد ہے نہ مبنی علی الدلیل القوی اور
خود شیخ ابن القیم نے زاد المعاد میں اس استدلال کو ضعیف بتایا ہے اور رد کیا ہے اور اسی طرح
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں بلکہ کہا امام طیبی نے شرح مشکوۃ میں والاظہر
ان السکتۃ الاولی للثناء والثانیۃ للتامین انتہیٰ اور اس مسئلہ کی بحث مفصل میرے رسالہ
الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین میں ہے واللہ اعلم شاید اس سے زیادہ کسی نے نہ کی ہوگی
قولہ اگر امام سکتہ نہ کرے الخ اقول فاتحہ کا استثنار کرنا قراءۃ ممنوعہ سے از روئے احادیث صحیحہ کے
تو ثابت نہیں اور جو ہیں وہ سب ضعیف اور مجروح ہیں اسی واسطے کہا ہے امام حافظ زیلعی شارح کنز نے
امام احمد سے نقل کرکے کہ جملہ استثناء والی حدیث سند معتبر سے ثابت نہیں اور ابن عبد البر نے
تہمید شرح مؤطا میں اکثر ضعف کا حکم لگایا ہے جو چاہے ان میں دیکھے اور قریب آویگا حال اُس کا

---

[۱] چنانچہ اکثر آیات رد شرک کی بتوں کے حق میں وارد ہیں مگر عموم لفظ کے سبب سے درخت قبر۔ نبی۔ ولی۔ جانور سب اُس
میں داخل ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] دونو طور پر مقتدی کو ضم سورہ منع ہے یعنے نہ جہر کے طور پڑھے نہ خفی طور پر فما ھو جوابکم
فھو جوابنا ۱۲ منہ [۳] حاصل یہ کہ جہریہ نماز میں ضم سورہ دونوں طور منع ہے اسی طرح فاتحہ تو آیت کا عموم اس حالت میں مخالف ہمارا
نہ ان چکا ۱۲ منہ عفی عنہ

ان شاء اللہ تعالیٰ **قولہ** اور آیت کریمہ کا قرارۃ خلف امام کے بارہ میں اختلاف پایا گیا ہے الخ اقول
اگرچہ اس میں بعض کا اختلاف منقول ہے مگر جبکہ تمام اقوال مزیف اور معلول ہیں بجز اس قول کے تو
وہ اختلاف مرتفع ہو کر اجماعی مقرر ہوا اسی واسطے امام احمد رحہ نے اور ابن عبد البر نے اسپر اجماع کا دعویٰ
کیا ہے فقد اخرج الامام احمد بن الحسین البیہقی عن الامام احمد بن حنبل انہ قال اجمع الناس علی
ان ہٰذہ الاٰیۃ فی الصلوٰۃ اور کہا ابن عبد البر نے استذکار میں فی اجماع اھل العلم علی ان قولہ تعالیٰ
واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لم یرد کل موضع وانہ اراد الصلوٰۃ اوضح دلیل علی ان لا یقرأ
مع الامام فیما جھر الخ اور تفصیل اس کی میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہے **قولہ** و نیز قوی سند سے
ثابت نہیں الخ اقول بندۂ خدا جبکہ امام احمد اور ابن عبد البر نے دعویٰ اجماع کا کیا ہے اگر اُس کی کوئی
دلیل صحیح سند سے مروی نہ تھی تو یہ قول فی نفسہ خود مزیف ہونا چاہیے تھا۔ چہ جائیکہ اُس کو اجماعی
قرار دیا جاوے اور اگر آپ کو قول مذکور کے آثار کی سند ضروری درکار ہے تو وہ بھی ہے آپ اُس کے آثار
کی طرف چشم ہوش سے نظر کریں جو اوّل گذر چکی ہیں مگر بالبسط بحث اُن کی میرے رسالہ الدلیل
المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین میں ہے۔ اور صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں **قولہ** حدیث من کان لہ امام
فقراءۃ الامام لہ قراءۃ اول تو ضعیف ہے الخ سُبحان اللہ آسمان کی طرف تھوکنے سے اپنے مُونہہ پر
پڑتی ہے اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث ایسی صحیح ہے کہ مخالف کے پاس اس کے مرتبہ کی ایک حدیث بھی نہیں ہے
اور بیان اُس کا ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آویگا **قولہ** دوسرے معنی اُس کے یہ ہیں الخ اقول سبحان اللہ و
الحمد للہ کہ آپ جیسے علماء ربانی اور واقفِ رموز حدیث و قرآن مجتہد لاثانی ابھی تلک دنیا میں موجود ہیں
اور علوم عربیہ کے تو آپ شاید معلم اوّل ہیں مگر اس وقت آپ سُکر او لیائی میں مست ہو کر اجہل من المجنون
ہو کر بے خبری کی بات نکال رہے ہیں کیونکہ آپ کی ذکاوت مبدّل بہ بلادت ہو گئی ہے کہ علم حدیث
اور عربی دونوں میں غلطی کی ہے علم حدیث میں آپکی غلطی اظہر من الشمس ہے کیونکہ حدیث کی اصل قطعاً
اس کے الفاظ مرویہ سے آپ خوب نا واقف ہیں اور اُس کے شواہد اور متابعات کی طرف آپکی نگاہ بصیرت

[1] بلکہ معدوم محض ہونا چاہیے کیونکہ جو قول بے سند ہو صحیح اور معتبر کب ہو سکتا ہے تعجب ہے کہ مجمع علیہ ائمہ کا ہوا ور بے اصل
ہو ھذا شیٔ عجاب ۱۲ منہ عفی عنہ

اور ذکاوت نے توجہ نہیں فرمایا لہذا ہم صریحی اور ضمنی کو جو دونوں طور اس میں وارد تھی اس سے
اغماض کیا اب پہلے اصل قصہ کو سنو اور بعد میں اس کے شواہد اور متابعات کو غور سے سنو اخرج الحاکم
فی المستدرک حدثنا ابو محمد بن بکر بن محمد بن حمدان الصیرفی حدثنا عبد الصمد بن الفضل
البلخی حدثنا مکی بن ابراهیم عن ابی حنیفة عن موسی بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد
ابن الهاد عن جابر ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی ورجل یقرأ خلفه فجعل رجل من الصحابة
ینهاه عن القراءة فی الصلوة فلما انصرف قال تنهانی عن القراءة خلف النبی صلی الله علیه وسلم
فتنازعا حتی ذکروا ذلک للنبی صلی الله علیه وسلم فقال من صلی خلف امام فان قراءة الامام
له قراءة انتهی واخرج الدارقطنی فی سننه حدثنا ابو عبد الله محمد بن القاسم بن زکریا المحاربی
الکوفی بالکوفة ثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا اسد بن عمرو عن ابی حنیفة عن موسی
ابن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم
وخلفه رجل یقرأ فنهاه رجل من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما انصرف تنازعا
حتی بلغ رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی خلف امام
فان قراءته له قراءة ورواه اللیث بن سعد عن ابی یوسف عن ابی حنیفة انتهی
حدثنا ابو بکر النیسابوری حدثنا احمد بن عبد الرحمن بن وهب ثنا عمی ثنا اللیث بن سعد
عن یعقوب عن النعمان عن موسی بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر
بن عبد الله ان رجلا قرأ خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم بسبح اسم ربک
الاعلی فلما انصرف قال من قرأ منکم بسبح اسم ربک الاعلی فسکت القوم فسألهم
ثلاث مرات کل ذلک یسکتون ثم قال رجل انا قال قد علمت ان بعضکم خالجنیها
انتهی ثم قال الدارقطنی وقال عبد الله بن شداد عن ابی الولید عن جابر بن
عبد الله ان رجلا قرأ خلف النبی صلی الله علیه وسلم فی الظهر او العصر فاومأ الیه رجل
فنهاه فلما انصرف قال تنهانی ان اقرأ خلف النبی صلی الله علیه وسلم فتذاکرا

حتی سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی
خلف امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ ابو الولید ہذا مجہول ولم یذکر فی ہذا
الاسناد جابرا غیر ابی حنیفۃ ورواہ یونس بن بکیر عن ابی حنیفۃ والحسن بن
عمارۃ عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بہذا حدثنا بہ احمد بن محمد بن سعید ثنا یوسف بن یعقوب بن ابی الازہر ثنی
ثنا عبد بن یعیش ثنا یونس بن بکیر ثنا ابو حنیفۃ والحسن بن عمارۃ بہذا الحسن بن
عمارۃ متروک الحدیث انتہی۔ اگرچہ اور طرق بہی اس حدیث کے واسطے ہیں مگر بسبب طوالت
کے صرف اتنے ہی پر کفایت کیا ہے زیادہ جو دار قطنی نے اس سند اخیر میں، جرح کی ہے کہ
ابو الولید مجہول اور جابر کا ذکر بجز امام ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ کے کسی نے نہیں کیا تو اس میں
البتہ بحث ہے وہ یہ کہ دار قطنی نے اپنے علم کے رو سے یہ بات فرمائی ہے اور فی الواقع یہ
دونو باتیں اُن کی سخت غلط ہیں کیونکہ امام احمد بن منیع نے جو اپنی مسند میں سفیان اور
شریک سے روایت کی ہے موسٰی بن ابی عائشہ سے تو اُن دونوں نے بہی جابر کا وسطہ بیان
کیا ہے چنانچہ اس کی بحث صاحب صیانۃ الانام نے مفصل بیان فرمائی ہے اور وہ جو
صاحب تبصرہ نے بسبب بے علمی اور بے وقوفی اپنے کے اس کی نفی کی ہے اور شیخ ابن ہمام کے
نقل کرنے پر کفایت نہ کی اور یوں معذرت فرمائی کہ جب تلک اصل مسند احمد بن منیع نہ دیکھی
جاوے تو تب تلک تسلیم نہیں ہو سکتا تو وہ محض دفع وقتی ہے کیونکہ اس طرح تو سب کتابوں
کی بے اعتباری ہو سکتی ہے اگر یہ بات ابن ہمام کی بے اصل ہوتی تو کوئی اہل علم فقیہ محدث
زمانہ سابق میں اُسپر گرفت کرتا واذ لیس فلیس بلکہ ابن ہمام کے سوائے اور علما نے بہی یہ
دعوی کیا ہے ولا حاجۃ الی تفصیلہ اور اس حدیث کی بحث مفصّل طور کہ جسپر زیادتی
متصوّر نہیں ہو سکتی میرے رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین میں ہے اور
ابو الولید کے مجہول ہونے کا دعوی اُن کا اس واسطے غلط ہے کہ دار قطنی کے فہم میں نہیں آیا

کیونکہ یہ ابو الولید بعینہ وہی عبد اللہ بن شداد ہے اور لفظ عن ابی الولید بدل ہے
اسی عبد اللہ بن شداد سے تو دونو فی الواقع ایک ہی شخص ہے دلیل اس کی وہ ہے جو کہ
حواشی شرح نخبۃ الفکر میں یوں تفصیل کی ہے قال الحافظ ابن حجر فی النخبۃ وشرحہ
ومن المہم فی ہذا الفن معرفۃ کنی المسلمین ممن اشتہر باسمہ ولہ کنیۃ لا یومن
ان یاتی فی بعض الروایات مکنیا لئلا یظن انہ آخر انتہی آپ دیکھو غرض ابن حجر کی
یہ ہے کہ راوی کبھی نام سے مشہور ہوتا ہے اور کبھی کنیت سے اور کبھی دونوں سے تو ناواقف
شخص اُن کو دو تصور کرتا ہے اور فی الواقع وہ ایک ہی ہوتا ہے فقط قال العلوی
فی حاشیۃ شرح النخبۃ مثالہ ما رواہ الحاکم من روایۃ ابی یوسف عن ابی حنیفۃ
عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن ابی الولید عن جابر مرفوعا
من صلی خلف امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ قال الحاکم ابو عبد اللہ عبد اللہ بن شداد
ہو بنفسہ ابو الولید نبہ علی ذلک علی بن المدینی قال الحاکم ومن تہاون بمعرفۃ
الاسامی اورثہ مثل ہذا الوہم انتہی اور اسی طرح ملا علی قاری نے دعویٰ اتحاد این دونو
کا کیا ہے لہذا دارقطنی کی جرح از روئے جہالت ابو الولید کے دفع ہوئی اب یہ حدیث کسی قسم سے
مجروح نہ ہوئی یعنے نہ از روئے شذوذ کے اور نہ از روئے جہالت کے اب مدعائے اصلی پر آویں
کہ غلطی آپ کی از روئے علم حدیث کے اور فن رجال کے تو عمدہ طور ثابت ہو گئی اب آپکی
بے فہمی اور عدم ادراک مراد اور معنے حدیث کے اور آپ کا تحریف کرنا حدیث کا اس سے بھی زیادہ
روشن ہے دو وجہ سے وجہ اول یہ کہ اس کے شواہد اور اس کے طرق میں جو نہی صریحی اور ضمنی وارد
تھی اس کو خیال نہ فرمایا بلکہ اس کو سرقہ کر لیا اور وہ یہ ہے قال محمد بن محمد بن محمد بن عبد الرزاق
الشہیر بمرتضی الحسینی الزبیدی الحنفی المتوفی سنہ ۱۲۰۵ خمس بعد الالف والمائتین فی کتابہ
عقود الجواہر المنیفۃ فی ادلۃ الاحکام لمذہب ابی حنیفۃ ان ہذا الحدیث قد رواہ عن
الامام جماعۃ فرواہ محمد بن الحسن عنہ عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد

عن جابر مرفوعاً من كان له امام فان قراءة الامام له قراءة وهو مختصر ورواه الليث بن سعد عن ابی یوسف عنه بالسند المتقدم بلفظ ان رجلا قرأ خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم الحدیث وروی محمد بن الفضل البلخی وسلیم بن مسلم قالا حدثنا ابو حنیفة به عن جابر قرأ رجل خلف النبی صلی الله علیه وسلم فنهاه عن ذلك وروی مکی بن ابراهیم عنه انه انصرف النبی صلی الله علیه وسلم من الظهر او العصر فقال من قرأ منكم سبح اسم ربك الاعلى فسكت القوم حتى سأل عن ذلك مرارا فقال رجل من القوم انا یا رسول الله فقال رأيتك تنازعني القراءة وروی یونس ابن بکیر وعلی بن یزید الصداع ومروان بن شجاع عن ابی حنیفة به عن جابر صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم الظهر او العصر فلما انصرف قال من قرأ منكم سبح اسم ربك الاعلى فلم يتكلم احد فردد ذلك ثلاثا فقال رجل انا یا رسول الله فقال رأيتك تخالجني القرآن من صلى منكم خلف الامام فقراءة الامام له قراءة انتهى كلامه مختصراً

اور مسند امام ابو حنیفہ جوکہ حصفکی نے جمع کی ہے اس میں بھی اسی طرح اُس کے الفاظ بعینہٖ یا کہ مثل اس کی وارد ہیں اب لفظ فنهاه عن ذلك صریح نہیں وارد ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کی تایید کی تہی جس نے نماز میں دوسرے کو قراءۃ سے منع کیا تھا تو یہ نہی تقریری ہوئی اب مولوی عبد الجبار صاحب نے جو حدیث کی تحریف کی ہے کہ اس کے یہ معنے ہیں کہ امام کی قراءۃ فقط اُسی امام کے ہی واسطے ہے نہ اور کے لیے جوکہ مقتدی ہیں ہباءً منثوراً ہوگئی کیونکہ نہی کے کیا معنے ہوئے جس سے مقتدیوں کو رد کا تھا قولاً وتقریراً اسی خاص حدیث میں تہار واجب الاظہار ہر خاص اور عام کو واضح ہو کہ غایت ما فی الباب امام بخاری اور بیہقی اور دارقطنی اور ابن حجر وغیرہم کا اعتراض حدیث جابر رضی اللہ عنہ پر یہ ہے کہ موسے بن ابی عائشہ سے سفیان اور شریک اور شعبہ بن حجاج اور اسرائیل بن یونس اور ابو خالد دالانی اور ابو الاحوص اور سفیان بن عیینہ اور جریر بن عبد الحمید اور ابو عوانہ اور

قیس اور زہیر اور زائدہ اور عبداللہ بن المبارک ان سب نے عن عبداللہ بن شدّاد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے اور جابر کا واسطہ ذکر نہیں کیا[له] لہذا یہ حدیث مرسل عبداللہ بن شداد کی قرار پائی بلکہ امام بخاری رح نے دعویٰ کیا ہے کہ تمام اہل عراق اور اہل حجاز اسی پر متفق ہیں ان کی جزء القراءۃ کو دیکھو اور مرسل حجت نہیں ہے انتہیٰ یہ خلاصہ اُن کے اعتراض کا ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ جواب اس اعتراض کا دو طور پر ہے اوّل وہ جو رسالہ میں مذکور ہے کہ امام موصوف منفرد نہیں کما مر تقریرہ جواب دوسرا یہ کہ بندہ نے اپنے رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین میں عمدہ طور پر مفصل بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن شداد بن الہاد خود صحابی صغیر ہے چنانچہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اس کو جابجا ذکر کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے هو صحابی صغیر له رؤیة ولابیه صحبة اُن میں سے باب مباشرۃ الحائض میں اور باب ذا بکی الامام فی الصلوٰۃ میں اور باب ترک القیام للمریض میں اور ان کے سوا اور جگہ میں بناء علیہ اب تو یہ حدیث مرسل صحابی کی قرار پائی اور وہ امام بخاری وغیرہ کے نزدیک بلکہ تمام اہل حدیث بجز دو چار اشخاص کے حجت ہے اور امام نووی وغیرہ نے اس پر دعویٰ اجماع اہل حق کا کیا ہے دیکھو امام بخاری رح باب مناقب صحابہ میں فرماتے ہیں ومن صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوراٰه من المسلمین فهو من اصحابه انتہیٰ اور ابن حجر اس کی شرح میں فرماتے ہیں وقد وجدت ما جزم به البخاری من تعریف الصحابی فی کلام شیخه علی بن المدینی فقرأت فی المستخرج لابی القاسم بن منده رح بسنده الی احمد بن سیار الحافظ المروزی قال سمعت احمد بن عتیك یقول قال علی بن المدینی من صحب النبی صلی اللہ علیه وسلم اوراٰه ولو ساعة فهو من اصحابه وقد بسطت هذه المسئلة فیما جمعته من علوم الحدیث وهذا القدر کاف فی هذا المقام انتہیٰ اور کہا ابن حجر نے اسی جگہ میں وهذا الذی ذکره البخاری هو الراجح انتہیٰ اور نیز فرمایا ہے والذی جزم به البخاری هو قول احمد والجمهور انتہیٰ اور کہا امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں واما مرسل الصحابی وهو قا[ئله]

[له] اور خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جابر رضہ کا واسطہ بیان کیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

ماحصل یہ ہے کہ اوپر حضرہ کقول عائشۃ رضی اللہ عنہا اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من الوحی الرؤیا الصالحۃ فمذھب الشافعی والجماھیر انہ یحتج بہ قال الاستاذ الامام ابو اسحاق
الاسفرائنی الشافعی انہ لا یحتج بہ الا ان یقول انہ لا یروی الا عن صحابی والصواب الاول انتہی
کلام النووی بلکہ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں اور اس کے مقدمہ میں جابجا اس کو بیان کیا ہے لہذا جبکہ عبد اللہ
بن شداد صحابی ہوا اور یہ حدیث اس کی مرسل صحابی کے باب سے ہوئی اور وہ امام بخاری اور امام احمد
اور جمہور کے نزدیک حجت ہے اب مولوی عبد الجبار صاحب اور جو ان کے ہم مشرب ہیں ان کی خدمت میں
عرض ہے کہ جو وجہ اس حدیث کے ضعف کی آپ صاحبوں نے سوچی تھی وہ آپ کو مفید نہ پڑی لہذا آپ
اس حدیث کی صحت کے قائل ہو جاویں یا کہ کوئی وجہ ضعیف ہونے کی معقول بیان فرماویں واللہ
اعلم بالصواب وھو الملہم للصواب اور وہ نہی جو اس حدیث کے شواہد میں وارد ہے وہ یوں ہے کہ
چند صحابہ کی روایت سے مروی ہے حدیث اول عمران بن حصین کی ہے فقد اخرج مسلم فی صحیحہ
وابو داؤد والنسائی والطحاوی والبخاری فی جزء القراءۃ وغیرھم بالفاظ متقاربۃ المبنی و
المعنی من طریق قتادۃ بن دعامۃ عن زرارۃ بن اوفی عن عمران بن حصین قال صلی بنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الظہر او العصر فقال ایکم قرأ خلفی بسبح اسم ربک الاعلی
فقال رجل انا ولم ارد بہا الا الخیر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیہا انتہی ما فی مسلم وغیرہ
وورد فی حدیث الدارقطنی من طریق حجاج بن ارطاۃ عن قتادۃ عن زرارۃ بن اوفی عن
عمران بن حصین قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بالناس ورجل یقرأ خلفہ فلما فرغ
قال من ذا الذی یخالجنی سورتی فنہاھم عن القراءۃ خلف الامام انتہی اب دیکھو جو قصہ
ظہر یا کہ عصر کا جابر کی حدیث میں ہے وہی اس میں ہے اور جس سورۃ کا ذکر اس میں ہے اسی کا ذکر
اس میں ہے لہذا یہ اس کا شاہد قوی ثابت ہوا۔ اور وہ جو دارقطنی نے بعد اخراج اس حدیث کے
اس نہی صریحی کو بسبب حجاج بن ارطاۃ کے ضعیف قرار دیا ہے حیث قال ولم یقل
ھکذا غیر حجاج بن ارطاۃ وخالفہ اصحاب قتادۃ منہم شعبۃ وسعید وغیرھما ولم یذکروا

انہ نہٰہم عن القراءۃ خلف الامام وحجاج لایحتج بہ انتہیٰ وکذا قال غیر الدارقطنی تو وہ غلط
اور بے وجہ ہے کیونکہ حجاج ایسا نہیں ہے کہ اجماعی ضعیف یا کہ متروک ہو بلکہ قول فیصل اس میں
ہے کہ حافظ ضابط فقیہ صدوق محمد بن اسحاق سے افضل یا کہ اُن کا مساوی ہو چنانچہ شعبہ کا یہی
قول ہے ہو وابن اسحٰق عندی سواء اور ابو حاتم اور یحییٰ بن معین اور سفیان[1] ثوری وغیرہم
اس کو ثقہ مانتے ہیں اور حق یہ ہے کہ بحث اس کی کما حقہ مفصل از طول بحیث لامزید علیہ
میرے رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین میں ہو آپ بخوبی واضح ہو گیا کہ قصہ حدیث جابر
کا اور عمران بن حصین رض کا ایک ہی ہے اور چونکہ عمران بن حصین رض کی حدیث میں نہی صریحی وارد ہے
کہ آپ نے منع کیا قراءۃ خلف الامام سے تو جابر رض کی حدیث کے معنے بدل ڈالنا تحریف نہیں تو اور کیا ہے
حدیث دوسری حضرت علی رض کی ہے فقد اخرج الدارقطنی فی سننہ من طریق محمد بن سالم
عن الشعبی عن الحارث عن علی قال قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام قال [illegible]
فانہ یکفیک انتہی اس حدیث میں اگرچہ ضعف ہے مگر قرینہ نہی کے لیے کافی ہے کیونکہ قصہ سب کا
ایک ہے نہ متعدد۔ حدیث تیسری مرسل موسیٰ بن عقبہ کی ہے فقد اخرج عبد الرزاق بن ہمام
فی مصنفہ اخبرنی موسیٰ بن عقبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر وعثمان کانوا
ینہون عن القراءۃ خلف الامام انتہی کذا نقلہ شیخ الاسلام العینی فی شرح البخاری وغیرہ
فی غیرہ۔ اب یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے مگر چونکہ راوی ثقہ ہیں اور دوسرا متصل طریق سے بھی
نہی ثابت ہے تو اب یہ مرسل بھی مقبول ہے کیونکہ اصول حدیث میں یوں قاعدہ مقرر ہے۔
اذا روی متصلا ومرسلا فیکون فی المسئلۃ حدیثان صحیحان انتہی کذا نقلہ الامام
النووی فی شرح صحیح مسلم یہ تو امام شافعی وغیرہ کے مذہب پر ہے جو مرسل کو حجت نہیں مانتے
اور جن کے نزدیک مرسل بنفسہ خود حجت مستقل ہے تو ان کے لیے اس عذر کی حاجت نہیں
حدیث پانچویں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے فقد قال الامام الذہبی فی میزان

[1] بلکہ سفیان ثوری نے تو یہ دعوے کیا ہے کہ روئے زمین پر اس کے برابر حافظ حدیث کا اب باقی نہیں ہے کذا قال الذہبی فی میزان الاعتدال والشیخ کمال الدین ابن الہمام فی فتح القدیر ۱۲ منہ عفی عنہ۔

الاعتدال فی ترجمۃ احمد بن عبداللہ بن ربیعۃ بن عجلان عنہ عن سفیان عن مغیرۃ
عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ مرفوعاً اذا صلی احدکم فلیصمت حتی الامام
فان قراءتہ لہ قراءۃ وصلوتہ لہ صلوۃ انتہیٰ صلوۃ کے معنے اس جگہ فاتحہ کے
ہیں جیسا کہ حدیث قدسی ابوہریرہ رض کی میں ہے قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی
میں صلوٰۃ بمعنے فاتحہ ہے۔ لہذا فاتحہ اور غیر فاتحہ دونوں کا حکم ایک ہوا اس حدیث کی
سند میں اگرچہ احمد بن عبداللہ بن ربیعہ راوی ہے اور اس کو ذہبی وغیرہ نے مجہول قرار
دیا ہے ضعیف مگر چونکہ قصہ سب کا ایک ہے تو یہ حدیث اور باقی متکلم فیہ سب اس طرق
صحیح سے بلکہ مجموعہ سب کا مقبول ہو ویگا بہر حال آپنے جو تحریف کرکے جابر رض کی حدیث
کے معنے بدل دئیے وہ چالاکی آپکی بیکار گئی یہ سب بحث تو آپکی غلطی علم حدیث کی رو
سے تھی اور علم عربی میں آپنے یوں غلطی کی ہے کہ ضمیر لہ کی جو کہ حدیث من کان لہ امام
فقراءۃ الامام لہ قراءۃ میں وارد ہے اس کا مرجع امام کو قرار دیا اور تقریر اس کی یوں
گذاری کہ لفظ لہ کو جو ظرف ہے اس کو قراءۃ پر مقدم فرمایا اور وہ فائدہ حصر کا دیتی ہے
اور وہ اس صورت میں ہو کہ جبکہ مرجع اس کا امام قرار دیا جاوے اور نیز وہ قریب ہے
وہی مستحق ہے نہ لفظ من کا جو کہ بعید ہے انتہیٰ ملخصاً اب آپکا علم عربی سے بے بہرہ ہونا
خود معلوم کریں کیونکہ اہل عربیت کے نزدیک یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ جب جملہ خبر واقع ہو تو ضرور ہے کہ
اس میں ضمیر راجع طرف مبتدا کی ہو اور وہ عام ہے کہ مذکور ہو جیسا کہ کثیر الوقوع ہے یا کہ
محذوف جیسا کہ اس آیت میں ہے قال اللہ تعالیٰ من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ
لآت کہ اصل میں لآتیہ تھا اب اگر ضمیر لفظ لہ کا راجع طرف امام کی ہو تو لفظ من کا جو کہ مبتدا
ہے اس کی طرف کونسی ضمیر راجع ہوگی۔ اس میں تو مفتی نظام الدین صاحب آپ پر سبقت لے گئے
اور نیز حدیث بےمعنی ہو جاوے گی کیونکہ جس شخص نے قراءۃ سے منع کیا تھا اور اس کی تائید
کے لیے شارع نے یہ حکم لگایا تھا اس کو کیا تائید ہوئی اور نیز وہ تو [illegible] صحیح ۱۴م

ربك الاعلیٰ کی میں تنازع ہوا تھا جو کہ فاتحہ کا غیر ہے آپ کی رائے میں اس کی قراءۃ بھی
مقتدی کو کافی نہ ہوئی تو اس صورت میں ماعدا فاتحہ کا بھی مقتدی محتاج رہا اور اس کے
آپ خود قائل نہیں کیونکہ آپ تو فقط فاتحہ کی ہی تخصیص فرماتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اور صفحہ ۴۲ میں حدیث من کان له امام .... الخ پہ یوں اعتراض کیا اسحاق ازرق
کو سفیان ثوری اور شریک سے ملاقات نہیں کیونکہ سفیان کی وفات ۱۶۱ھ ہجری میں ہے اور طبقہ ساتویں
میں ہے اور اسحاق ازرق طبقہ تاسعہ سے ہے اس کی وفات ۲۹۵ھ دو سو پچانویں میں اور ان کی
عمر ۹۰ سال کی ہے تو اس حساب سے اسحاق ازرق سفیان کی وفات کے بعد تخمیناً ۵۹ سال
ہوئی لہٰذا یہ حدیث منقطع ہوئی یہ دعویٰ کر کے مولوی عبد الجبار صاحب نے مفتی نظام الدین پر
اعتراض جمایا اور جو کچھ بے علمی کی بات کہنی تھی ظاہر کی لہٰذا ان کی لیاقت علم رجال
میں معلوم ہوئی کہ آپ کو غلط اور صحیح کی تمیز ہرگز نہیں اور کسی محدث سے اس فن کو حاصل نہیں کیا مفتی
صاحب کی رائے درست ہے مولوی عبد الجبار صاحب نے فی الواقع محض بیجا تقلید کی آنکھ پر رکھدی
اب سنو کہ مولوی صاحب نے چند غلطیاں کی ہیں اول یہ کہ تقریب مطبوعہ کے کاتب نے چونکہ سہو
اور غلطی کی ہے اور لفظ من التاسعة کا غلطی کی جہت سے لکھدیا ہے مولوی صاحب اسی پر
نازاں ہو کر جاہل بن گئے دیکھو صاحب خلاصہ نے اس پر نص کی ہے کہ اس کی وفات ۱۹۵ھ میں
ہے اور عبارت ان کی یہ ہے اسحٰق بن یوسف بن یعقوب بن مرداس المخزومی ابو محمد
الازرق الواسطی احد الاعلام عن شریك فاكثر والاعمش والثوری وابن عون
وخلق وعنه احمد وابن معين وتميم بن المنتصر وعبيد الله بن سعيد وابن المثنى
والحسن بن الصّباح وخلق قيل لاحمد اثقة هو قال ای والله وروی انه لم يرفع
بصره الى السماء نحوا من عشرين سنة مات سنة خمس وتسعين ومائة عن ثمان

لہ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث جابر میں امام ابو حنیفہ رح کے تفرد کا اعتراض تھا اور جبکہ ثابت کیا گیا
امام کے ساتھ سفیان اور شریک بھی شامل ہیں تو مولوی عبد الجبار صاحب نے یہ جرح کی کہ اس میں اسحاق نے مذکورین سے
روایت کی ہے اور وہ ان دونوں کا معاصر نہیں اور یہ بھی ان کی ہٹ دھرمی ہے یا کہ جہالت ہے ۱۲ منہ
ے اس لفظ کو غور کرو عن شریك فاكثر ۱۲ منه عفی عنه

احمد بن حنبل کی بہ نسبت اسحاق ازرق بہت متاخر ہونا چاہیے۔ طبقہ گیارہویں سے پاک اُس سے بھی بعد میں ہے لہذا طبقہ تاسعہ میں اُس کو شمار کرنا محض غلط ہوا اور یحیی بن معین جو طبقہ گیارہویں میں ہے وہ بھی اُس کا شاگرد ہے اُس کی وفات ۲۳۳ھ میں ہے علی ہذا القیاس بہت سے مفاسد واقع ہوں گے بہر حال ثابت ہوا کہ مولوی عبد الجبار صاحب کو تمیز غلط اور صحیح کی ہرگز نہیں اسی طرح شریک بن عبد اللہ کی نسبت بحث ہے کہ اُس سے بھی سماعت صحیح ہے بلکہ ذہبی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسحاق مذکور شریک کی حدیث میں اعلم الناس ہے بلکہ شریک کی وفات سفیان کے بعد ہے قال صاحب الخلاصۃ مات سنۃ سبع وسبعین ومائۃ انتہی بہر حال اسحاق ازرق کا سماع سفیان اور شریک سے صحیح اور ثابت ہے وھو المطلوب

اور صفحہ ۴۳ میں فرماتے ہیں قولہ و نیز شریک کی نسبت تقریب میں لکھا ہے الخ میں کہتا ہوں جواب اس کا یہ ہے کہ اس جگہ پر دوسرے طرق سے اُس کی تائید ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری اور حسن بن عمارہ یہ تینوں اُس کے ساتھ ہیں اور میں کہتا ہوں کہ اس جگہ پر بھی مولوی عبد الجبار صاحب نے اپنی جہالت علم رجال سے ظاہر کی ہے کیونکہ شیخ الاسلام ذہبی نے نص کی ہے کہ شریک کی حدیث میں اسحاق ازرق اعلم الناس ہے یعنے اُس کو تمیز ہے حدیث مخلوط اور غیر مخلوط کی اب اگر شریک کی حدیث بسبب خلط حفظ کے مجروح ہو تو وہ ہو جس کو اسحاق ازرق کا غیر کرے اب یہ حدیث تو اُس کی خواہ مخواہ صحیح ہوئی لہذا شیخ ابن ہمام وغیرہ نے اس کی صحت پر نص کی ہے قولہ اگر یہ خیال کیا جاوے کہ اسماء رجال میں الخ سبحان اللہ حدیث عبادہ رض کو اس حدیث کا مخصص قرار دینا عجیب بات ہے جواب اس کا چند وجہ سے ہے اول یہ کہ حدیث عبادہ کی خود ضعیف ہے چنانچہ آگے آوے گی بحث اس کی انشاء اللہ تعالی۔ وجہ دوسری یہ کہ حدیث عبادہ کا واقعہ صلوۃ جہریہ یعنی صلوۃ فجر ہے اور اس حدیث کا واقع صلوۃ الظہر یا کہ عصر ہے فاین ھذا من ذاک

له اس کی غرض جو جرح کرنی شریک کی ہے از روی حفظ اور ضبط کے ہے ۱۲ منہ عفی عنہ سه ۲ تذکرۃ الحفاظ کو مطالعہ کرو ۱۲ منہ
سه ۳ اس بحث سے غرض مولوی عبد الجبار صاحب کی یہ ہے اگر بالفرض مان لیں اسحاق کو سفیان و شریک سے سماع ہے اور حدیث [illegible] ہو تو اس کی تخصیص حدیث عبادہ کے ساتھ کی جاوے گی ۱۲ منہ عفی عنہ [illegible]

وجہ تیسری یہ کہ جب تک کسی قرینہ سے تقدم تاخر ثابت نہو تو کیطرح تخصیص کا دعوی ہو سکتا ہے
قولہ دوسرا طریق جو آپنے جریر سے نقل کیا ہے وہ مرسل ہے الخ جواب اُس کا یہ ہے کہ کچھ مضر
نہیں کیونکہ اتصال بھی اُس میں موجود ہے کما دواہ ھو وغیرہ **قولہ** اور تیسرا طریق جو آپنے
بیان کیا ہے اُس میں حسن راوی کو حسن بن صالح قرار دیا ہے الخ سبحان اللہ واہ جی مولوی صاحب
آپکی علمیت اور واہ آپکی ذہانت اگر آپکو علم نہ تھا تو بندۂ خدا کسی دوسرے سے سبق لے لینا تھا.
واضح ہو کہ اس حدیث کی دو طریق ہیں ایک وہ جو کہ حسن بن صالح نے خود ابو الزبیر سے روایت کیا
اور دوسرا وہ جو کہ حسن بن صالح نے لیث بن ابی سلیم اور جابر جعفی کے وسطہ سے بیان کیا ہے ابو الزبیر
سے اور دونوں سندوں میں صاف طور پر حسن بن صالح کے نام پر نص کی ہے **اما الاول** فقد اخرج ابن ابی
شیبۃ حدثنا مالک بن اسمٰعیل عن الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر مرفوعاً من کان
لہ امام الخ واخرج عبد بن حمید حدثنا ابو نعیم عن الحسن بن صالح عن ابی الزبیر مرفوعاً
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ واخرج ابن ماجۃ وغیرہ مثل ذلک واما الثانی فقد اخرج
الطحاوی حدثنا ابو امیۃ قال حدثنا اسحاق بن منصور السلولی قال حدثنا الحسن صالح عن
جابر و لیث عن ابی الزبیر عن جابر مرفوعاً مثلہ واخرج الدارقطنی فی سننہ من طریق
اسحٰق بن منصور ویحییٰ بن بکیر عن الحسن بن صالح عن لیث بن ابی سلیم وجابر عن ابی الزبیر
عن جابر مرفوعاً مثلہ واخرج ابن ماجۃ وغیرہ مثل ذلک آپ ان دونوں طریق کو خیال
کرو کہ حسن بن صالح کے نام کی نص ہے یا کہ حسن بن عمارہ اور حسن بن ابی جعفر جفری ہیں مولوی صاحب
آپ کو علم رجال سے کچھ علاقہ نہیں آپ کو لازم ہے کہ علم حدیث کو ایسے باتوں کے ساتھ مکدر
نہ کریں اس فن کے اور لوگ ہیں نہ آپ جیسے **قولہ** اور چوتھا طریق جو امام ابو حنیفہ
رح سے بیان کیا ہے اس کی بہ نسبت یہ گذارش ہے الخ سبحان اللہ وبحمدہ مولوی عبد الجبار کا
اصلی مطلب جو تھا اور بغرض فاسد اور بد دیانتی امام اعظم رح کے ساتھ کینہ اور عناد تھا اب اس
وقت ظاہر ہوا اور مولوی صاحب مذکور کی جہالت کا بازار رونق افروز ہوا مسلمانو تم لوگ انصاف کرو

عن جابر مرفوعاً مثلہ واخرج الامام احمد فی مسندہ حدثنا اسود بن عامر اخبرنا الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر

اور حق کی داد دو کہ مولوی عبد الجبّار صاحب فی الواقع علمِ دین سے جاہل ہیں یا کہ نہ اور جرح تعدیل کے علم سے بے بہرہ اور ناواقف ہیں یا کہ نہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ راوی کا ثقہ ہونا دو طور پر ہے یعنے دو قسم کے اسباب اُس میں ضرور چاہیے ایک باعتبار عدالت کے دوسرا باعتبار حفظ وضبط کے[ع] اور امام موصوف کل دونو طور پر اہل حدیث نے ثقہ ہونا بیان کیا ہے عدالت کے روے سے تو خود مولوی عبد الجبار صاحب مان چکے ہیں کہ زہد اور تقوی اور دیانت اور یاد خدا اور ورع اور عبادت سب میں سب پر سبقت لے گئے تھے مگر چونکہ مولوی عبد الجبار صاحب کی بات کا کچھ چندان اعتبار نہیں شاید سخن کر کے انکار کر جائیں کیونکہ دانا لوگ کہہ چکے ہیں ؎

چشم بداندیش کہ برکندہ باد ٭ عیب نماید ہنرش در نظر ٭

لہذا عبارت ایک دو کتابوں کی اس باب میں نقل کرنا ضرور ہے کہا صاحب خلاصہ نے تذہیب تہذیب الکمال میں نعمان بن ثابت الفارسی ابو حنیفة امام العراق وفقیہ الامة عن عطاء ونافع والاعرج وطائفة وعنه ابنه حماد وزفر وابو یوسف ومحمد وجماعة وثقه ابن معین وقال ابن المبارك ما رأیت فی الفقه مثل ابی حنیفة وقال مکی ابو حنیفة اعلم اهل زمانه وقال القطان لا نکذب علی الله ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفة وقال ابن المبارك ما رأیت اورع منه مات سنة خمسین ومائة انتہی اور کہا شیخ الاسلام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں کان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویتکسب قال ابن المبارك ابو حنیفة افقه الناس وقال الشافعی الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفة وروی احمد بن محمد بن القاسم عن یحیی بن معین قال لا باس به[ع] وقال ابو داؤد ان ابا حنیفة کان اماما انتہی مختصرا ملخصا وقال فی اٰخر کلامه قلت ومناقب هذا الامام قد افردتها فی جزء انتہی اور صاحب خلاصہ اور ذہبی نے جرح امام کی ایک بھی نقل نہیں کی ہے اور ابن حجر مکی نے خیرات الحسان فی مناقب النعمان میں امام اعظم کی فضیلت چند بابوں میں رقم فرمائی

ع اور جرح بھی دو قسم پر ہے ایک باعتبار عدالت کے اور دوسری باعتبار حفظ اور ضبط کے

ع یہ عبارت نقل کر کے اسپر کہ امام صاحب اہل فارس سے ہیں یہ کہ جس طرح کسی مخالف نے زعم کیا ہے ۱۲ منہ ع یحیی بن معین کی اصطلاح ہے کہ لفظ لا باس بہ ثقہ کے لیا کرتے ہیں کما حققه الفاضل اللکھنوی فی رسالته الرفع والتکمیل ۱۲ منہ

ب اور کچھ بھی جرح کی طرف میلان نہیں کیا بلکہ اُس نے بات ختم کر دی ہے کہ امام موصوف میں جرح کا نام تک نہیں ہے اور عبارت اُن کی یہ ہے قال ابن عبد البر الذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه والذین تکلموا فیه من اهل الحدیث اکثر ما عابوا علیه الاغراق فی الرای والقیاس ای وقد مر انه لیس بعیب قال الامام علی بن المدینی انه ثقة لا باس به وکان شعبة حسن الرای فیه انتهی مختصرًا ملخصًا اور پھر اُس کے اخیر میں یوں فیصلہ کیا ہے فلا یلتفت الی کلام الثوری فی ابی حنیفة وابن ابی ذئب وغیره فی مالک وابن معین فی الشافعی والنسائی فی احمد بن صالح ونحوه ولو اطلقنا تقدیم الجرح لما سلم لنا احد من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فیه طاعنون وهلك فیه هالكون انتهی کلامه مختصرًا ملخصًا۔ اور امام نووی نے تہذیب الاسماء میں امام کی صفت بدرجۂ اتم کی ہے اور جرح کا ایک حرف بھی نہیں نکالا اور علامہ شیخ ابن طاہر نے مغنی اور مجمع البحار میں امام کی خارج از حد توصیف فرمائی ہے بلکہ اُس نے تو بات ختم کر دی ہے کہ جو کچھ کسی محدث نے اُن کے حق میں جرح کی ہے وہ بسبب حسد اور عداوت مذہبی کے ہے اور یوں دعوی کیا ہے کہ ہم کو اُن لوگوں کے حسد عداوت کی وجہ بھی معلوم ہے مگر اُس کا ذکر مناسب نہیں اور یہ کلام علامہ طاہر کا صحیح ہے دیکھو جلال الدین سیوطی تبییض الصحیفہ میں فرماتے ہیں روی الخطیب عن بشر بن الحارث قال ابن ابی داؤد لا یتکلم فی ابی حنیفة الا رجلان اما حاسد لعلمه واما جاهل بالعلم لا یعرف قدره حملته الخ اب رہی یہ بات کہ توثیق امام کی روایت حدیث میں جس کا مولوی عبد الجبار صاحب کو انکار ہے تو اُس کا حال سنو کہ علی بن مدینی جو کہ اعلیٰ درجہ کا محدث اور شیخ بخاری رح کا ہے اور یحیی بن معین جو کہ جرح میں تشدد رکھتا ہے ان دونوں نے ثقہ کا لفظ بیان کیا ہے کما مر بلکہ یحیی بن معین نے تو بات ختم کر دی ہے حیث قال کان ابو حنیفة یحدث بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ انتهی کذا نقله بعض فاضل عصرنا

ف دیکھیے مولوی عبد الجبار صاحب ان ائمہ کی طرف سے کیا جواب رکھتے ہیں فما هو جوابه فهو جوابنا ۱۲ منه
ف ... وسل المولوی عبد الجبار فهم اما ذنا الله ... بعد ذکر مه ... ۱۲ منه عفی عنه

علی حاشیۃ الفیۃ العراقی اور ابن حجر مکی نے ابن عبد البر سے اور صاحب مشکوٰۃ نے دعوٰی[۱] کیا ہے کہ امام میں جرح کا نام تک نہیں۔ اور اخیر میں صاحب مشکوٰۃ نے یوں فیصلہ فرمایا ہے ولو ذھبنا الی شرح مناقبہ وفضائلہ لاطلنا الخطب ولم نصل الی الغرض فانہ کان عالماً عاملاً ورعاً زاھداً عابداً امام[۱] فی علوم الشریعۃ مرضیاً والغرض بایراد ذکرہ فی ھذا الکتاب وان لم نرو عنہ حدیثاً التبرک بعلو مرتبتہ و وفور علمہ انتھٰی اور علامہ تاج الدین سُبکی نے بھی دعوٰی کیا ہے کہ امام اور سفیان[۲] کے باہم جرح مؤثر نہیں کذا نقلہ الفاضل اللکھنوی فی مقدمتہ لشرح الموطا اور واضح ہو کہ اس عاجز[۳] نے امام موصوف اور دونو صاحبین آپ کے یعنی امام ابو یوسف رح اور امام محمد تینوں کے مناقب میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اور نام اُس کا تنویر الحاسنہ فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ رکھا ہے۔ ان صاحبوں کے مناقب اوس میں بالبسط مذکور ہیں حاصل یہ کہ امام موصوف میں جرح کسی قسم کی مسلّم نہیں ہے۔ بلکہ من کل الوجوہ ثقہ ضابط ہیں اور عادل متقی زاہد سخی ہیں۔ اس مقام پر مولوی عبد الجبار صاحب کی ایک اور جہالت اور بے علمی کو خیال کرنا چاہیے۔ اور وہ یہ ہے کہ امام موصوف کی جرح میزان الاعتدال ذہبی سے نقل کی ہے۔ اور صاحب میزان کی اصطلاح اور غرض سے جاہل ہیں۔ اب سنو کہ ذہبی نے خود خطبہ کتاب میں یہ دعوے کیا ہے کہ میں اس کتاب میں امام متبوع فی الفروع اور اجماعی ثقہ کو ذکر نہ کرونگا۔ اور اُس کی تمثیل میں امام موصوف اور امام بخاری اور امام شافعی تینوں کا نام رقم فرمایا ہے۔ اس کے بعد یوں فرمایا کہ اگر کسی امام متبوع فی الفروع کو ذکر کرونگا تو اُس کو وہ جرح کچھ مضر نہ ہوگی انتھی مختصراً لہٰذا اگر امام مجروح ہے سفیان کی جرح سے تو امام شافعی اور بخاری بھی مجروح ہونگے بلکہ امام مالک کیونکہ اُن میں بھی کسی نہ کسی نے کلام کیا ہے جیسا کہ ابن حجر مکی کا کلام گذر چکا۔ اب سنو اوّل تو ذہبی نے امام موصوف کو خود اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا بحسب اصطلاح اپنی کے البتہ کسی نے اُن کے بعد حاشیہ میزان الاعتدال پر امام کا ترجمہ لگا دیا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ یہ ذہبی

[۱] یعنی اپنی کتاب اسماء رجال مشکوٰۃ میں ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] مولوی عبد الجبار نے بھی سفیان سے جرح امام رح کی نقل کی ہے جسکا تاج الدین سبکی نے تدارک کیا ہے اور نیز سفیان ثوری نے امام کی صفت کی ہے۔ تفصیل اُس کی میرے رسالہ میں ہے اور وہ چھپ چکا ہے۔ بعونہ تعالے ۱۲ منہ عفی عنہ

[۳] اور شیخ جلال الدین سیوطی رح نے تبییض الصحیفہ میں خارج از حد وصف فرمائی ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

نست ہے۔ لہذا ذہبی کی رائے پر امام صاحب اجماعی ثقہ ہوئے دوسرا یہ کہ ذہبی کی رائے پر امام
موصوف پر جرح مقبول نہ ہوگی اور عبارت اُس کی یہ ہے وکذا لا اذکر فی کتابی من الائمۃ
متبوعین فی الفروع احدا لجلالتھم فی الاسلام وعظمتھم فی النفوس مثل ابی حنیفۃ
والشافعی والبخاری فان ذکرت احدا منھم فاذکرہ علی الانصاف ومایضرہ ذلک عند اللہ
ولا عند الناس انتہی میں کہتا ہوں اگر ذہبی کی رائے موجب سفیان ثوری کو کسی قدر مجروح[له] مانا جاوے
تو بجا ہے۔ کیونکہ ذہبی نے اُس کا ذکر تو اس کتاب میں کیا ہے گو ہم جانتے ہیں کہ یہ کچھ اُن کی جلالت
شان میں فرق نہیں کرتا مگر بجب قاعدہ ذہبی کے بہ نسبت امام کی سفیان مجروح ہوا اور حق یہ ہے کہ نہ سفیان
مجروح اور نہ امام اعظم واللہ اعلم بالصواب اور صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں قولہ اسی واسطے
امام محمدؒ نے امام شافعیؒ کے روبرو اقرار کیا کہ امام مالکؒ علم کتاب اور سُنت میں امام اعظمؒ سے افضل ہیں الخ
جناب من امام مالکؒ میں بھی ابن ابی ذئب وغیرہ نے کلام کیا ہے۔ اور اسی طرح امام شافعی میں
ابن معین وغیرہ نے جرح کی ہے۔ چنانچہ ابن حجر مکی وغیرہ کی عبارت گذر چکی ہے فما ہو جوابکم فہو جوابنا
اور صفحہ ۴۹ میں فرماتے ہیں۔ اس حدیث[ه] میں ابو خالد احمر ہے الخ میں کہتا ہوں کہ مولوی عبدالجبار
صاحب سرقہ بازی میں بڑے چالاک ہیں۔ کیونکہ ابو خالد احمر کی جرح کے الفاظ کا ذکر میزان الاعتدال
ذہبی سے پکڑ لیا اور اُس کے فیصلہ کو نہ دیکھا نہ اوّل سے اور نہ آخر سے کیونکہ ابتداً عبارت ذہبی کا
یہ ہے۔ سلیمان بن حیان ابو خالد الاحمر کوفی صاحب حدیث وحفظ الخ اور اخیر میں قول
فیصل یوں فرمایا ہے قلت الرجل من رجال الکتب الستۃ وھو مکثر فیھم کغیرہ انتہی اب دیکھو
کہ صاحب حفظ و حدیث کی زیادتی مقبول ہے یا کہ نہ اور جو شخص راوی تمام صحاح ستہ کا اور ان
سب کا شیخ ہو اور ہو بھی کثیر الحدیث اب بتاؤ وہ کیسا معتبر ہوگا ورنہ صحاح ستہ کا اعتبار مع بخاری
مسلم کے نہ رہا۔ اور نیز مولوی عبدالجبار صاحب کی آنکھ پر پٹی پڑ گئی اور اُس کی عدالت اور توثیق

[له] کیونکہ ذہبی کی اصطلاح میزان میں یہ ہے کہ متکلم فیہ راوی کو اُس میں ذکر کریگا نہ اجماعی ثقہ کو ۱۲ منہ عفی عنہ [ه] اس بحث کا یہ خلاصہ
ہے کہ مولوی نظام الدین صاحب۔ واسطے تایید حدیث من کان لہ امام الخ حدیث ابو ہریرہ رضی کی شاہد لائے اور وہ یہ ہے اذا کبر الامام
فکبروا واذا قرأ فانصتوا الخ اسپر مولوی عبدالجبار صاحب نے اعتراض ضعف کا کیا کہ ابو خالد راوی ضعیف ہو اسکا جواب مذکور ہوتا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

سے بند ہوگئی دیکھو ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں قال اسحاق بن راھویہ سالت وکیعا من ابی خالد فقال وابو خالد یسئال عنہ وقال ابن ابی مریم عن ابن معین انہ ثقۃ وکذا قال علی بن المدینی وقال النسائی والدارمی عن ابن معین لیس بہ باس وقال ابن سعد ثقۃ کثیر الحدیث وذکرہ ابن حبان فے الثقات وقال العجلی ثقۃ ثبت انتھے ملخصا اب مولوی عبد الجبار صاحب کی قلعی خوب کھل گئی - علاوہ یہ کہ ابو خالد منفرد نہیں - بلکہ اُس کے ساتھ محمد بن سعد انصاری ہے چنانچہ نسائی اور دارقطنی کی روایت میں ہے اور ابو سعد اور محمد بن میسر بھی اُس کے ساتھ ہیں مگر یہ دونو مجروح ہیں - کما ہو عند الدارقطنی وغیرہ اور نیز خود امام مسلم رحہ نے اُس کی صحت پر نص کی ہے اپنی صحیح مسلم میں قولہ دوسرا راوی اُس کا محمد بن عجلان ہے الخ میں کہتا ہوں کہ اب اور جہالت مولوی عبد الجبار صاحب کی معلوم ہوئی - کیونکہ روائت ابو ہریرہ رضہ میں جو اُس کو غلط ہیں تو وہ مطلق نہیں بلکہ جو حدیث سعید مقبری کے طریق سے ہے اُنہیں میں غلط ہے - جیسا کہ ترمذی نے کتاب العلل میں اُس کی تفصیل کی ہے - ورنہ اُس کا حفظ اور ضبط تو نہایت درجہ کا ہے چنانچہ علما نے اُس کا امتحان کیا - اور وہ برابر اترا - اور تفصیل اُس کی میزان الاعتدال میں ہے - اور نیز اس حدیث ابو ہریرہ رضہ کی مؤید اور شاہد حدیث ابو موسیٰ اشعری رضہ کی ہے جسکو مسلم اور ابو داؤد اور ابن ماجہ دارقطنی وغیرہم نے روایت کیا ہے یعنی انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فقولوا آمین الحدیث بطولہ اور خود مسلم نے اُس کی صحت پر نص کی ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ حدیث ابو موسے اشعری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی دونو کو اہل حدیث نے صحیح مانا ہے - اُن کی عبارات کو کان لگا کر سنو صحیح مسلم میں ہے بعد بیان کرنے حدیث ابو موسیٰ کے جس میں راوی سلیمان تیمی ہے - قال ابو اسحاق قال ابو بکر بن اخت ابی النضر فے ھذا الحدیث فقال مسلم ترید احفظ من سلیمان فقال لہ

سلہ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی عبد الجبار صاحب نے یہ اعتراض کیا تھا کہ ابو ہریرہ رضہ کی روایت میں ابو خالد کا شیخ محمد بن عجلان ہو اور ابن حجر نے کہا ہے کہ اسکو ابو ہریرہ کی حدیث میں خلط ہے اور یہ بھی ابو ہریرہ کی حدیث ہے تو یہ بھی خلط سے خالی نہ ہوئی اب اسکا جواب آگے آتا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

حدیث ابی هريرة قال هو صحيح يعنی واذا قرأ فانصتوا انتهى مختصرا وقال ابن عبد البر
في الاستذكار في اجماع اهل العلم على ان قوله تعالى وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ
وَاَنْصِتُوْا لم يرد كل موضع وانه اراد الصلوة اوضح دليل على ان لا يقرأ مع الامام فيما يجهر
فيه ويشهد لهذا قول رسول الله صلى الله عليه وسلم واذا قرأ فانصتوا وقد ذكرناه بالاسانيد
والطرق في التمهيد من حديث ابی موسى وابی هريرة وقد صحح هذه اللفظة احمد
بن حنبل قال ابوبكر الاثرم قلت لاحمد من يقول من وجه صحيح عن النبی صلى الله عليه
وسلم واذا قرأ فانصتوا قال حديث ابن عجلان الذی يرويه ابوخالد الاحمر والحديث
الذی رواه جرير عن التيمی وزعموا ان المعتمر ايضا رواه قلت نعم قال احمد فای شیء
تريد فقد صحح احمد هذين الحديثين انتهى اور حافظ عبدالعظیم منذری نے شرح ابوداؤد
میں عمدہ طور پر اس کی صحت فرمائی ہے۔ علاوہ ازاں اور ائمہ حدیث نے ان دونوں حدیثوں کو
صحیح مانا ہے چنانچہ امام ابن خزیمہ اور ابن حجر اور عینی شارح ہدایہ اور شیخ ابن الہمام وغیرہم اور فی
الواقع بھی ان دونوں حدیثوں میں کوئی جرح نہیں نہ از روئے ضعف رواۃ کے نہ از روئے شذوذ
ونکارت کے اور عمدہ طور پر مفصل طرح سے بحث اس کی میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہے۔
جس پر زیادتی متصور نہیں واللہ اعلم بالصواب قولہ انصات کے معنی آہستہ پڑھنے کے ہیں الخ
سبحان اللہ مولوی عبدالجبار صاحب کا علم لغات میں دیکھو کہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ لفظ سکوت
کے معنی بیان کر کے لفظ انصات کو اُسی پر قیاس کیا ہے۔ اور حال یہ کہ دونوں میں بون بعید ہے
کیونکہ سکوت عام ہے اِس سے کہ آہستہ پڑھے یا کہ ہرگز نہ پڑھے یعنی عدم التکلم اور عدم الجہر
دونوں میں مستعمل ہوتا ہے اور انصات کے معنی فقط عدم تکلم کے ہیں۔ دیکھو صُراح جلد اول
میں ہے نصتٌ انصاتٌ خاموش بودن وگوش داشتن یقال انصتوہ وانصتوا لہ انتہی لہذا آیت
وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا اور حدیث واذا قرأ فانصتوا سب کا مطلب ایک ہوا یعنی عدم
التکلم لہذا حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ کی تائید عمدہ طور پر ہوئی واللہ اعلم

بالصواب - اور صفحہ ۵۰ میں مولوی عبدالجبار نے حدیث عبادۃ بن صامت کی صحت کا دعویٰ یوں کیا کہ اُس کا راوی محمد بن اسحاق ثقہ ہے اور اُس کی حدیث میں کو جرح نہیں لہذا صحیح ہوئی تا صفحہ ۵۱ تک اس پر زور مارا - اب ناظرین خیال کریں اور مولوی عبدالجبار صاحب کی ملمع سازی اور جعل سازی کو سوچیں کہ کس قدر ہے - واضح ہو کہ یہ حدیث عبادۃ رض کی جو مثبت فاتحہ کی اعلےٰ سے اعلےٰ دلیل ہے کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی - اور تقریر اُس کی چند طور پر ہے - اوّل یہ کہ اُس کا راوی محمد بن اسحاق صاحب مغازی اُس کے ثقہ اور ضعیف ہونے میں اہل علم کو بحث طویل ہے لہذا بحسب قاعدہ الجرح مقدم علے التعدیل کے ضعیف ہونا غالب ہوا وجہ دوسری یہ کہ قول فیصل محمد بن اسحاق میں یہ ہے جو کہ ذہبی وغیرہ نے کیا ہے اور وہ یہ ہے فالذی یظھر لی ان محمد بن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال صدوق وما انفرد بہ ففیہ نکارۃ لان فی حفظہ شیئا انتھی اور کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے تخریج احادیث الہدایہ میں کتاب الحج میں - وابن اسحاق لا یحتج بما ینفرد بہ من الاحکام فضلا عما اذا خالف من ھو اثبت منہ انتھی اور کہا امام طحاوی رح نے معانی الآثار کے باب مس الذکر میں بیچ جواب مخالف کے وانت لا تجعل محمد بن اسحاق حجۃ فی شیء اذا خالفہ فیہ مثل من خالفہ فی ھذا الحدیث ولا اذا انفرد انتھی اور کہا ذہبی نے کتاب العلو میں وابن اسحاق حجۃ فی المغازی اذا اسند ولہ مناکیر وعجائب انتھی اور کہا شیخ ابن جوزی نے اپنے موضوعات میں اما ابن اسحاق فمجروح شھد بکذبہ مالک وسلیمان التیمی ووھیب وھشام بن عروۃ ویحیی ابن سعید وقال ابن المدینی روی عن المجھولین احادیث باطلۃ انتھی کذا نقلہ الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایۃ بہر حال جبکہ منفرد ہو یا کہ کسی ثقہ کو مخالف ہو تب حجت نہیں ہے - یہ[1] خلاصہ ہے تمام بحث اہل حدیث کا جو کہ اُس کے جارح نہیں یا کہ موثق ہیں اُسکے

[1] اب اگر کوئی شخص محمد بن اسحاق کی توثیق اور اُس کی عدالت کے اقوال ہمارے روبرو پیش کرے تو وہ کچھ اُس کو مفید نہیں اور ہم کو مضر نہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

...وہ سب بحث لاحاصل ہے۔ اور تفصیل میرے رسالہ الدلیل المبین علے ترک القراءۃ للمقتدین میں ہے۔ اب بعد تمہید اس کلام کے یہ بندہ عرض گزار ہے کہ حدیث عبادہ بن صامت رضی کا مدار مکحول پر ہے اور وہ مدلس ہے نص کی اس پر شیخ الاسلام ذہبی نے میزان الاعتدال و تذکرۃ الحفاظ میں۔ اور کسی طریق میں اپنا سماع محمود بن ربیع سے ذکر نہیں کیا۔ لہذا تدلیس اس کی رفع نہ ہوئی۔ اور محمد بن اسحاق بھی چونکہ مدلس ہے۔ اس نے اگرچہ اپنی سماعت مکحول سے بیان کر کے اپنے[1] آپ کو تدلیس کے عیب سے بری کیا۔ مگر شیخ الشیخ سے تدلیس رفع نہ کی۔ اور نیز اس حدیث میں سخت تدلیس وارد ہے۔ اور تفصیل اس کی یوں ہے کہ مکحول کے شاگرد اس حدیث کو روایت کرنے والے چھ شخص ہیں۔ عبدالرحمن بن یزید بن جابر اور سعید بن عبدالعزیز اور عبداللہ بن العلاء یہ تینوں ابوداؤد نے ذکر کیے ہیں۔ اور محمد ابن ولید زبیدی اس کو دارقطنی نے ذکر کیا ہے۔ یہ چار شاگرد مکحول کے یوں روایت کرتے ہیں مکحول عن عبادۃ رض اور بیچ میں کوئی واسطہ ذکر نہیں کرتے۔ اور ظاہر ہے کہ مکحول کو عبادہ بن صامت رض سے روایت اور سماعت نہیں۔ بلکہ علے سبیل ارسال کرتا ہے۔ نص علے ذلک الذہبی وغیرہ اور پانچواں شاگرد اس کا زید بن واقد امام مکحول شام کا ہے اس نے یوں روایت کی ہے مکحول عن نافع بن [illegible] عن عبادۃ کما ہو عند ابی داؤد والنسائی والدارقطنی وغیرہم اور ظاہر ہے کہ [illegible] ال ہے۔ کما فے التقریب اور وہ کہ مجہول ہے کما صرح بذالک ابن عبدالبر نے [illegible] لہذا ان دو طریق سے یہ حدیث مجروح ہوئی۔ اسی واسطے ابن عبدالبر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور چھٹا شاگرد اس کا یعنی مکحول کا محمد بن اسحاق ہے۔ کما ہو عند الترمذی وابی داؤد والدارقطنی وغیرہم البتہ اس نے مکحول کا شیخ محمود بن ربیع صحابی ذکر کیا ہے جس پر ہمارے مخالف کو غرور اور زور ہے۔ اور اسی روایت پر نازاں ہو کر فخر کرتا ہے۔ اب واضح ہو کہ یہ طریق بھی مجروح اور ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں محمد بن اسحاق ہے

[1] چنانچہ دارقطنی وغیرہ میں ہے منہ عفی عنہ

مذکور ہو یا کہ مقدر الخ میں کہتا ہوں سبحان اللہ وبحمدہ مولوی عبد الجبّار صاحب کی مثال تو
بیج ہے ہل ہو الا کر علی ما فر کیونکہ مفتی صاحب کی غرض تو یہ تھی کہ مبتداء کی طرف جملہ مذکور میں
ضرور چاہیے کہ کوئی عائد ہو جو مبتداء اور خبر کو ربط دے خواہ مقدر ہو یا محذوف[۹۱]
اب وہ جو مولوی عبد الجبّار صاحب نے معنی حدیث کے کیے ہیں اُن میں یہ خدشہ ہے
کہ حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ میں اگر ضمیر لہٗ کی راجع طرف امام کی
ہو جاوے تو اب لفظ مَن کا جو مبتداء ہے اُس کی طرف کون سی ضمیر راجع ہوگی۔ آپ
نے جواب دیا کہ ضمیر کا صراحۃً مذکور ہونا ضرور نہیں۔ محذوف بھی ہو سکتی ہے پھر اُس
پر آیت من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لآت شاہد لائے کہ اس میں لفظ لآت کا اصل
میں لآتٍ تھا۔ جو راجع طرف من کی ہے الخ اب ہم نے یہ بات تو مانی کہ عام ہے مذکور ہو
یا کہ محذوف مگر اس حدیث میں فقط ضمیر مقدر نکال کر معنی حدیث کے درست کردیں۔ کیونکہ
ضمیر لہٗ کا جب امام کی طرف راجع کر دیا۔ تو اب مبتداء کی طرف جو کہ لفظ مَن ہے صراحۃً نہ
ہو سکے تو مقدر مان کر پھر کوئی ضمیر ظاہر کر کے کلام کو فصیح کر دکھائیں اور یہ جو آپ
نے لفظ حدیث کا توڑ کر اور محو اثبات کر کے ایک جملہ انشائیہ بیچ میں محذوف مان کر معنے
حدیث کے درست کیے ہیں۔ اور کلام کو گٹر بٹر کر دیا ہے یہ صرف آپ کی چالاکی ہے فقط ضمیر
مقدر کر کے آپ سے معنے حدیث مذکور کے ہرگز نہیں بن سکے۔ اس طرح طویل کلام محذوف
نکالنے سے تو حدیث عبادہ رض کی جو آپ کی بُرہان قاطع ہے۔ اُس میں تصرّف کر کے منع قراءۃ
خلف امام کے دلیل بنا سکتے ہیں۔ من اراد تفصیلہ فعلیہ ان یطالع رسالتنا الدّلیل المبین علی
ترک القراءۃ للمقتدین۔ اور سابق میں گذر چکا ہے کہ اس حدیث کے قصّہ میں نہی صریحی
اور ضمنی دو لو وارد ہیں۔ تو آپ کو یہ تغیّر و تبدّل کرنا اور تحریف حدیث کی کرنی کچھ مفید نہ ہوا

[۹۱] بحسب رائے مولوی عبد الجبار صاحب ۱۲ منہ عفی عنہ [۹۲] یعنی قولہ الا و مضمون اُس کا یہ ہوگا کہ جس
کے لیے نماز میں کوئی امام ہو تو جاننا چاہیے کہ امام کی قراءۃ اُسی امام کے لیے ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

پانچ شاگرد مکحول کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ مذکور ہوا پس شاذ یا کہ منکر ہوئی اور ہم سابق میں ذکر کر چکے ہیں کہ محمد بن اسحاق کا درجہ یہ ہے کہ جب کسی ثقہ پر زیادتی کرے یا کہ مخالفت تو وہ حدیث اُس کی حجت نہیں ہوتی۔ اور اس جگہ پر اُس نے پانچ راویوں کی مخالفت کی ہے کہ عن مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ سند مقرر کی ہے۔ باقی سب نے یا تو مکحول عن عبادۃ کہا ہے۔ اور یا کہ مکحول عن نافع بن محمود عن عبادۃ ذکر کیا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں طریق بسبب ارسال یا کہ بسبب ستارت وجہالت نافع کے ضعیف ہوئے۔ اور یہ طریق ثالث بھی مجروح ہوا بسبب تفرد محمد بن اسحاق کے ساتھ ذکر کرنے محمود بن ربیع کے پس شاذ اور منکر ہوا۔ اور نیز محمد ابن اسحاق نے بھی خود مکحول سے اس حدیث کو نافع بن محمود سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ وہ مذکور ہے دارقطنی اور حاکم وغیرہما کے نزدیک بنا بریں علیہ محمد بن اسحاق بھی زید بن واقد کے موافق ہوا نافع کے ذکر کرنے میں پس معلوم ہوا کہ صحیح طور پر سند اس حدیث کی یا تو یوں ہے مکحول عن نافع عن عبادۃ اور یا کہ یوں ہے مکحول عبادۃ نہ اس طور پر یعنی مکحول عن محمود بن ربیع عن عبادۃ کیونکہ وہ نہایت شاذ یا کہ منکر ہے۔ یہ خلاصہ حدیث عبادہؓ کا ہے اور تفصیل اس کی میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آپ مولوی عبد الجبار صاحب نے جو اُس کی توثیق اور اُس کی حدیث کی صحت بعض ائمہ سے نقل کی ہے۔ وہ سب بے حاصل ہے۔ کیونکہ صحت حدیث کے واسطے جس طرح ثقہ ہونا روات کا شرط ہے اُسی طرح سلامتی سند و ذا ور نکارت سے شرط ہے کما ہو مقرر فی اصول الحدیث وتفصیلہ فی موضعہ اور صفحہ ۵۴ میں فرماتے ہیں۔ یہاں پر آپ نے نحو دانی بہت کچھ ظاہر کی ہے ثانصف صفحہ ۵۵۔ اس میں مولوی عبد الجبار صاحب نے مفتی[۱] نظام الدین پر یہ طعن جمایا ہے۔ کہ مبتدا کی طرف جملہ میں جو اُس کی خبر ہے ضمیر کا عائد ہونا ضرور ہے۔ مگر عام ہے کہ

[۱] اس کے متعلق بحث گذر چکی ہے۔ مگر تا بھی کچھ وضاحت کرنی ضروری ہے۔ مولوی نظام الدین صاحب نے جو بات کہی ہے وہ درست ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

اور صفحہ ۵۵ میں بہ نسبت حدیث ابی موسےٰ رضی اللہ کی مولوی عبد الجبار صاحب نے بحث کی ہے اور اس میں لفظ واذا قرأ فانصتوا جو وارد ہے اُس پر یہ جرح کی کہ یہ وہم ہے سلیمان تیمی کا قتادہ کے شاگردوں میں سے یعنی وہ منفرد ہے ساتھ اُس کے۔ لہٰذا یہ لفظ شاذ ہوا۔ اور پھر اُس پر عبارت امام نووی اور بخاری اور دار قطنی اور بیہقی کی نقل فرمائی۔ کہ فلان فلان نے اس کو ضعیف کیا ہے تا نصف صفحہ ۵۷۔ میں کہتا ہوں کہ ناظرین با انصاف نظر فرماویں کہ مولوی عبد الجبّار صاحب جاہل محض اور ناواقف فن حدیث کے ہیں۔ یا کہ عالم حدیث کے ہیں۔ اب مفصّل بیان اس کا ہم سے سنو۔ کہ مولوی عبد الجبّار صاحب اور جو اُن کے ہمراہی ہیں۔ اُن سے یہ استفسار کیا جاتا ہے۔ کہ یہ لفظ کس سبب سے ضعیف ہے۔ اگر بہ سبب ضعف سلیمان تیمی کے ہے تو یہ باطل ہے۔ کہ سلیمان تیمی جمیع اصحاب صحاح ستہ کا شیخ ہے۔ اور اجماعی امام ہے۔ بلکہ امام جرح وتعدیل سے ہے۔ دیکھو محمد بن اسحاق جو راوی حدیث عبادہ رض کا ہے۔ اُس کے حق جرح فرمائی ہے کہ انہ کذّاب کما مر من عبارۃ ابن الجوزی۔ اور اگر بہ سبب تدلیس اور مظنّہ انقطاع کے ہے۔ تو وہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں تصریح سماعت کی کر دی ہے۔ اور عبارت ابوداؤد کی یہ ہے۔ حدثنا عاصم ابن النضر ثنا المعتمر بن سلیمان قال سمعت ابی سلیمان التیمی ثنا قتادۃ عن ابی غلاب یحدثہ عن حطان الرقاشی بھذا الحدیث زاد واذا قرأ فانصتوا انتھے کلامہ اب دیکھو حدثنا قتادۃ صریح کہدیا ہے۔ اور اگر بہ سبب تفرد سلیمان تیمی کے ہے۔ یعنی بہ سبب شذوذ کے تو وہ نہایت درجہ کا باطل ہے۔ بلکہ نہایت درجہ کی آپ کی جہالت ہے۔ بلکہ عدم تمیزی اور عمی فی البصیرۃ ہے۔ کیونکہ سلیمان تیمی اس زیادتی کے ذکر کرنے میں منفرد نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ بھی ہیں۔ جیسا کہ ابن عدی اور ابوبکر بزار کی روایت میں ہے۔ فقد قال الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایۃ۔ ان البزار ایضا اخرج ھذا الحدیث نحو روایۃ ابن ماجۃ عن ابی موسیٰ وقال ھلا نعلم احدا قال فیہ واذا قرأ فانصتوا الا سلیمان التیمی

[illegible]

کی صحت پر اوسی صحیح مُسلم میں نص کرچکا ہے مع حدیث ابو ہریرہ پھر بھی حسداً و رعناداً و رجہالت
سے اُس کو ضعیف کہ رہے ہیں۔ بندہ خدا اگر آپ ان تینوں کتابوں پر دروازہ جرح کا کشادہ
کرینگے۔ تو آپ کے مخالف لوگ تو بہت اُن کے اوّل سے ہی عیب جو ہیں۔ اور حاکم اور دارقطنی
اُن پر استدراک کرچکے ہیں۔ مگر واضح رہے کہ اگر آپ بخاری و مسلم و مؤطا پر جرح کو روا رکھتے ہیں۔
تو پھر اگر اور کوئی شخص اُن پر جرح کریگا تو آپ خفا نہ ہونا واللہ اعلم کون سی اُن کی حدیث صحیح
ہوگی اور کون سی نہ ہوگی۔ بلکہ حق یہ ہے کہ یہ حدیث تو ایسی صحیح ہے کہ اس کے برابر دنیا میں شاید
کوئی حدیث ہوگی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ نہ ہوگی وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم
دونوں کی حدیثیں بحسب التزام اُن کی کے صحیح ہو چکی ہیں۔ او رحال یہ ہے کہ ہر حدیث پر اُن دونو
نے صحّت کا حکم نہیں کیا۔ بایں طور کہ نص کے طور پر تصریح صحّت کی بیان فرماویں خود صحیحین
میں مگر یہ حدیث کہ مُسلم نے اُس کو ابو موسی کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور خود اُسی صحیح مسلم
میں اُس کی صحّت پر نص کی ہے۔ اور حدیث ابو ہریرہ رضو اگرچہ مُسلم نے اُس کو روایت نہیں کیا
مگر صحّت کا حکم اُس پر ضرور کردیا ہے۔ اب ان دونوں کے برابر بایں صفات مشترکہ کون
حدیث ہوگی۔ اور واضح ہو کہ مفصّل بحث طویل طور پر دونوں حدیثوں کی میرے رسالہ
الدلیل المبین علی ترک القراۃ للمقتدین میں ہے۔ صفحہ ۵۸ میں[۵] مولوی عبد الجبار
صاحب نے مفتی نظام الدین صاحب پر طعن کیا ہے۔ کہ آپ کیسی ہی ملمع سازی کریں لیکن
اہل حدیث کی گرفت سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتے الخ سُبحان اللہ بحمدہ اب تو مولوی عبد الجبار
صاحب کے نزدیک امام احمد بن حنبل اور امام مسلم اور ابن خزیمہ اور ابن عبد البر اور حافظ
عبد العظیم منذری اور حافظ ابن حجر وغیرہم یہ سب لوگ اہل حدیث نہ رہے۔ مولوی عبد الجبار
صاحب جیسے اردو خواں جاہل اور بے علم اہل حدیث منفرد رہو ویں؟ واللہ اعلم اصحاب رسول اللہ

[۵] اس قول سے غرض مولوی عبد الجبار صاحب کی یہ ہے کہ حدیث واذا قرأ فانصتوا کو اہل حدیث نے ضعیف
کہا ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں بن سکتی اب آگے اس کا جواب آتا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

قال الامام المارديني في الجوهر النقي في الرد على البيهقي ذكر البيهقي في الخلافيات
ان الحديث قد روى عن اسمٰعيل السدى ايضًا عن مالك مرفوعًا واسمٰعيل صدوق و
قال النسائي ليس به بأس وقال ابن عدى احتمله الناس ورووا عنه وانما انكروا عليه الغلو
في التشيع انتهى۔ قلت قال الحافظ ابن حجر في تهذيب التهذيب ذكره ابن حبان في الثقات
وقال مطين صدوق انتهى مختصرا بنآء عليه اب تو مولوی عبد الجبّار صاحب کو اس کا حسن
ہونا ماننا پڑا۔ کیونکہ یحیی بن سلام کا متابع مرفوع کرنے میں صحیح فثابت ہوا وہو الحق والصواب
اور اسی طرح جو صفحہ ۷۰ میں اُس کی بحث کی ہے اُس کا جواب بھی اسی جگہ ہو چکا حاجت
اعادہ کی نہیں۔ اور صفحہ ۷۳ میں مولوی عبد الجبّار صاحب نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر
جو کہ موطا ابو داؤد ابن ماجہ نسائی مسند امام احمد معانی الآثار وغیرہم نے روایت کیا ہے
بایں سند عن الزهري عن ابن اكيمة عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
انصرف عن صلوة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معي احد منكم فقال رجل انا يا رسول الله
فقال اني اقول مالي انازع القرآن فانتهى الناس خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم
فيما جهر به من الصلوة حين سمعوا ذلك انتهى اور ورود اُس کا بھی صلوۃ فجر میں ہے۔ کہ
ہو منصوص ہے فی بعض طرقہ یہ اعتراض جمایا ہے۔ کہ اوس کا راوی ابن اکیمہ ضعیف یا
مجہول ہے۔ اور اوس پر کلام امام نووی اور ابو بکر البزار اور حافظ ابو بکر حازمی کا شا
گذرا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس کا راوی ابن اکیمہ مجہول ہے۔ پس حدیث ضعیف
ہے۔ انتہی خلاصۃ کلامہ صفحہ ۷۵ کے شروع تک۔ اب اس موقع پ
مولوی عبد الجبّار صاحب کی جہالت اور بے علمی اور بے انصافی کو غور سے س
اور اُن کی دروغ گوئی جو کہ اس حدیث میں ہوئی ہے۔ یاد رکھو۔ واضح ہو کہ جواب اِس
چند وجوہ پر ہے۔ مگر اوّل اس سے ایک تمہید یاد رکھنی ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ا
مجہول کی جہالت رفع کرنے میں اہل حدیث نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے۔ کہ اگر اُس کی ایک

امام ثقہ نے توثیق کردی تو وہ مقبول ہے اور عام ہے کہ وہ تعدیل کنندہ وہی اوسکا شاگرد ہو[عله]
یا کہ غیر اوس کا قال الحافظ ابن حجر فی شرح النخبۃ فان سمی الراوی وانفرد واحد بالروایۃ عنہ فھو مجہول
العین کالمبہم الا ان یوثقہ غیر من انفرد عنہ علی الاصح وکذا من انفرد عنہ اذا کان متاھلا لذلک
انتہی کلامہ بعینہ حاصل اس کا یہ ہوا کہ جس راوی سے ایک ہی شخص روایت کرے اور اوس کو کسی
نے ثقہ نہ کہا نہ اوس کے شاگرد نے اور نہ اوس کے غیر نے تو وہ مجہول ہے اور اگر امام جرح و تعدیل ثقہ
کہدیا اگرچہ وہ اوس کا شاگرد ہی ہو تو وہ ثقہ ہوا اور جہالت اوس کی دور ہوئی اور علاوہ ابن حجر کے اوراہل علم
نے بھی یہ مسئلہ لکھا ہے[ط] جب یہ تمہید ممہد ہو چکی تو اب سنو کہ اس جرح کے چند جواب ہیں جواب اول یہ کہ اگر ہم
ابن اکیمہ کی توثیق ائمہ جرح و تعدیل سے ثابت صحیح کردیں تب تو مولوی عبد الجبار صاحب کی جہالت ظاہر ہوئی
یا کہ نہ اور خجالت کے سبب سے ذلت حاصل ہوئی یا کہ نہ اب سنو ابن اکیمہ کی توثیق کا حال کہ ثقہ بھی ہے اور بجز زہری
کے اوس سے اور کسی نے بھی روایت کی ہے قال الحافظ ابن حجر فی تقریبہ عمارۃ بضم اولہ والتخفیف ابن اکیمۃ
بالتصغیر ابو الولید المدنی وقیل اسمہ عمار او عمرو او عامر یاتی غیر مسمی ثقۃ من الثالثۃ مات
سنۃ احدی ومائۃ ولہ تسع وتسعون انتہی اور کہا زرقانی مالکی نے شرح موطا میں ثقۃ مات
سنۃ احدی ومائۃ انتہی اور کہا ابن عبد البر نے استذکار میں قال ابن شہاب کان ابن اکیمۃ یحدث
فی مجلس سعید بن المسیب ویصغی الی حدیثہ وحسبک بھذا فخرا وثناء انتہی اور کہا حافظ ابن
حجر نے تہذیب التہذیب میں قال ابن ابی حاتم صالح الحدیث مقبول وقال ابن عبد البر فی باب من
لو یشتھر عنہ الروایۃ ولتحملت روایتہ لروایۃ الثقات عنہ[عه] ابن اکیمۃ اللیثی المدنی قال
یحیی بن معین کفاک قول الزہری سمعت ابن اکیمۃ یحدث سعید ابن المسیب وقد روی
عنہ غیر الزہری محمد بن عمرو وروی الزہری عنہ حدیثین احدھما فی القراءۃ وھو مشہور
بہ والاخر فی المغازی انتہی کلام ابن عبد البر وقال الدوری عن یحیی ثقۃ وقال یعقوب بن سفیان

عله مگر یہ شرط ہے کہ اس امام کا اہل ہو ۱۲ منہ

ط مگر واضح ہو کہ یہ رفع جہالت اوس امام کے قول سے ہے کہ جس کے نزدیک راوی مجہول و مستور ثقات میں معدود نہیں اور اگر اسکے نزدیک مجہول مستور ثقہ ہے جیسا کہ دارقطنی اور ابن حبان کا مذہب ہے تو اسکے لکھنے سے اوسکی جہالت دور نہیں ہوتی شاید اس نے اپنے مذہب کے رو سے کہا ہو ۱۲ منہ عفی عنہ عه اس لفظ کو غور سے سوچو کہ بست ثقات نے ابن اکیمہ سے روایت کیا اب عدم علم مولوی عبد الجبار وغیرہ کا اسکی عدالت کو مضر نہیں اور یعقوب بن سفیان نے اسکو مشاہیر سے شمار کیا ہے اب مجہول کب رہا ۱۲ منہ عفی عنہ

هو من مشاهير التابعين بالمدينة وذكره ابن حبان في الثقات انتہی کلام ابن حجر اور کہا صاحب
خلاصہ نے عمارة بن اکیمة اللیثی ابو الولید المدنی عن ابی هريرة وعنه الزهری قال ابو حاتم صالح
الحدیث مات سنة احدی ومائة انتہی لہذا جبکہ ان ائمہ نے اُس کو ثقہ کہا اور بجز زہری کے محمد بن
عمرو اوس سے راوی ہے بلکہ سعید بن مسیب اُسکی حدیث خوش ہو کر سُنا کرتے تھے اور اُن کی مجلس میں اُس
کی حدیث مشتہر اور مقبول تھی۔ تو اب اس کے برابر تو کوئی دوسرا ہو نہیں سکتا اب مولوی عبد الجبار صاحب
کا کیا علاج کہ گھر میں بیٹھ کر جو چاہیں سو کہدیں اور وہ جو مولوی عبد الجبار صاحب نے شیخ ابن صلاح وغیرہ
سے نقل کیا ہے کہ مجہول وہ ہے جس سے ایک راوی روایت کرے انتہی مختصرا تو یہ اوس وقت ہے کہ توثیق کسی معتبر
سے ثابت نہ ہو ورنہ علم فن وحدان کا سب برباد ہو جاویگا اور حال یہ کہ اس قسم کے لوگ ہزار ہا ہیں جن سے ایک
ہی راوی ہے اور ثقہ ہیں۔ اُسکی نظیر ایسی ہے جیسے قبیصہ بن ہلب کی حدیث جو اوس نے اپنے باپ سے روایت
کی ہے وضع علی الصدر کی جسکو امام احمد رح نے اخراج کیا ہے اور قبیصہ بن ہلب کا شاگرد فقط سماک بن حرب ہے
نہ اور کوئی اور بعض نے قبیصہ مذکور کو مجہول کہا ہے کما نقلہ الذہبی فی میزان الاعتدال عن علی بن المدینی۔
اور کہا شیخ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں وقال ابن المدینی والنسائی مجہول لم یرو عنہ غیر سماک انتہی کلامہ
مگر چونکہ ابو حاتم وغیرہ نے اُسکو معتبر مانا ہے لہذا یہ جرح اوسکی حدیث کو جارح نہیں ہے اب ابن اکیمہ اور
قبیصہ دونوں کا حال ایک سا ہے[1] اگر ابن اکیمہ کی حدیث آپ مجروح مانتے ہیں تو قبیصہ بن ہلب کی حدیث
وضع الیدین علی الصدر کو بھی مجروح قرار دیں اور اس مسئلہ کے واسطے کوئی اور حدیث تلاش کریں۔
البتہ قبیصہ بن ہلب کی حدیث اور وجہ سے ضعیف ہے[2] جسکی تفصیل میرے رسالہ عیون القرة فی وضع الیدین
تحت السرة میں ہے وجہ تیسری یہ کہ یہ حدیث بجز طریق ابن اکیمہ کے بھی موجود ہے اور اس میں اوسکا متابع

[1] مگر حق یہ ہے کہ ابن اکیمہ کی حدیث اور قبیصہ بن ہلب کی میں بڑا فرق ہے اول یہ کہ ابن اکیمہ موطا کا راوی ہے جو رتبہ اول کی کتاب ہے دوسرا یہ کہ ابن اکیمہ سے دو راوی ہیں زہری اور محمد بن عمرو اور قبیصہ سے فقط سماک بن حرب وجہ تیسری یہ کہ ابن اکیمہ کے واسطے شاہد اور متابع دونوں موجود ہیں وغیر ذلک من الوجوہ [illegible]

[2] اور وہ جو حدیث وائل بن حجر کی وضع الیدین علی الصدر کیواسطے دلیل لاتے ہیں جسکو امام الائمہ ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے اپنی صحیح میں تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جب تک صحیح ابن خزیمہ کی کل رواة اور اسکی سند کو تمام نہ دیکھ لیں تب تک اسکی صحت کا دعوی مسموع نہیں ہو سکتا اور وہ کتاب ان ملکوں میں نایاب ہے اور نیز وہی حدیث وائل رض کی مسلم وغیرہ میں موجود ہے اور اُس میں لفظ علی صدرہ موجود نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید شاذ ہو یا کہ وہم راوی کا ہے۔ [illegible] ابن خزیمہ کی سند [illegible] وائل بن حجر کی حدیث تحت السرة کی سند صحیح ابن ابی شیبہ نے روایت کی [illegible] رسالہ عیون القرة [illegible] آمین

سعید بن مسیب ہے فقد اخرج الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار حدثنا حسین بن نصر قال ثنا الفریابی
عن الاوزاعی قال ثنا الزہری عن سعید عن ابی ہریرۃ نحو ما رواہ ابن اکیمۃ وفیہ قال فاتعظ المسلمون
بذلک فلم یکونوا یقرأ معہ انتہی اب سعید بن مسیب جیسا اجاعی امام ابن اکیمہ کا متابع ہوا لہذا اب تو
مولوی عبدالجبار صاحب مع اتباعہ واشیاعہ خواہ مخواہ اس حدیث کو صحیح مانینگے ورنہ اوس کا کیا تدارک رکھتے
ہیں وجہ چوتھی یہ کہ یہ حدیث بجز ابوہریرہ کے اور صحابی سے بھی مروی ہے جو اوس کا شاہد قوی ہو فقد اخرج
الامام احمد فی مسندہ حدثنا یعقوب ثنا ابن اخی ابن شہاب عن عمہ قال اخبرنی عبدالرحمن بن ہرمز
عن عبداللہ بن بحینۃ وکان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال ہل قرأ احد منکم معی انفا قالوا نعم قال انی اقول مالی انازع القرآن فانتہی الناس عن القراءۃ
معہ حین قال ذلک انتہی مولوی عبدالجبار صاحب جیسے ناواقف اگر دریا کو ایک کوزہ میں بند کیا چاہیں تو
نہیں ہوسکتا کیونکہ وفوق کل ذی علم علیم وعدہ الٰہی ہے پھر تعجب ہے کہ دعویٰ اہل حدیث ہونے کا
کیونکر کرتے ہیں جس حدیث کو ہاتھ ڈالتے ہیں اوسی میں مولوی عبدالجبار صاحب اغبیا کی مانند مالہ وما علیہ
نہیں جانتے نہ اپنے دلائل ہیں اور نہ خصم کے دلائل ہیں اور صفحہ ۲۰ میں مولوی عبدالجبار صاحب فرماتے
ہیں کہ ترمذی اور تلخیص الحبیر میں مذکور ہے کہ لفظ فانتہی الناس عن القراءۃ الخ زہری کا کلام ہے الیسا ہی
خطیب اور امام بخاری اور یعقوب بن سفیان اور ذہلی اور خطابی وغیرہم نے بیان کیا ہے الخ اس مقام پر
مولوی عبدالجبار صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ حدیث منازعت والی میں جملہ فانتہی الناس الخ مدرج ہے کیونکہ
یہ زہری کا کلام ہے قال ابو السائب قلت لابی ہریرۃ انی احیانا اکون وراء الامام قال یا فارسی اقرأ
بہا فی نفسک انتہی الخ یہ خلاصہ مولوی عبدالجبار صاحب کی کلام کا ہے اب مولوی صاحب مذکور کی عدم بصیرت
کا خیال کرو کہ کس قدر ہے اور اُن کی بے علمی کو سوچو کہ کس قدر عدم لیاقتی کو کام فرمایا ہے اب یہ عاجز عرض گذار ہے
کہ دعویٰ ادراج لفظ فانتہی الناس کا سراسر غلط ہے چند وجوہ سے وجہ اول یہ کہ اصل عدم ادراج ہے کیونکہ
قاعدہ اصول حدیث کا ہے کہ جو قطعہ کلام کا حدیث سے متصل ہو وہ اوس میں شمار کیا جاتا ہے مگر بقرینہ قویہ
کہ جو ادراج کا حکم لگاتا ہے دیکھو حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں انکو جابجا نقل کرتے ہیں۔

ان میں سے معاذ بن جبل رضہ کی حدیث ہیں جس سے امام شافعی رحمہ وغیرہ نے استدلال کیا ہی جواز صلوۃ مفترض
کا خلف متنفل کے اور عبارت ابن حجر کی یہ ہی ان الطحاوی[۵۱] ادعی ان قول جابر ہی لہ تطوع ولہ فریضۃ
مدرجۃ فجوابہ ان الاصل عدم الادراج حتی یثبت التفصیل فیما کان مضموما الی الحدیث فہو
منہ لاسیما اذا روی من وجہین والامر ھہنا کذلک فان الشافعی رحمہ اخرجہا من وجہ اٰخر
عن جابر متابعا لعمرو بن دینار عنہ انتہی کلامہ اور ان میں سے باب اکل الثوم میں جس جگہ امام بخاری
نے دعوی کیا ہی کہ قصہ قدر کا مدرج ہی اوس کے جواب میں ابن حجر[۵۲] فرماتے ہیں قال البخاری ان قصۃ
القدر لا ادری ہو من کلام الزہری او فی الحدیث انتہی کلام البخاری وجوابہ ان البیہقی قال
ان الاصل ان ما کان من الحدیث متصلا بہ فہو منہ حتی یجیٔ البیان الواضح بانہ مدرج فیہ
انتہی کلامہ حاصل یہ کہ اصل عدم ادراج ہی اور ممکن ہی کہ راوی نے بھی کہا ہو اور اصل قصہ حدیث میں بھی
واقع ہو وجہ دوسری یہ کہ زہری نے خود اس کا دفعیہ کر دیا ہی کہ یہ لفظ اصل قصہ میں ہی یعنی خود ابو ہریرہ رضہ جو کہ
راوی حدیث کا اور مخبر ہے اوس نے نفس قصہ میں بیان کیا ہی فقد قال ابو داؤد فی سننہ وقال ابن
السرح فی حدیثہ قال معمر قال الزہری قال ابو ہریرۃ فانتہی الناس الخ اور نیز اس سے ثابت ہوا کہ
جس نے یہ دعوی کیا ہی کہ یہ قول معمر کا ہی وہ بدرجہ اولی مدفوع ہوا کیونکہ معمر نے خود زہری سے نقل کر کے
ابو ہریرہ کا قول قرار دیا ہے اور نیز امام مالک وغیرہ کی سند سے یہ قول مروی ہے پس فقط معمر کا قول قرار دینا
نہایت غلط ہوا البتہ یہ ہم مانتے ہیں کہ یہ قول معمر اور زہری اور ابو ہریرہ سب کا قول ہی کیونکہ یہ سب لوگ اوسکے
راوی ہیں لہذا بایں حیثیت سب نے کہا ہے تو سب صحیح ہوا وہو المطلوب اور میں کہتا ہوں کہ شاہد عدل اس کا
وہ ہی کہ یہ لفظ بالمعنی تو عبد اللہ بن بحینہ کی حدیث میں بھی موجود ہی پس ضرور صحیح ہوا واللہ اعلم بالصواب
اور تفصیل اوس کی مع ما لہ وما علیہ میرے رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین میں ہی اور وہ جو
ابو ہریرہ رضہ نے حدیث قسمت وخداج والی سے جسکو موطا اور مسلم وغیرہما نے
مولوی عبد الجبار صاحب نے جواب حدیث

[۵۲] اور وہ حدیث یوں ہی اخرج البخاری [illegible]
[۵۱] امام طحاوی نے دعوی کیا کہ ابر کی حدیث میں قول ہی لہ تطوع ولہم فریضۃ مدرج [illegible] المعول فقال قولوا الی بعض اصحابہ کان مع
عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بقدر فیہ خضرات من بقول فوجد لہا ریحا فسأل فاخبر بما فیہا من البقول فقال قربوہا الی بعض اصحابہ کان معہ
فلما راٰہ کرہ اکلہا فقال کل فانی اناجی من لا تناجی وقال احمد بن صالح عن ابن وہب اتی ببدر قال ابن وہب یعنی طبقا فیہ خضرات ولم یذکر اللیث وابو
صفوان عن یونس قصۃ القدر فلا ادری ہو من قول الزہری او فی الحدیث انتہی کلام البخاری [illegible]

جواب حدیث قسمت وخداج

سے روایت کیا ہی اس حدیث منازعت والی کا معارض قرار دیا ہی وہ سراسر باطل ہی کیونکہ اوس میں مطلق قرأۃ کا بیان ہی نہ کہ قرأۃ مقتدی کا لہذا استدلال کا استدلال حدیث قسمت وخداج سے درست نہیں۔ اور وہ جو مولوی عبدالجبار صاحب نے حدیث منازعت کا جواب یوں دیا ہی کہ ابوہریرہ رض جو کہ اوس کا راوی ہے وہ خود فاتحہ خلف الامام کا قائل ہی تو وہ ان کو مفید نہیں کیونکہ جابر بن عبداللہؓ اور ابوالدرداؓ اور عمران بن حصینؓ وغیرہم حدیث لاصلوٰۃ وغیرہ کو مرفوع روایت کرتے ہیں اور مقتدی کو اوس سے خارج

مانتے ہیں فما ہو جوابکم فہو جوابنا قلت وشیدار کانہ امام الائمۃ الامام ابوجعفر الطحاوی فی شرح معانی الآثار حیث قال ان حدیثی ابی هریرة وعائشة الذین رووهما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوٰۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج لیس فی ذلک دلیل علی انہ اراد بذلک الصلوٰۃ التی تکون وراء الامام فقد یجوز ان یکون عنی بذلک الصلوٰۃ التی لا امام فیہا للمصلی واخرج بذلک الماموم بقولہ من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ فجعل الماموم فی حکم من یقرأ بقراءۃ امامہ فکان الماموم بذلک خارجا من قولہ کل صلوٰۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فصلوتہ خداج وقد رأینا ابا الدرداء قد سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک مثل ہذا فلم یکن عندہ علی الماموم انتہی کلامہ وقد خالف ابوالدرداء ابا ہریرۃ ان ذلک علی الماموم مع الامام انتہی مختصرا اور تفصیل اسکی مع مالہ وما علیہ کے میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہے مولوی عبدالجبار بیچارہ کو تو خبر نہیں ہے کہ اگر زہری جیسے امام کو متکلم فیہ قرار دیا جاوے تو اپنی حدیث رفع الیدین کی جو عبداللہ بن عمر رض کی ہے اور آمین بالجہر کی جو ابوہریرہؓ کی ہے وہ دونو بیکار ہو جاوینگے اگرچہ ہمارے پاس تو ان کا جواب قوی ہے مگر نہ اسوجہ سے کہ زہری جیسا امام اجماعی مجروح لائق خدشہ کے ہے اور تفصیل ان دونو مسئلوں کی میرے رسالوں میں ہے ایک کا نام ترویح العینین بمسئلہ رفع الیدین ہے اور دوسرے کا نام الفوز المبین بالاخفاء بالتامین ہی جو چاہے اُن میں دیکھے یہ دونو رسالے بھی دیکھنے کے قابل ہیں - اشتہار واجب الاظہار ہر خاص اور عام کو واضح ہو کہ جو بحث کہ مابین مفتی نظام الدین صاحب اور مولوی عبدالجبار کے تھی ان دونو صاحبوں نے چونکہ فقط ان چند احادیث مرفوعہ میں ہی گفتگو کی تھی - اس بندہ نے بھی اُسی پر اکتفا کیا ہی ورنہ ابحاث اس مسئلہ

کے لیے ایک مدت دراز چاہیے۔ کیونکہ یہ ایک بحر مواج اور ناپیدا کنار ہے اور نیز اس عاجز نے اُن کو
بدرجہ اتم اپنے رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراۃ للمقتدین میں بالبسط بیان کیا ہے۔ اب باقی بحث جو
کہ ان دونو صاحبوں کے رسالوں میں ہے وہ سب کی سب اپنی چند ادلہ پر مدار رکھتی ہے مثبت فاتحہ
خلف امام کا مدار عبادہ رضہ کی حدیث پر ہے جو کہ قصہ صلوۃ فجر میں وارد ہی وہی مولوی عبد المجبار صاحب
نے اپنی بڑی دلیل گردانی ہے۔ اور مفتی نظام الدین صاحب اپنے مدعا کے لئے ایک تو آیت و
اذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا ابو موسی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی پیش کی ہے اور حدیث
دوسری ابو ہریرہ رضہ کی جو وہ بھی قصۂ صلوۃ فجر میں وارد ہے اور چوتھی حدیث جابر رضہ کی جو ظہر یا کہ
عصر کے قصہ میں وارد ہے پیش کی ہے۔ لہذا میں بھی دونو جانبوں کی انہی حدیثوں پر اکتفا کرتا ہوں
اس کے علاوہ جو کچھ دونو صاحبوں میں بحث ہے۔ یا تو وہی بات ہے جو مکرر سہ کرر مرقوم ہوئی ہے
اور یا کہ آثار صحابہ و تابعین وغیرہم کا ذکر ہے اب اُن کی اس بحث میں چونکہ چنداں فائدہ نہیں ہے
لہذا اس سے بندہ درگذر کرتا ہے۔ مگر ایک بات کا جتانا ضروریات سے ہے اوسکا اظہار کرنا ضرور
مناسب سمجھتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کی بحث اسطرح پر بھی ہو سکتی ہے کہ ایک مسئلہ یہ حل ہو جاوے
کہ قراءۃ کے رکن میں مقتدی کو امام کے ساتھ شراکت ہی یا کہ نہ ہم کہتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت صحیح
رسول اللہ صلعم سے تو اسی قدر معلوم ہوتا ہی کہ قراءۃ قرآن حق امام کا ہی۔ اور اسی قدر اس سے چپ
رہنا حق مقتدی کا ہی ایک کو دوسرے سے شراکت نہیں ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آیت الفاظ
سے نص کے طور پر ثابت ہے۔ کہ قاری اور ہی اور منصت اور ہی اور ظاہر ہی کہ امام کو تو شارع نے قاری
کے نام سے پکارا ہی جابجا اسکا ذکر ہی اذا قال القاری غیر المغضوب علیھم و لا الضالین فلیقل
من خلفہ آمین اور اجماع سے بھی امام کا قاری ہونا مسلم ہے تو اب مقتدی بھی اگر قاری ہو
تو منصت کون ہوا جس کو شارع نے وانصتوا کا حکم کیا ہے اگر آثار شان نزول کی طرف توجہ کی
جاوے تو مسئلہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر نہ کیا جاوے تب بھی آیت نے تقسیم کر دی ہی کہ جب قرآن شریف
پڑھا جاوے تو تم الگ چپ کرو۔ اب اس خاص صورت میں بھی جب امام قاری ہے تو اب چپ کون کرے

ہیں۔ وہ شخص بجز مقتدی کے تیسرا کون ہی بس کہتا ہوں کہ کوئی موجود نہیں اور سُنّت صحیح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ تقسیم ظاہر اور عمدہ طور پر ثابت ہی۔ حدیث ابو موسیٰ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما میں نص کر دی ہی اذا کبر الامام فکبروا واذا قرا فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا اٰمین الحدیث اب ان دونوں حدیثوں میں شارع علیہ السلام نے نص کی ہی کہ قاری اور ہی یعنی امام اور منصت اور ہی یعنی مقتدی اور خاصکر کے حدیث آمین کی جو اس حدیث خاص کا ایک قطعہ ہی جسکو نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہی مستقل طور پر اوس میں یوں وارد ہی اذا قال القاری غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقال من خلفہ اٰمین الحدیث اب دیکھو امام کا نام شارع نے قاری رکھا ہی نہ من خلف کا لہٰذا ان سب احادیث سے ثابت ہوتا ہی کہ منصب قراۃ کا فقط امام کیواسطے ہی نہ واسطے مقتدی کے اور حدیث منازعت والی سے یہ تقسیم یوں ثابت ہی کہ جب شارع نے یوں فرمایا مالی انازع القراٰن الحدیث تو اب منازعت کے معنی کو خیال کرو کہ کیا ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اوس میں بھی شراکت کو دخل ہی قال ابو سلیمان الخطابی ای اداخل فیہ واشارک فیہ واغالب انتہی۔ وقال ابن عبد الملک ای اذا جھرت بالقراءۃ فان قراتم وراءی فکانما تنازعونی ولکن انصتوا انتہی۔ وقال الباجی منازعتھم لہ ان لا یفردوہ بالقراءۃ ولیقرا وامعہ انتہی ذکرہ الزرقانی ہذا بحسب لغت کے معنی حدیث کے یوں ہوئے ای مالی اشارک القراٰن انتہی اب باقی رہی حدیث جابر بن عبد اللہ اور عمران بن حصین رض کی تو اوس میں لفظ مخالجت کا وارد ہی۔ چنانچہ آپ نے یوں فرمایا قد عرفت ان بعضکم خالجنیھا اور چنانچہ یوں فرمایا رایتک تخالجنی القراٰن اور ظاہر ہی کہ مخالجت کے معنی مشارکت کے ہیں کما نص علیہ النووی فی شرح صحیح مسلم تحت حدیث عمران بن حصین لہٰذا اس حدیث نے بھی شرکت فی القراءۃ سے مقتدی کو منع کیا ہی بہر حال یہ امر بخوبی واضح ہو چکا کہ مقتدی کو امام کے ساتھ قراءۃ کے رکن میں شراکت نہیں بلکہ قراۃ حق امام کا ہی اور اُسی قدر انصات حق مقتدی کا ہی وہو المطلوب اور نیز شارع نے قاری کا اطلاق بجز امام کے مقتدی پر کسی جگہ نہیں کیا فثبت المدعی البتہ مخالف شخص بہت سا زور لگاوے تو حدیث عبادہ رض وغیرہ سے تخصیص سورۂ فاتحہ کی نکالکر مطلب برآری کریگا اور اسکی حقیقت اگر چاہی تو ہرگز نہ کر سکیگا ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا اور یہ سب کے سب ابحاث میرے رسالہ

الدليل المبين على ترك القراءة للمقتدين میں ہیں - اور نیز واضح ہو کہ اکثر ابنائے زمان غیر مقلد یہ دعوی کرتے ہیں
کہ بعض محدثین نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حسن کہا ہے اور ضعف کا حکم کسی نے نہیں لگایا
لہذا اوس میں جرح کرنی اگرچہ بادی الرای میں درست ہے مگر تب بھی کوئی امام تو اوس میں جرح کرتا اور ظاہر ہے کہ
صحت ضعف کا مدار محدثین کے علم پر ہے کہ نہ اور کی رای پر تو جواب اُس کا دو طور پر ہے اول یہ کہ جب حدیث عبادہ
کی فی الواقع تدلیس[1] مدلسین اور ستارت[2] مستورین اور انقطاع منقطعین[3] اور نکارت منکرین[4] سے چہرہ
ہے اور کسی طرح سے کوئی طریق اوسکا جرح سے خالی نہیں تو پھر دعوی صحت اور حسن کا اوسمیں بجز لاف زنی
اور طرف داری کے اور کچھ نہیں جواب دوسرا اوسکا یہ ہے کہ بعض ائمہ نے اُسکو ضعیف بھی کہا ہے قال ابن عبد البر
فی التمہید اما محمد بن اسحاق وزیادتہ علی الزہری فانہا غیر مقبولۃ لانہ ممن لا یحتج بحدیثہ
عند جماعۃ اہل العلم بالحدیث منہم احمد بن حنبل ویحیی بن معین ویحیی بن سعید القطان
وکان علی بن المدینی وشعبۃ وابن عیینۃ یحتجون بحدیثہ جملۃ واما ہذا الحدیث فقد خولف فیہ
محمد بن اسحاق فرواہ الاوزاعی عن مکحول عن رجاء بن حیوۃ عن عبد اللہ بن عمرو قال صلینا مع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث ورواہ زید بن واقد عن مکحول عن نافع بن محمود
عن عبادۃ ونافع ہذا مجہول ومثل ہذا الاضطراب لا یثبت بہ عند اہل العلم بالحدیث شیء
ولیس فی ہذا الباب ما لا مطعن فیہ من جہۃ الاسناد غیر حدیث الزہری عن محمود بن الربیع
عن عبادۃ وہو محتمل للتاویل انتہی کلام ابن عبد البر خلاصہ کلام کا جو کہ ابن عبد البر نے کہا ہے یہ ہے
کہ عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جسکو زہری نے عن محمود بن الربیع عن عبادۃ مرفوعا روایت کیا ہے یعنی لا صلوۃ لمن
لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب چنانچہ صحیح بخاری ومسلم وغیرہما میں موجود ہے وہ صحیح ہے اور جسمیں قصہ صلوۃ

[1] چنانچہ مکحول اور محمد بن اسحاق کا طریق ۱۲ منہ عفی عنہ

[2] چنانچہ نافع بن محمود کا طریق ۱۲ منہ عفی عنہ ۱۲ ۱۳۱۲

[3] چنانچہ سند مکحول عن عبادۃ ۱۲ منہ عفی عنہ

[4] چنانچہ مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ ۱۲ منہ عفی عنہ

بجز بعض سوال جواب کے وارد ہی اور جملہ استثنائیہ اسکے اخیر میں ہی - وہ صحیح نہیں ہی بلکہ مضطرب اور ضعیف ہی
اور کہا امام زیلعی شارح کنز نے کہ امام احمد رح نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہی میں کہتا ہوں کہ تفصیل ان
ابحاث کی میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہی - اور واضح ہو کہ مولوی عبد الجبار صاحب کی تائید میں ایک
حضرت نے تبصرہ کے اخیر میں ایک چالاکی دکھائی ہی - اور اُن کا نام نامی مولوی محمد سعید بنارسی ہی
اور وہ چالاکی اُن کی یہ ہی - کہ جسطرح عبادہ رض کی حدیث میں مکحول مدلس ہی اوسی طرح جابر کی حدیث
جو کہ مسند امام احمد بن منیع میں بایں سند ہی - اخبرنا اسحاق الازرق حدثنا سفیان و شریک عن
موسی بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من کان لہ امام فقراءة الامام لہ قراءة انتھی تو اوسکی سند میں بھی سفیان ثوری مدلس ہی لہذا دونوں
کی حدیث برابر ہوی انتہی ما تفوہ بہ البنارسی مختصرا ملخصا ....

....

سو اسکے جواب میں گذارش ہی کہ جناب من سفیان ثوری اور مکحول دونوں کی تدلیس میں بون بعید ہی کیونکہ سفیان
کی تدلیس تو مرتفع ہی بایں طور کہ متابع اوسکا امام الائمة ابو حنیفہ اور شریک اور حسن بن عمارة تینوں
قوی سند سے ہیں آپ بھی مکحول کا متابع قوی عن محمود بن الربیع عن عبادہ کہنے میں ہمکو بتادیں اور نیز
سفیان ثوری صاحب[1] ثقہ ذو وقوف ہی اور اُس کے حق میں ثقہ حافظ امیر المؤمنین و نحوہا من الاوصاف محدثین
نے کہا ہی اور صاحب نقد و ذوق کی تدلیس مضر نہیں بلکہ فرض کرو کہ سفیان اگر کسی ضعیف یا کہ کذاب سے بھی
روایت کرے تب بھی ہمارے مخالف کے نزدیک چنداں حارج نہیں کیونکہ سفیان کا قول ہی اتقوا الکلبی فقیل
لہ انک تروی عنہ قال انا اعرف صدقہ من کذبہ انتہی کذا نقلہ الفاضل اللکھنوی فی امام الکلام
عن ابن سید الناس اور جو مولوی محمد سعید صاحب بنارسی نے شریک میں جرح کی ہی کہ وہ
کثیر الغلط ہی اوسکا بیان سابق میں گذر چکا کہ اسحاق ازرق جو اُس سے روایت کرے وہ سالم ہوتا ہی
غلط سے جیسا کہ تذکرة الحفاظ ذہبی سے گذر چکا اگر شریک کی حدیث غلط ہو تو اور ہوگی نہ کہ جو اسحاق ازرق

---

[1] نص علیہ الذہبی فی میزان الاعتدال ۱۲ منہ عفی عنہ

کرے اور ابو الزبیر مکی کے طریق میں جو جرح کی ہے وہ بھی خام ہے کیونکہ ابو الزبیر مکی سب صحاح کا راوی ہے اوسکی
حق میں ثقہ حافظ کا اطلاق کیا ہے۔ اور جابر جعفی اوسمیں منفرد نہیں بلکہ اوسکے ساتھ لیث بن ابی سلیم بھی ہے
قلت وتفصیلہ فی رسالتنا الدلیل المبین بحث دوسری اس مسئلہ کی یوں ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں
کہ قصہ صلوۃ فجر کا مع سوال و جواب کے فقط ایک بار ہوا ہے مگر ابو ہریرہ رض اور عبد اللہ بن بحینہ رض نے یوں روایت
کیا ہے کہ جب آپ نے بعد سوال و جواب کے یوں فرمایا مالی انازع القرآن تو اوسکے بعد دونوں صحابیوں نے
بیان کیا کہ صحابہ رض نے تب ہی سے آپ کے پیچھے قراءۃ کو ترک کیا اور عبادۃ رض وغیرہ نے یوں روایت کیا ہے
کہ آپ نے بعد سوال جواب کے فرمایا لا تفعلوا الا بام القرآن لہذا اب دیکھنا چاہیے کہ ابو ہریرہ رض وغیرہ
نے جو روایت کیا ہے وہ صحیح ہے یا کہ عبادہ رض وغیرہ نے جو روایت کیا ہے وہ صحیح ہے اب ہم کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ
وغیرہ کی روایت اور حدیث کے راوی سب اجماعی ثقہ ہیں اور سند اوسکی متصل ہے اور کچھ شذوذ و نکارت
اور تدلیس اوس میں ہرگز نہیں ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابو ہریرہ رض سے دو شخص راوی ہیں۔
ایک ابن اکیمہ اور دوسرا سعید بن مسیب اور ان دونوں سے زہری نے روایت کی ہے اور زہری سے
چند ائمہ ثقات نے روایت کی ہے۔ جیسا کہ امام مالک اور ابن عیینۃ او معمر بن راشد اور امام اوزاعی
وغیرہم اور ان کی جلالت اور توثیق سبکو معلوم ہے کہ کوئی ان میں سے مجروح نہیں اور وہ جو ابن اکیمہ
میں جہالت کا اعتراض تھا۔ وہ ہم نے دفع کر دیا علاوہ یہ کہ یہ حدیث اور یہ راوی ابن اکیمہ دونوں موطا امام
مالک کے ہیں۔ اور اہل حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس راوی سے امام مالک اپنے موطا میں روایت کرے اوسمیں
بحث جرح کی نہیں ہو سکتی دیکھو بیع الرطب بالتمر کے باب میں جب امام اعظم رح نے اوس حدیث پر یوں
اعتراض کیا کہ اوس کا راوی زید بن عیاش مجہول ہے[له] ۔ تو اوسکا جواب مخالفوں نے نہی دیا ہے جو ہم
نے کہا ہے اور عبارت اُن کی یہ ہے قد اعل ابو حنیفۃ هذا الحدیث من اجل زید بن عیاش وقال مدارہ
علی زید بن عیاش وهو مجهول وكذا قال ابن حزم وتعقبوهما بان الحديث صحيح وزيد ليس

[له] اس سے ثابت ہوا کہ وہ جو کتب اصول حنفیہ میں مسئلہ مروج ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک راوی مجہول کی حدیث مقبول ہے
وہ منظور فیہ ہے سید مرتضی صاحب عقود الجواہر المنیفۃ فی ادلۃ الاحکام لمذہب ابی حنیفۃ نے اسکو رد کیا ہے کہ یہ قول امام کا نہیں ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

بمجهول قال الزرقانی تابعی صدوق کنیتہ ابو عیاش واسم ابیہ ۔ عیاش المدنی نقل عن مالك انہ مولے سعد بن ابی وقاص رض وقیل انہ مولے بنی مخزوم وقال ابن حجر بعد کلام طویل ذکرہ ابن حبان فی الثقات وصحح الترمذی حدیثہ المذکور وابن خزیمۃ وابن حبان وقال الدارقطنی ثقۃ وقال الحاکم فی المستدرك هذا حدیث صحیح لاجماع ائمۃ النقل علی امامۃ مالك وانہ محکم فی کل ما یرویہ اذ لم یوجد فی روایتہ الا الصحیح[۵۱] خصوصا فی روایۃ اهل المدینۃ و الشیخان لم یخرجاہ لما خشیا من جهالۃ زید انتهی وقال صاحب التنقیح لیس به باس و مشائخنا ذکروا عن ابی حنیفۃ انہ مجهول ورد طعنہ بانہ ثقۃ وروی عنہ مالك فی الموطا وهو لا یروی عن مجهول وقال المنذری کیف یکون مجهولا وقد روی عنہ ثقتان[۵۲] عبد اللہ بن یزید ومروان بن ابی انیس وهما مما احتج بهما مسلم فی صحیحہ و قد عرفہ ائمۃ هذا الشان واخرج حدیثہ مالك مع شدۃ تحریہ فی الرجال وقال ابن الجوزی فی التحقیق قال ابو حنیفۃ انہ مجهول فان کان هو لم یعرفہ[۵۳] فقد عرفہ ائمۃ النقل انتهی وفی تلخیص الحبیر قد اعل هذا الحدیث جماعۃ منهم الطحاوی والطبری وابن حزم وعبد الحق بجهالۃ زید بن عیاش والجواب عنہ ان الدارقطنی قال انہ ثقۃ ثبت وقال المنذری روی عنہ اثنان ثقتان وقد اعتمدہ مالك مع شدۃ تحریہ[۵۴] وصحح الترمذی والحاکم وقال لا اعلم احدا طعن فیہ انتهی وبالجملۃ فالجهالۃ عن زید مرتفعۃ جهالۃ العین وجهالۃ الوصف بتصریح ائمتنا النقل انتهی هذا کلہ نقلہ الفاضل اللکهنوی فی حاشیۃ الموطا اگرچہ اس عاجز کے پاس اور اسباب بهی بہت ہیں مگر اس جگہ پر اسی پر اکتفا کیا گیا ہے اب دیکهو اهل حدیث کی بحث ابن اکیمہ میں ویسی ہے جیسے زید بن عیاش میں بلکہ ابن اکیمہ بہ نسبت زید بن عیاش کی چند وجوہات کی رو سے اچها ہے کما لا یخفی علی ماہر الفن اب مولوی عبد الجبار صاحب بهی ابن اکیمہ

[۵۱] بناء علیہ حدیث متنازعت کی بهی صحیح ہوئی ۱۲ منہ عفی عنہ [۵۲] اسی طرح ابن اکیمہ سے بهی دو راوی ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ [۵۳] اسی ۱۲ منہ عفی عنہ

[۵۴] گو حافظ ابوبکر حازمی وغیرہ نے ابن اکیمہ کو نہیں جانا ہے تو اور ائمہ نقل نے اسکو جانا ہے اور ثقہ بهی کہا ہے کما مر ۱۲ منہ عفی عنہ [۵۵] اسیطرح ابن اکیمہ سے دو نوع کی جہالت مرتفع ہے

پر حسن ظن رکھکر شاید اس حدیث کو صحیح مانینگے۔ اور عبداللہ بن بحینہ کی حدیث کا مدار زہری پر ہی اوس نے عبدالرحمن
بن ہرمز اعرج سے اوس نے عبداللہ بن بحینہ سے روایت کی ہی اور سب راوی اوس کے صحاح ستہ کے
ہیں کوئی اون میں سے مجروح نہیں ہی ۔ اور نیز اتصال سند بھی ہی ۔ لہذا قصہ صلوۃ فجر کا ابوہریرہ رض اور
عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سے تو بدرجہ اتم صحت کو پہنچا و الحمد اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا اور
یہی قصہ صلوۃ فجر کا عبادہ رض وغیرہ کی سند سے بھی مروی ہی مگر کسی طور سے صحیح نہیں کیونکہ محمد بن اسحاق نے
مکحول سے روایت کی ہی اور مکحول کی تدلیس محمود بن ربیع سے مدفوع نہیں ہوئی اور ابن اسحاق منفرد ہی
ساتھ ذکر محمود بن الربیع عن عبادہ کے اور زید بن واقد شاگرد مکحول کا مع محمد بن اسحاق کے مکحول کا شیخ نافع
بن محمود قرار دیتے ہیں اور وہ مجہول یا کہ مستور ہی اور محمد بن ولید زبیدی نے مکحول کا شیخ کوئی بیان نہیں کیا
ہی چنانچہ دارقطنی وغیرہ کے نزدیک ہی اور اسی طرح عبدالرحمن بن یزید بن جابر اور سعید بن عبدالعزیز اور
عبداللہ بن العلاء نے بھی مکحول کا شیخ کوئی بیان نہیں کیا ۔ بلکہ ان چاروں نے مکحول عن عبادہ بیان کیا
ہی لہذا ان چار کی سند سے منقطع ہوئی کیونکہ مکحول کو عبادہ رض سے روایت اور سماعت نہیں اور حرام بن حکیم
جو کہ مکحول کا معاصر ہی اوس نے بھی یہ حدیث نافع بن محمود عن عبادہ روایت کی ہی جو مستور اور مجہول ہی
غرض کہ کوئی طریق حدیث عبادہ رض کا خالی جہالت اور انقطاع اور شذوذ سے نہیں ہی اور تفصیل اس کی
میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہی لہذا ثابت ہوا کہ قصہ صلوۃ فجر کا ابوہریرہ اور عبداللہ بن بحینہ کی روائت سے
صحیح ہی اور عبادہ رض وغیرہ کی روائت سے ضعیف ہی و ہو المطلوب اور صفحہ ۱۰۱ میں جو مولوی عبدالجبار
صاحب نے حاکم کی حدیث بالاسناد نقل کی ہی اولا اوسکی اسناد کو دیکھو اوسکے بعد مولوی عبدالجبار
صاحب کی جہالت یا کہ جعل سازی کو خیال کرو سند اوسکی یوں ہی اخبرنا ابو محمد عبدالرحمن بن احمد الخلال ثنا اسحاق [۱]
بن احمد بن مہران الخبز از ثنا اسحاق بن سلیمان الرازی ثنا معاویہ بن یحیی عن اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ
عن عبداللہ بن عمرو بن الحارث عن محمود بن الربیع قال قام الی جنبی عبادۃ بن الصامت رض فقرأ مع
الامام وہو یقرأ فلما انصرف قلت ابا الولید تقرأ وتسمع وہو یجہر بالقراءۃ قال نعم قرأنا مع

[۱] اور حاکم کی سند سے اسکو دارقطنی نے بھی روائت کیا ہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فغلط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم جہر فقال النبی حین انصرف ہل قرأ معی احد قلنا نعم قال قد عجبت
أنت من ہذا الذی ینازعنی القرآن اذا قرأ الامام فلا تقرأوا الا بام القرآن فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأہا
انتھے اس کے بعد مولوی عبد الجبار صاحب فرماتے ہیں اس حدیث کے سب راوی ثقہ وعادل اور قابل اسناد
ہیں اگر توثیق وتعدیل بیان کی جاوے تو کلام طول ہو جاوی انتھے اور جہالت اور جعل سازی مولوی عبد الجبار
صاحب کی یوں ہی کہ باوجود ضعیف ہونے حدیث کے حکم صحت کا لگا دیا۔ یعنی سب روات کو ثقہ قرار دیا۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔۔۔ حالانکہ یہ سند ظلمات بعضہا فوق بعض کے قبیل سی ہی۔ اول اسلیے کہ اسحاق بن ابی فروۃ
اور معاویہ بن یحیی اور اسحاق بن سلیمان رازی ضعیف ہیں۔ قال الدارقطنی بعد اخراجہ ہذا الحدیث معاویۃ
بن یحیی واسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ ضعیفان انتھے وقال ابن الجوزی اسحاق متروک انتھے
اور کہا ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابراہیم بن محمد کے باب میں قال البرقانی سمعت الدارقطنی یقول غیرہ
انتھے اور تفصیل اسکی میرے رسالہ الدلیل المبین میں ہی دوسرا یہ کہ ابو داؤد وغیرہ نے مکحول کی سند سے بیان
کیا ہی۔ کہ اس قصہ کا قائل نافع بن محمود ہی۔ کہ محمود بن الربیع اور نافع مجہول ہی وقد مر حالہ اور تیسری
یہ ہی کہ مخالف کیواسطے کوئی آیت ثبوت فاتحہ خلف الامام کے حق میں وارد نہیں ہوئی بایں طور کہ جس
طرح اوسکا دعوی ہی یعنی فاتحہ خلف الامام سریہ اور جہریہ دونوں میں مقتدی پر فرض یا واجب ہی
اور ضم سورہ کا منع ہی جیسا کہ اونکا تمسک پکڑنا ساتھ حدیث عبادہ رض کے اسپر شاہد عدل ہی۔ اب
ہو بہو یہی دعوی اپنا کسی آیت سے ثابت کریں کہ فلاں آیت اس باب میں نازل ہوئی ہی۔ وانی
تیسر لہ ذلک بلکہ حق یہی کہ کتاب اللہ سی تو ان کا یہ مذہب بے علاقہ ہی ورنہ اُس کا نشان دیں۔ اگر
کوئی اعتراض کرے کہ خصوص فاتحہ کے منع میں حنفیوں کے پاس کون سی دلیل ہی بلکہ وہ بھی تو عموم
آیت اور احادیث سے کام لیتے ہیں۔ تو جواب اوسکا یہ ہی کہ یہ اعتراض ہم پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم
لوگ خصوص فاتحہ کے منع کے کب قائل ہیں۔ ہمارے نزدیک تو فاتحہ اور غیر فاتحہ دونوں یکساں ہیں
جو شخص خصوص فاتحہ کے منع کا قائل ہی اوس سی یہ بحث کریں واللہ اعلم بالصواب اور واضح اور
لائح ہو کہ مولوی عبد الجبار صاحب نے حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب وغیرہا من

الفاظ جس کو بخاری اور مسلم وغیرہما نے زہری سے اوس نے محمود بن الربیع سے اوس نے عبادہ
بن صامت رض سے روایت کیا ہی بڑے زور شور سے اوسکو اپنا ماخذ قرار دیکر دعوی ثابت کیا ہی اور
مطلق قراءۃ کے ادلہ سے کام لینا چاہا۔ مگر اہل علم خوب جانتے ہیں کہ یہ محض اون کی ہوس ہی کیونکہ
ان ادلہ سے اونکا مطلب ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا چند وجوہ سے وجہ اول یہ کہ جانبین کی بحث نفس قراءۃ
فاتحہ میں نہیں ہی بلکہ فاتحہ خلف الامام میں ہی کہ مقتدی کے لیئے شارع نے کیا حکم لگایا ہی یعنی اوسکو
امام کے ساتھ اس وظیفہ میں شراکت ہی یا کہ نہ اور وہ ان احادیث میں مطلقًا مذکور نہیں وجہ دوسری
یہ کہ اگر اس حدیث سے وجوب فاتحہ خلف الامام ثابت ہو تو ضم سورۃ کا بھی مقتدی پر واجب ہو کیونکہ اسی خاص
حدیث میں جس سے مستدل نے استدلال کیا ہی اوسکا حکم بھی آپ نے فرما دیا ہی فقد اخرج مسلم فی صحیحہ
من طریق معمر بن راشد عن الزہری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ مرفوعًا لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ
الکتاب فصاعدا انتھی واخرج النسائی فی سننہ وغیرہ فی غیرہ نحوہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ زیادتی
فقط معمر بن راشد نے کی ہی اور باقی شاگرد زہری کے اسکو نہیں ذکر کرتے پس شاذ ہوئی اور خود امام بخاری ح
نے اس کو شذوذ کا حکم لگایا ہی جزء القراءۃ کو دیکھو تو جواب اوسکا چند وجہ پر ہی۔ وجہ اول یہ کہ معمر بن
راشد ثقہ ہی اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہی جبکہ کسی ثقہ بڑے کو مخالف نہ ہو اور وہ یہاں پر کسی کا مخالف نہیں
وجہ دوسری یہ کہ معمر بن راشد کی یہ زیادتی چونکہ صحیح مسلم میں ہی اور وہ کتب مرتبہ اول سے ہی لہذا خواہ مخواہ
مقبول ہی وجہ تیسری یہ کہ معمر بن راشد اس زیادتی میں منفرد نہیں ہی بلکہ اوسکے ساتھ سفیان بن
عیینہ بھی ہی ابو داؤد کی حدیث میں اور نیز عبد الرحمن بن اسحاق مدنی بھی اون کے ساتھ ہی چنانچہ
جزء القراءۃ امام بخاری میں ہی۔ لہذا یہ زیادتی ہر طرح مقبول ہے وجہ چوتھی یہ کہ اس حدیث
میں محمود بن ربیع کا شاہد بھی موجود ہی۔ اور وہ ربیعہ بن یزید ہی۔ جو کہ اجماعی ثقہ اور سب
صحاح کا راوی ہی۔ روایت کیا حدیث اوس کی کو طبرانی نے کما نقلہ الزیلعی فی تخریج احادیث
الہدایۃ اور نیز یہ حدیث بجز عبادہ بن صامت رض کے اس زیادتی کے ساتھ اور صحابہ رض
سے بھی مروی ہی۔ فقد شید ارکانہ الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الہدایۃ حیث قال رح

سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا صلوة الا بفاتحة الکتاب وآیتین
من القرآن اخرجه الطبرانی واخرج ابن عدی من حدیث عمران بن حصین رض مثله لکنه قال لا
یجزی وتزاد وآیتین فصاعدا وعن ابن عمر رض لا تجزئ صلوة لا یقرأ فیها بفاتحة الکتاب وشی
معها اخرجه ابو نعیم فی ترجمة ابراهیم بن یعقوب من تاریخ اصبهان وعن ابی هریرة ان لم تزد
علی ام القرآن اجزأت وان زدت فهو خیر اخرجه البخاری وهو موقوف انتهی کلام الحافظ وقال
شیخ الاسلام العینی فی شرح الهدایة نحوه قلت وقد اخرج ابوداود وغیره عن ابی هریرة
قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم اخرج فناد فی المدینة ان لا صلوة الا بفاتحة الکتاب
فما زاد انتهی واخرج عن ابی سعید الخدری وغیره نحوه حاصل یہ کہ یہ زیادتی حدیث عبادہ رض میں صحیح
طور پر ساتھ متابعات اور شواہد کے مروی ہے زیادہ اس سے لکھنے کی حاجت نہیں۔ وجہ پانچویں یہ کہ جب
صحابہ رضی اللہ عنہم جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں اور اسی طرح اور ائمہ ان کے علاوہ انہوں نے نص
کردی ہے کہ یہ حدیث اور مانند اس کے منفرد کیواسطے ہے اور مقتدی اس سے خارج ہے تو اب خواہ مخواہ یہ احادیث
مقتدی بحث سے خارج ہیں فقد اخرج النسائی والطحاوی وغیرهما باسناد صحیح عن کثیر بن مرة الحضرمی
عن ابی الدرداء سمعته یقول سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم أفی کل صلوة قراءة قال نعم فقال
رجل من الانصار وجبت هذه فالتفت الی وکنت اقرب القوم فقال ما اری الامام اذا ام القوم
الا قد کفاهم انتهی ثم قال الامام ابو جعفر الطحاوی فهذا ابوالدرداء قد سمع من النبی صلی الله
علیه وسلم فی کل صلوة قراءة فقال رجل من الانصار وجبت فلم ینکر ذلک رسول الله صلی الله
علیه وسلم من قول الانصاری ثم قال ابوالدرداء بعد من رأیه ما قال وکان ذلک عنده علی
من یصلی وحده وعلی الامام لا علی المأموم انتهی اب دیکھو کہ ابوالدرداء رض نے حدیث مرفوع عام روایت
کرکے اوس سے مقتدی کو خارج کیا ہے واخرج البخاری فی جزء القراءة باسناد صحیح عن عمران بن حصین انه
قال لا تزکو صلوة مسلم الا برکوع وسجود وراء الامام وان کان وحده بفاتحة الکتاب وآیتین
وثلاث انتهی اب دیکھو کہ عمران بن حصین رض حدیث لا صلوة کا راوی ہے اور خود اوس نے حدیث قصہ صلوة

ستر یہ کی روایت کی ہو جس میں فنہاھم عن القراءۃ خلف الامام مرفوع روایت کی ہو اور فتوی اون
یہ ہو جو ہم نے ذکر کیا ہو جس سے مقتدی کو حدیث لاصلوۃ سے خارج مانا ہو واخرج الامام مالک
المؤطا عن نافع عن ابن عمر قال اذا صلی احد کم خلف الامام فحسبہ قراءۃ الامام واذا صلی
وحدہ فلیقرأ وکان ابن عمر لا یقرأ خلف الامام انتہی قلت وتفصیل اثارہ وحدیثہ فی رسالۃ
الدلیل المبین اب دیکھو کہ خود عبد اللہ بن عمر رض حدیث لاصلوۃ الخ مرفوع روایت کرتے ہیں اور
اوس سے مقتدی کو خارج مانا ہی اور نیز حدیث من کان لہ امام الخ کو بھی روایت کیا ہی واخرج مالک
فی المؤطا والترمذی فی جامعہ والطحاوی وغیرھم واللفظ للمؤطا حدثنا وھب بن کیسان عن
جابر رض انہ قال من صلی رکعۃ ولم یقرأ بام القراٰن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام انتہی و
تفصیل اثارہ مطولا بما لا مزید علیہ فی رسالتنا الدلیل المبین اب دیکھو کہ جابر بن عبد اللہ انصاری
خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث لاصلوۃ الخ روایت کرتا ہی اور خود اوس سے مقتدی
کو خارج جانتا ہی اور حال یہ کہ حدیث منع قراءۃ خلف الامام ستر یہ میں روایت کی ہو جو گذر چکی بلکہ
صحابی نے تو بہ نسبت اور صحابہ کی عمدہ تفصیل کی ہو فقد شید ارکانہ الحافظ ابو عیسی الترمذی فی جامعہ
حیث قال قال الامام احمد بن حنبل معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ الا بفاتحۃ
الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ من صلی رکعۃ ولم یقرأ فیہا بام القرآن
فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد فھذا جابر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قد تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ انتہی اور کہا
ابو داؤد رح نے بعد نقل کرنے حدیث عبادہ رض یعنی لاصلوۃ الخ قال سفیان بن عیینۃ حدیث لاصلوۃ
الا بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ انتہی حاصل بحث ہماری کا یہ ہی کہ حدیث لاصلوۃ الخ میں قید
فصاعدا وغیرہ کی صحیح ہے اور اوس کا مئول ہونا صحابہ وغیرہم سے کہ یہ حدیث امام اور منفرد کے حق میں
وہ بھی صحیح ہوا تو یہ حدیث مثبت فاتحہ خلف امام کی دلیل ہرگز نہ بن سکی تو مولوی عبد الجبار صاحب
مع اپنے انصار کے بے دلیل اور بے بہرہ از سنت رہے وھو المطلوب اور وہ جو مولوی عبد الجبار

ے صفحہ ۸۵ میں بڑے زور سے بیان کیا ہے کہ حدیث مذکور کے معنی وہ ہیں جو کہ امام بخاری وغیرہ نے بیان فرمائے
ہیں کہ اس حدیث کی مثال یوں ہے کہ جس طرح حدیث میں وارد ہے لا تقطع الایدی الا فی ربع دینار فصاعدا
ہے جسطرح ربع دینار میں قطع ید سارق کا ہے اور زیادہ میں بدرجہ اولی ہے انتہی خلاصۃ کلام البخاری اسی
طرح فساد صلوۃ در صورت عدم قراءۃ نفس فاتحہ کے تو ضرور ہے گو کہ در صورت عدم قراءۃ غیر فاتحہ بھی ہو
تو کیا حرج ہے بہر حال فاتحہ کا پڑھنا تو ضرور ثابت ہوا انتہی خلاصۃ کلام البخاری ومن اتبعہ اسمیں مولوی
عبد الجبار صاحب نے قیاس مع الفارق سے کام لیا ہے اور جہالت کی رو سے بے محاورہ معنی کر کے خود ملزم
ہوئے کیونکہ ربع دینار کم سے کم حد واسطے قطع ید کے ہے اور زیادہ میں بدرجہ اولی قطع ید سارق ضرور ہے اور ان
دونوں میں کچھ منافات نہیں بخلاف اس حدیث کے جسکی بحث میں ہم ہیں کیونکہ اسمیں منافات ضرور موجود ہے
اور وہ یہ کہ فاتحہ کا وجوب اور ضم سورہ کی حرمت دونوں میں بون بعید ہے اسواسطے کہ خود مولوی عبد الجبار اور ان
کے ہم مشرب لوگ ضم سورہ کو کب واجب جانتے ہیں بلکہ اوسکی حرمت کے قائل ہیں چنانچہ اونکا استدلال کرنا حدیث لا
تفعلوا الا بام القرآن اور یا کہ لا یقرأن احد کم اذا جہرت الا بام القرآن جسکو عبادہ وغیرہ سے قصہ
صلوۃ فجر میں بیان کرتے ہیں اوسمیں صریح ضم سورہ سے نہی وارد ہے بلکہ نون ثقیلہ کے ساتھ اسکو موکد
کر کے حرمت قطعی کا فائدہ دیا ہے لہذا یہ وجہ گذارش اور امام بخاری وغیرہم کی توجیہ مولوی عبد الجبار اور اُن کے
سلف خلف کو کچھ مفید نہیں اور وہ جو مولوی عبد الجبار صاحب نے اخیر صفحہ ۸۵ میں تا نصف صفحہ
۸۹ یہ دعوی کیا ہے کہ حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام القرآن فصاعدا میں نفی صلوۃ کی جو کہ لفظ لا سے ظاہر
ہے وہ نفی مجموع من حیث المجموع فاتحہ اور ما معہ اوسکے عدد کے لحاظ سے ہے نہ ہر ہر واحد کے لحاظ سے الخ اس میں
مولوی عبد الجبار صاحب نے اپنی جان کا بچاؤ کیا ہے چونکہ اون کی دلیل کسی طور درست نہ ہو سکی اسواسطے
کہ جس حدیث میں خلف امام کا ذکر تھا وہ صحیح نہ ہوئی اور جو صحیح تھی وہ اون کے مدعا کے مخالف ہے
لہذا اب یوں حیلہ نکالا کہ حدیث مذکور میں نفی کا متوجہ ہونا فقط ترک فاتحہ کی حالت میں ہے
اور لفظ فصاعدا کو شارع نے بالتبع اور بالعرض ذکر کیا ہے چنانچہ آیت یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان

سے مولوی صاحب کی یہ غرض ہے کہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا کی توجیہ بن سکتی ہے اور اس کا جواب آگے آتا ہے منہ عفی عنہ

ہیں علاوہ چنانچہ یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم ہیں اور جیسا کہ آیت فلما بلغا مجمع بینہما نسیا حوتہما ونحو ذلک من الشواھد ہیں ان مواضع وغیرہا میں حکم مذکو ہر ہر واحد کے ساتھ علاقہ نہیں رکھتا اسی طرح حدیث مذکور میں چونکہ مجموع من حیث المجموع کی بہ نسبت حکم ہی پس ایک فرد میں ثابت ہونے سے مفاد حدیث کا پورا ہو چکا لہذا النفی مذکور کو جو لا صلوۃ میں ہی فصاعدا کے ساتھ علاقہ نہ ہا انتہی خلاصہ

کلام المولوی عبد الجبار۔ اب دیکھو کہ مولوی عبد الجبار صاحب کو تو مرض ذہول اور جہالت نے لاچار کر دیا ہی اونکو یہ بھی معلوم نہیں کہ جو اپنے منہ سی .... سخن نکال رہی ہیں مفید پڑیگا یا نہ ہم نے مانا کہ کبھی ایسا ہوتا ہی مگر اس جگہ پر تو ہر ہر واحد کی بہ نسبت لا النفی کا یہ حکم ماننا پڑیگا کیونکہ اسی خاص حدیث میں اسی خاص لفظ سی اسی حیثیت سی مولوی عبد الجبار اور اون کے سلف خلف منفرد اور امام کے حق میں صحیح مانتی ہیں[۵] کہ اُن دونوں پر مثل فاتحہ کی ضم سورہ بھی واجب ہی لہذا مقتدی پر بھی وجوب ضم سورہ ماننا پڑیگا اور وہ اون کے مشرب کو مضر ہی لہذا یہ حدیث امام اور منفرد پر محمول ہی کما قال ابن عیینۃ والامام احمد وجابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اب مولوی عبد الجبار صاحب کو اس حدیث اور اسکی ہم شکل سی دست بردار ہونا ضرور ہی۔ اگر اون کو قصہ صلوۃ فجر کی حدیث جو اون کے مشرب کو مفید ہی اوس کی صحت میسر ہو سکے تو بہتر ورنہ چونکہ وہ بھی فی نفسہ ضعیف اور بیکار ہی اوس سے بھی دست بردار ہو کر فارغ خطی لیکر ادلہ منع قراءۃ کو صحیح اور معتبر علی الراس والعین مانکر مذہب حنفی کو صحیح مانیں واللہ اعلم بالصواب وھو یہدی من یشاء الی صراط مستقیم اللہم اہدہم الی صراطک القدیم آمین آمین آمین اور علی سبیل التنزل یوں تو خود مولوی عبد الجبار صاحب نے تسلیم کیا ہی کہ یہ نفی صلوۃ کی ترک فاتحہ پر بسبب اوسکے وجوب کے ہی اور ترک ضم سورۃ پر بسبب اوس کے استحباب کے ہی لہذا ابناءً علیہ عرض ہی کہ مولوی عبد الجبار کا مذہب اور اون کی دلیل حدیث عبادہ [illegible] کی جو کہ قصہ صلوۃ فجر کی ہی دونو منطبق نہ ہوئے کیونکہ وہ حدیث تو استحباب اور سنیت اور وجوب ملکا [illegible]

[۵] حاصل یہ کہ امام اور منفرد کے حق میں نفی مذکور در حالت ترک فاتحہ اور ضم سورہ باقی ہے اور ہر ہر واحد کی طرف متوجہ [illegible] اب اگر مقتدی کیواسطے یہ حدیث شامل ہو تو اوسکے حق بھی یہ نفی دونوں کی ترک میں یکساں متوجہ ہونی ضرور ہی اور وہ مستدل کو [illegible] ہی۔ لہذا یہ حدیث اور امثال اس کی اون کے مطلب کو مفید نہیں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

…فاتحہ سب کے مخالف ہی کیونکہ وہ تو ضم سورہ کی حرمت پر دال ہی اس لحاظ سی بھی حدیث لا صلوٰۃ
…لمن یقرأ بام القران فصاعدا سے مولوی عبدالجبار صاحب کو دست بردار ہونا پڑا یا کہ قصہ صلوٰۃ فجر
…حدیث عبادہ رض وغیرہ کو ضعیف مانکر ترک کریں واخرج الطحاوی فی معانی الآثار باسناد صحیح عن عبداللہ بن
مسعود لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ ترابا انتہی ونحو ذلک من آثار الکثیرۃ آب
…ہو کہ عبداللہ بن مسعود رض خود حدیث لا صلوٰۃ کا راوی ہی اور پھر اوس سے مقتدی کو خارج تان کر
…یکا حکم لگاتا ہی کہ اگر قراءۃ خلف الامام کریگا تو اوس کی یہ سزا ہی۔ لہذا اب تو عمدہ طور سی واضح ہوگیا کہ
…یث لا صلوٰۃ الخ امام اور منفرد کیواسطے ہی پس ثابت اور صحیح ہوا کہ جو دلائل مخالف کے صریحا اوس کے
…مدعا کو ثابت کرتے ہیں وہ سب کے سب ضعیف اور واہی ہیں اور جو دلائل اوس کے صحیح اور سالم عن
…الطعن ہیں اون سے اوس کا مدعا اور مطلب ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم بالصواب میں کہتا ہوں کہ جن
…صحابہ اور ائمہ رح نے مقتدی کو ان احادیث سی مستثنی کیا ہی ان کے واسطے ادلہ صحیح بھی موجود ہیں چنانچہ
…بحث اون کی گذر چکی اور چنانچہ جابر بن عبداللہ رض کی حدیث جس سے شارع نے مقتدی کو وظیفہ قراءۃ فاتحہ
…سے خصوصا خارج کیا ہی ونحو ذلک واخرج الدارقطنی فی سننہ باسناد صحیح من طریق زید بن الحباب
…ثنا معاویۃ بن صالح ثنا ابو الزاہریۃ عن کثیر بن مرۃ عن ابی الدرداء قال سئل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم افی کل صلوٰۃ قراءۃ قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت ہذہ فقال لی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکنت اقرب القوم منہ ما اری الامام اذا ام القوم الا وقد کفاہم انتہی غرض
…حدیث مرفوع متصل الاسناد اور صحیح سی ثابت ہوا کہ شارع علیہ السلام نے مقتدی کو رکن قراءۃ میں امام کا
شریک نہیں کیا ہی اس حدیث ابو الدرداء پر دارقطنی وغیرہ نے اور تو کچھ اعتراض نہیں کیا مگر یہ کہا ہی کہ قول
…اوس کا ما اری الامام الخ مدرج ہی کہ ابو الدرداء رض کے قول سی ہی نہ مرفوع قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
…دارقطنی نے بعد بیان اس حدیث کے یوں کہا ہی کہ مرفوع کرنا وہم زید بن حباب کا ہی اور نسائی وغیرہ نے بھی
…اس کی تصریح کی ہی کہ یہ کلام ابو درداء کا حدیث میں مدرج ہی نہ مرفوع مگر اس کے چند جواب ہیں اول یہ
…کہ ادراج کا حکم لگانا فقط احتمال سی صحیح نہیں جیسا کہ ابو ہریرہ رض کی حدیث میں مفصل مذکور ہو چکا و…

دوسری یہ کہ زید بن حباب کو فقط سفیان کی حدیث میں وہم ہوتا ہی نہ اورکی حدیث میں اور وہ خود
ثقہ حافظ ضابط ہی جیسا کہ نص کی اس پر ذہبی نے میزان الاعتدال اور تذکرۃ الحفاظ میں اور صاحب خلاصہ
نے اور یہ حدیث اوس کی سفیان کی نہیں ہی لہذا صحیح ہوئی وجہ تیسری یہ کہ ممکن ہی کہ مرفوع بھی ہو
اور اوسی کے موافق ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فتوی بھی دیا ہو کیونکہ اصل عدم ادرَاج ہی کما مر عن فتح الباری
وجہ چوتھی یہ کہ صحابی کا خاص کرنا کسی فرد کا کسی عام حدیث سے جو مقتضی وجوب کی ہی حکما مرفوع ہوتا
ہی جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب فاضل ٹونکی نے حاشیہ شرح نخبہ میں تحقیق کی ہی ورنہ صحابی پر الزام آتا
ہی حاصل تمام اس رسالہ کا یہ ہوا کہ مقتدی کو امام کے ساتھ قراءۃ قرآن کے رکن میں کچھ شراکت نہیں
بلکہ امام کا حق قراءۃ ہی اور اوسی قدر انصات کرنا حق مقتدی کا ہی اور وہ جو اس کے خلاف دلائل وارد
ہیں اون کی صحت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاصکر کے مرتبہ اول کی کتب
سے ہرگز وجود میں نہیں آئی بلکہ جو صحیح ہیں اون سے مدعای حاصل نہیں ہوتا اور جن سے مدعا ثابت
ہوتا ہی وہ صحیح نہیں اور حق تو یہ ہی کہ اس مسئلہ کی بحث کا مزہ اور اس بحر مواج کی حقیقت میرے
رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین کے دیکھنے کے سوائے حاصل نہیں ہوتا وفقنا
اللہ لطبعہ آمین آمین ثم آمین واللہ المستعان وعلیہ التکلان وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب
العالمین اللہم اغفرلی ولوالدی ولمن توالد لجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات
الاحیاء منہم والاموات برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ
محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذی اجاب دعوة من دعا بالاخلاص والصلوٰة والسلام علی رسوله محمد المبعوث بالرسالة الی العام والخاص وعلی اٰله واصحابه الذین بذلوا جهدهم بالتضرع والاستکانة وفازوا بالسعادة متشرفین باداء الحقوق والامانة **امّا بعد**

فهذه رسالة سمّیتها بالفوز المبین بالاخفاء بالتامین وهی مرتبة علی الفصلین الفصل الاوّل فی ادلة اخفاء التامین وفیه المقصدان المقصد الاوّل فی الاستدلال بکتاب الله وهو مبنی علی مقدمتین **المقدمة الاولی** اٰمین امّا دعاء او اسم من اسماء الله وایهما کان فالاخفاء به اولی قال البغوی فی معالم التنزیل تحت قوله تعالی قد اجیبت دعوتکما والتامین دعاء انتهی وقال البغوی تحت قوله اٰمین معناه اللّٰهم استجب وقال ابن عباس وقتادة معناه کذلك یکون انتهی وفی تفسیر روح البیان تحت قوله تعالی

سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جو اجابت کرتا ہے دعا اوس شخص کی جو پکارتا ہے اوسکو ساتھ اخلاص کے اور درود اور سلام اوسکے رسول پر جو نام پاک اوسکا محمد ہے جو بھیجا گیا ساتھ رسالت کی طرف عام اور خاص کی اور اوپر آل اوسکی کے اور اصحابوں اوسکی کی جنہوں نے خرچ کی کوشش اپنی ساتھ عاجزی اور تسکین کی اور مراد کو پہنچے وہ ساتھ حاصل کرنے نیکبختی کے بسبب ادا کرنے حقوق اور امانت کے اسپر بعد حمد و صلوٰۃ کے پس یہ رسالہ ہے نام رکھا میں نے اوسکا الفوز المبین بالاخفاء بالتامین اور وہ مرتب ہے دو فصلوں پر فصل اوّل بیچ بیان ادلہ اخفاء آمین کے اور اوس میں دو مقصد ہیں - مقصد اول بیچ استدلال کرنیکی ساتھ کتاب اللہ کے اور وہ مبنی ہی دو مقدموں پر **مقدمہ اوّل** یہ کہ آمین یا تو دعا ہی یا کہ نام ہی اللہ کے ناموں میں سے اور جونسا ہو پس اخفاء اوسکا اولے ہے کہا بغوی نے معالم التنزیل میں بیچ قول باری تعالے کی قد اجیبت دعوتکما[۱] اور آمین دعا ہے انتہے - اور کہا بغوی نے بیچ قول اوسکے کے آمین معنی اوسکے یہ ہیں کہ اے اللہ قبول فرما اور کہا ابن عباس رضہ اور قتادہ رحہ نے معنی اوسکے یہ ہیں کہ اسیطرح ہوگا انتہی اور تفسیر روح البیان میں ہی بیچ قول اوسکے

[۱] یعنی قبول کی گئی دعا تم دونوں کی مخاطب ایسکے موسے و ہارون علیہما السّلام ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

قد اجيبت دعوتكما والتامين دعاء لان معناه استجب انتهى وقال الحافظ ابن حجر في فتح الباري معناه اللهم استجب عند الجمهور وقيل غير ذلك مما يرجع الى هذا المعنى انتهى مختصرا وقال الزمخشري في الكشاف امين صوت سمي به الفعل الذي هو استجب كما ان رويد وحيهل وهلم اصوات فسمي بها الافعال التي هي امهل واسرع واقبل وعن ابن عباس سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن معنى امين فقال افعل انتهى كلامه وقال في شرح السنة امين مخففة الميم تمد وتقصر اي اللهم اسمع واستجب وكذلك فليكن وقيل امين اسم من اسماء الله تعالى انتهى وقال العلامة النسفي في مدارك التنزيل امين صوت سمي به الفعل الذي هو استجب كما

قد اجیبت دعوتکما کے اور آمین دعا ہی کیونکہ معنی اوسکی ہیں اے اللہ قبول فرما انتہی اور کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں او معنی اوسکی نزدیک جمہور کے اے اللہ قبول فرما اور کہا گیا ہی اوسکی سوا جو راجع ہو طرف اوسی معنی کے ختم ہوا کلام[۱] اوسکا مختصر خلاصہ کرکے اور کہا زمخشری نے کشاف میں کہ لفظ آمین کا اسم صوت ہے نام رکھا گیا ہی ساتھ اوسکی فعل وہ جو کہ استجب ہی جیسا کہ لفظ رویدا[۲] و حیہل اور ہلم اسم صوت ہیں نام رکھے گئے ہیں ساتھ اونکی افعال جو کہ امہل اور اسرع اور اقبل ہیں اور روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ پوچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معنی لفظ آمین سے پس فرمایا کہ افعل ہیں یعنی کر تو ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا شرح السنہ میں تخفیف میم سے مد دیا جاتا ہے اور قصر کیا جاتا ہے اے اللہ سن قبول کر اور پس ایسا ہی ہو اور کہا بعض نے آمین نام ہی ناموں اللہ کے کے سے انتہی اور کہا علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں کہ آمین آواز ہی نام رکھا گیا ہی ساتھ اوسکی فعل وہ جو استجب ہی جیسے

[۱] اور تمام کلام ابن حجر کا یہ ہی۔ والتامين مصدر امن بالتشديد اي قال آمين وهي بالمد والتخفيف في جميع الروايات وعن جميع القراء وحكى الواحدي عن حمزة والكسائي الامالة وفيها ثلاث لغات اخرى شاذة القصر حكاه ثعلب وانشد له شاهدا وانكره ابن درستويه وطعن في الشاهد بانه لضرورة الشعر وحكى عياض ومن تبعه عن ثعلب انه انما اجازه في الشعر خاصة والتشديد مع المد والقصر وخطاهما جماعة من اهل اللغة وآمين من اسماء الافعال مثل صه للسكوت وتفتح في الوصل لانها مبنية بالاتفاق مثل كيف وانما لم تكسر لثقل الكسرة بعد الياء ومعناها اللهم استجب عند الجمهور وقيل غير ذلك مما يرجع جميعه الى هذا المعنى كقول من قال معناه اللهم امنا بخير وقيل كذلك يكون وقيل درجة في الجنة تجب لقائلها وقيل لمن استجيب له كما استجيب للملائكة وقيل هو اسم من اسماء الله تعالى رواه عبد الرزاق عن ابي هريرة باسناد ضعيف وعن هلال بن يساف التابعي مثله وانكره جماعة وقال من مد وشدد معناه قاصدين اليك ونقل ذلك عن جعفر الصادق وقال من قصر وشدد هي كلمة عبرانية او سريانية وعند ابي داود من حديث ابي زهير النميري الصحابي ان آمين مثل الطابع على الصحيفة ثم ذكر قوله صلى الله عليه وسلم ان ختم بآمين فقد اوجب انتهى كلامه ۱۲ منہ عفی عنہ

[۲] یعنی جیسا کہ لفظ روید اسم ہے اور معنی اوس کے امر کے ہیں یعنی امہل اے مہلت دے اور حیہل کے معنی جلدی کر اور ہلم کے معنی متوجہ ہو ونحو ذلک اسی طرح لفظ آمین کا اسم ہے اور معنی اوسکے اجابت فرما ۱۲ منہ عفی عنہ

ان روید اسم لافعل وعن ابن عباس سالت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن معنی امین
فقال افعل انتہی وقال خاتم المحدثین القاضی
ثناء اللہ فی المظہری قال البغوی قال ابن عباس
معناہ اسمع واستجب واخرجہ الثعلبی عن ابن
عباس قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عن معنی امین فقال افعل انتہی وقال الامام
النووی فی شرح صحیح مسلم معناہ استجب
انتہی وقال علی القاری المکی وفی شرح الموطا
معناہ استجب عند الجمہور وقیل اسم من
اسماء اللہ تعالیٰ رواہ عبد الرزاق بن ہمام باسناد
ضعیف من طریق ابی ہریرۃ وعن ہلال بن
یساف التابعی وانکرہ جماعۃ کما ذکرہ السیوطی
انتہی کلام القاری علیہ رحمۃ الباری وقال
القسطلانی فی شرح البخاری ومعناہ عند الجمہور
اللہم استجب وقیل اسم من اسماء اللہ تعالیٰ
رواہ عبد الرزاق عن ابی ہریرۃ باسناد ضعیف
وانکرہ جماعۃ منہم النووی وعبارتہ فی
التہذیب ہذا لا یصح لانہ لیس فی اسماء
اللہ تعالیٰ اسم مبنی ولا غیر معرب واسماء
اللہ تعالیٰ لا تثبت الا بالقرآن او السنۃ المتواترۃ

کہ لفظ روید کا اسم ہی واسطی صیغہ افعل کے اور روایت ہی ابن عباس رض سے سوال کیا میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے معنی آمین کے پس فرمایا کہ کر تو انتہی اور کہا خاتم المحدثین قاضی محمد ثناء اللہ رحمۃ اللہ نے تفسیر مظہری میں کہا بغوی نے کہا ابن عباس رض نے معنی اوسکے لفظ اسمع اور استجب کے ہیں اور روایت کیا ہی ثعلبی نے ابن عباس رض سے کہا کہ سوال کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معنی آمین کے فرمایا کہ کر یہ کام انتہیٰ اور کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں معنی اوسکے قبول فرما انتہیٰ اور کہا ملا علی قاری مکی نے شرح موطا میں معنے اوسکے استجب کے ہیں۔ نزدیک جمہور کے اور کہا بعض نے اسم ہی اسماء اللہ تعالیٰ کے سے روایت کیا اوسکو عبد الرزاق بن ہمام نے ساتھ اسناد ضعیف کی ابوہریرہ رض کے طریق سے اور ہلال بن یساف تابعی سے اور انکار کیا اوسکا جماعت نے جیسا کہ نقل کیا اوسکو سیوطی نے ختم ہوا کلام ملا علی قاری کا اور کہا قسطلانی نے شرح بخاری میں اور معنی اوسکے نزدیک جمہور کے ای بار خدایا قبول فرما کے ہیں اور کہا بعض نے کہ نام ہی اللہ تعالیٰ کی ناموں سے روایت کیا اوسکو عبد الرزاق بن ہمام نے ابوہریرہ رض سے ساتھ اسناد ضعیف کی اور انکار کیا ہی ایک جماعت نے اون میں سے امام نووی ہیں اور عبارت اوسکی تہذیب الاسماء میں یہ ہی کہ نہیں صحیح ہی یہ کیونکہ نہیں ہی اللہ کی اسماء میں کوئی اسم مبنی اور نہ کوئی غیر عربی اور اسماء اللہ تعالیٰ کی نہیں ثابت ہوتے مگر ساتھ قرآن کے اور یا کہ ساتھ سنت متواترہ کے

فقال قد أجيبت دعوتكما انتهى وقال
البغوي في معالم التنزيل تحت قوله تعالى
قد اجيبت دعوتكما انما نسب اليهما
الدعاء اى موسى وهارون لانه كان يؤمن
انتهى وقال الكلبي في تفسيره وامن هارون
على دعائه لان معناه استجب انتهى وقال
الامام العيني في شرح البخاري ونحن اخترنا
الاخفاء لانه دعاء والسنة في الدعاء الاخفاء
والدليل على انه دعاء قوله تعالى في سورة يونس
قد اجيبت دعوتكما قال ابو العالية وعكرمة
ومحمد بن كعب والربيع بن موسى كان موسى
صلى الله تعالى عليه وسلم يدعوا وهارون يؤمن
فسماهما الله تعالى داعيين فاذا ثبت انه دعاء
فاخفاءه افضل من الجهر به كقوله تعالى
ادعوا ربكم تضرعا وخفية انتهى كلام العيني
وقال الامام الرازي في تفسيره قال ابن عباس
ان موسى كان يدعو وهارون كان يؤمن
فلذلك قال قد اجيبت دعوتكما لان من
يقول عند دعاء الداعي امين فهو ايضا داع
لان قوله امين تاويله استجب فهو سائل
كما ان الداعي سائل انتهى وقال السيوطي

پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ قبول کی گئی دعا تمہاری ختم ہوا کلام اسکا
اور کہا امام بغوی نے معالم التنزیل میں نیچے قول باریتعالی کے
قد اجیبت دعوتکما یعنی دعا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی کیونکہ
وہ تھے آمین کہتے انتھے اور کہا امام کلبی نے اپنی تفسیر
میں اور آمین کی ہارون علیہ السلام نے اوسکی دعا
پر کیونکہ معنے اوسکے استجب کے ہیں انتھی اور کہا امام عینی
نے شرح بخاری میں اور ہم نے اختیار کیا اخفاء کو اسواسطے
کہ وہ دعا ہے اور سنت دعا میں اخفا ہے اور دلیل اسپر کہ
وہ دعا ہے قول اوس باری تعالی کا سورہ یونس میں
تحقیق قبول کی گئی دعا تم دونوں کی کہا ابو العالیہ اور
عکرمہ اور محمد بن کعب اور ربیع بن موسیٰ نے تھے موسیٰ
علیہ السلام دعا مانگتے اور ہارون علیہ السلام آمین
فرماتے پس نام رکھا ان دونوں کا دعا گو پس جب ثابت ہوا
کہ وہ دعا ہے پس اخفا اوسکا افضل ہے جہر اوسکی سے بسبب
قول اوس باریتعالی کے دعا مانگو رب اپنے سے ساتھ عاجزی کی
اور پوشیدہ ختم ہوا کلام امام عینی کا اور کہا امام فخر الدین رازی نے
اپنی تفسیر میں کہا ابن عباس نے تحقیق موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے
اور ہارون علیہ السلام تھے آمین کہتے پس اسیواسطے فرمایا اللہ تعالے
نے کہ قبول کی گئی دعا تمہاری کیونکہ جو شخص کہتا ہے وقت دعا
دعا کرنیوالے کی آمین پس وہ بھی دعا گو ہے کیونکہ قول اوسکا آمین
معنی اوسکی استجب کی ہے پس وہ سوال کرنیوالا ہے جیسا کہ دعا کرنیوالا سائل ہے انتھی اور

فی الاتقان فی باب وجوہ مخاطبات القران
السادس عشر خطاب الاثنین بلفظ الواحد
وجعل المهدوی من هذا النوع قال قد
اجیبت دعوتکما قال الخطاب لموسی وحده
لانه الداعی وقیل لهما لان هارون امّن
علی دعائه والمؤمّن احد الداعیین انتهی
کلام السیوطی فهذه الکلمات من الائمة
الاثبات من الصحابة والتابعین وغیرهم
من اهل اللغة والمحدثین تدل علی ان امین
دعاء علی الصحیح اما علی الضعیف فهی اسم
من اسماء الله تعالی قلت وعلی تقدیر ان
یکون اسما من اسماء الله تعالی فمعناه عند
المفسرین والمحدثین یا امین استجب کما
نقله صاحب مجمع البحار عن الامام الشمنی
فهذا المعنی ایضا راجع الی ان امین دعاء
فعلی کل حال التامین دعاء وهو المطلوب

واما المقدمة الثانیة فاعلم ان کتاب
الله وسنة رسول الله یدل علی ان الدعاء
والذکر علی سبیل الاخفاء اولی من جهرهما

تفسیر اتقان میں بیچ باب وجوہات مخاطبات قرآن شریف کے
قسم سولھواں خطاب کرنا دو شخصونکو ساتھ لفظ واحد کی اور
کیا ہے امام مہدوی نے اسی نوع سے آیت قال قد اجیبت دعوتکما کو
کہا مہدوی نے یہ خطاب ہے واسطے موسیٰ علیہ السلام کیلئے کے
کیونکہ وہی تھے دعا مانگنے والے اور کہا بعض نے کہ ہارونؑ
نے آمین فرمائی اونکی دعا پر اور آمین کہنے والا بھی دعا گوؤں
میں سے ہے ختم ہوا کلام سیوطی کا پس یہ عبارات ائمہ اثبات
کی صحابہ اور تابعین اور غیر اونکی اہل لغت اور محدثین سے
دلالت کرتی ہیں کہ آمین دعا ہے صحیح قول پر اور رائے
بنا کرنے کے ضعیف قول پر پس وہ اسم ہے اسماء اللہ تعالیٰ
کے سے میں کہتا ہوں کہ بنا کرنے کے قول ضعیف پر کہ ہو وہ
اسم اسماء اللہ کے سے پس اسکی معنے نزدیک مفسرین اور محدثین کے
یا آمین قبول کر جیسا کہ نقل کیا اوسکو صاحب مجمع البحار
نے امام شمنی سے پس یہ معنی بھی راجع ہیں طرف اس بات
کی کہ آمین دعا ہے پس بنا کر کے کل تقدیر اور حال پر
آمین دعا ہے اور وہی مطلوب ہے اور اوپر مقدمہ[۵]
دوسرا پس جان تو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ
دو نو دلالت کرتے ہیں اسپر کہ دعا اور ذکر اخفاء
کے طور پر اولیٰ ہیں اون کے جہر سے ....

[۵] حاصل اس بحث کا یہ ہے کہ اگر آمین کے معنی اللهم استجب کے ہیں تو تب تو خواہ مخواہ آمین دعا ہے اور اگر آمین کے یا آمین استجب کے ہیں۔ تب بھی دعا کو شامل ہے بہر حال آمین کے معنی دو نوں کو دعا ہی میں منحصر ہیں پس بمصداق ادعوا ربکم تضرعا و خفیہ کے اسکا اخفا کرنا ثابت ہوا وہو المطلوب ۱۲ منہ عفی عنہ

الا ما خصه الله ورسوله من المواضع المعدودة
لحِكَمٍ من الاغراض او لعروض العوارض او
لبيان الجواز سواء اجاز الشرع الاسرار اولم
يجوز اما كتابُ الله فقد قال اللهُ اُدعوا ربّكمُ
تضرّعا وخُفيةً انّه لا يحبّ المعتدين واخرج
ابن ابي حاتم عن زيد بن اسلم انه قال الاعتداء
الجهر ونحوه ابن جرير وابو الشّيخ عن ابن جريج
نحوه وقال البغوي في معالم التنزيل واذكر
ربّك في نفسك قال مجاهد وابنُ جريج اَمَر
ان يذكروه في الصّدور بالتضرّع و
الاستكانة دون رفع الصّوت والصّياح
بالدعاء انتهى وقال البغويّ في قوله تعالى
ادعوا ربّكم تضرّعًا وخفيةً قال الحسن بن
علي بين دعوة السّر ودعوة العلانية سبعون
ضعفا ولقد كان المسلمون يجتهدون
في الدعاء ما يسمع لهم صوت ان كان الّا
همسا بينهم وبين ربّهم وقال ان الله تعالى
يقول ادعوا ربّكم تضرّعا وخفيةً وانّ
الله ذكر عبدا صالحا ورضي فعله فقال اذ

مگر وہ جنکو خاص کیا اوسکو الله تعالی نے اور رسول اسکے نے چند جگہ سے
واسطے کسی غرض کے اغراض سے یا واسطے عارض ہونے عوارضات
کے یا واسطے بیان جواز کے برابر ہے کہ جائز رکھا ہے شرع نے اسرار کو
یا کہ نہیں جائز رکھا۔ اوپر کتاب الله کی پس فرمایا ہے الله تعالی نے
پکارو تم اپنے رب کو از روئے عاجزی کے اور پوشیدہ ضرور وہ الله تعالے
نہیں دوست رکھتا حد سے تجاوز کرنیوالوں کو اور روایت کیا ہے ابن ابی حاتم
نے زید بن اسلم سے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اعتداء کے معنی جہر کے ہیں اور
روایت کیا ابن جریر نے اور ابو الشیخ نے ابن جریج سے مثل اوسکے اور
کہا بغوی نے معالم التنزیل میں اور یاد کر رب اپنے کو اپنے جی میں کہا مجاہد نے
اور ابن جریج نے کہ امر کیا ہے الله تعالی نے یہ کہ یاد کریں اوسکو
دلونمیں ساتھ عاجزی کے اور تسلی کے نہ ساتھ بلند آواز اور چیخ کے
ساتھ دعا کے انتہی۔ اور کہا بغوی نے معالم التنزیل میں بیچ قول
باریتعالی کے ادعوا ربکم تضرعا وخفیة کہا حسن بن علی رضی نے
کہ درمیان دعا پوشیدہ اور درمیان ظاہر کے ستر حصہ کا
فرق ہے اور تحقیق تھے مسلمان لوگ کوشش کرتے دعا
میں کہ نہ سنا جاتا تھا واسطے اونکے آواز نہ تھا مگر آواز مخفی
درمیان اونکے اور درمیان رب اونکے اور کہا امام حسن رضی نے
کہ الله سبحانه وتعالی فرماتا ہے ادعوا ربکم الخ اور الله تعالے نے
یاد کیا ہے ایک بندہ کو جو نیک تھا اور راضی ہوا اوسکو کام سے جس وقت پکارا

ـــــ یہ اشارہ ہے طرف آیت ذکر رحمت ربک عبده زکریا اذ نادی ربه نداء خفیا یعنی یاد کر رحمت رب اپنے کی بندہ اپنے زکریا پر جب پکارا اوس نے رب اپنے کو پکارنا پوشیدہ طور پر اب دیکھو کہ امام حسن رضی الله عنه نے اس آیت کو دلیل پکڑا ہے اسپر کہ مخفی طور پر سبب رحمت کا ہے ۱۲ اشرف علی عفی عنه

نادی ربہ نداء خفیا انتہی وقال امام
المحدثین الحسن البصری ان القصص بدعۃ
وان رفع الصوت بالدعاء لبدعۃ وان اجتماع
الرجال والنساء لبدعۃ وان مد الایدی للدعاء
لبدعۃ کذا نقلہ علی القاری فی موضوعاتہ
الکبیر مشیرا الی تخریج المروزی واخرج ابن
ابی شیبۃ واحمد بن حنبل وابن مردویۃ
والبیہقی والبخاری ومسلم وابوداود والترمذی
والنسائی وابن ماجۃ وغیرھم عن ابی عثمان
النہدی عن ابی موسی الاشعری قال کنا مع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاۃ فجعلنا
لا نھبط وادیا ولا نصعد شرفا الا رفعنا
اصواتنا بالتکبیر فدنا منا وقال یا ایھا الناس
اربعوا علی انفسکم فانکم لا تدعون اصم

پکارا رب اپنے کو پکارنا مخفی ختم ہوا کلام نبوی کا اور کہا امام
المحدثین امام حسن بصری نے کہ قصہ خوانی[1] کرنی بدعت ہے
اور بلند کرنا آواز کا ساتھ دعا کی بدعت ہے اور جمع ہونا مردوں[2]
اور عورتوں کا بدعت ہے اور دراز کرنا دونوں ہاتھوں کا واسطے[3]
دعا کی بدعت ہے اسیطرح نقل کیا اوسکو ملا علی قاری رحمہ اپنی
موضوعات کبیر میں درانحالیکہ اشارہ کرنیوالا ہے طرف تخریج امام
مروزی کی اور روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ اور احمد بن حنبل اور
ابن مردویہ اور بیہقی اور بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی
اور نسائی اور ابن ماجہ اور غیر اونکی نے ابوعثمان نہدی سے
اوس نے ابوموسیٰ اشعری رض سے کہا کہ تھے ہم ساتھ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد میں پس شروع کیا ہم
کہ نہ اُترتے ہم کسی جنگل سے اور نہ چڑھتے تھے ہم کسی بلندی
پر مگر کہ بلند کرتے ہم آوازیں اپنی ساتھ تکبیر کی پس قریب
ہوئے ہم سے حضرت اور فرمایا کہ اے لوگو نرمی کرو اپنی جانوں پر کیونکہ تم لوگ نہیں پکارتے

[1] قصہ خوانی چنانچہ قصہ لیلیٰ مجنون اور ہیر رانجھا اور علاوہ ان سے جو کہ بے اصل قصہ انبیا اور سلاطین وغیرہما کی احوال
اسیطرح اولیاء کرام پر افتراء اور تہمت اور باقی نخش چنانچہ بعض ملاحدہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے منہ
سے تولد ہوئے ہیں۔ ونحو ذلک جو کہ موضوعات احادیث کے اقسام سے اور اس قسم کا شخص بعض محدثین کے نزدیک
کافر ہے نعوذ باللہ من ذلک وتفصیلہ فی کتب القوم اور شیخ عبدالحق رحمہ نے مدارج النبوۃ میں حضرت کا تولد ہونا معتاد
سے بیان فرمایا ہے اور اوس سے مخالف در وغگو ثابت ہوتا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

[2] مردوں اور عورتوں کا اجتماع جیساکہ گانے بجانے کی مجالس اور میلے اور عرس میں وغیرہ ذلک من
المجالس المکروہۃ المبتدعۃ ۱۲ منہ عفی عنہ

[3] یہ اس واسطے بدعت ہے کہ مسنون آداب دعا میں یہ ہے کہ دونوں ہاتھ برابر کندھوں کے ہوں۔ یا
برابر سینہ کے۔ مگر اس طرح پر ہوں کہ بغلوں کو ہوا لگے فقط ۱۲ منہ عفی عنہ

ولا غائبًا انما تدعون سميعًا بصيرًا ان الذی تدعون اقرب اليكم من عنق راحلة احدكم انتهى وقال العلامة القسطلانی فی ارشاد الساری شرح صحيح البخاری قال الطبری فيه كراهية رفع الصوت بالذكر والدعاء وبه قال عامة السلف من الصحابة والتابعين انتهى وقال الامام النووی فی شرح صحيح مسلم قوله اربعوا بهمزة وصل وفتح الباء الموحدة معناه ارفقوا على انفسكم واخفضوا باصواتكم فان رفع الصوت انما يفعله الانسان لبعد من يخاطبه ففيه الندب الى خفض الصوت بالذكر اذا لم تدع حاجة الى رفعه فانه اذا اخفضه كان ابلغ فی توقيره وتعظيمه فان دعت حاجة الى الرفع رفع انتهى كلام النووی ملخصًا وقال العلامة النسفی فی مدارك التنزيل ولما قال اعرابی لرسول الله صلى الله عليه وسلم اقريب ربنا فنناجيه ام بعيد فنناديه نزل واذا سالك عبادی عنی فانی قريب انتهى وقال

اور غائب کو بیشک تم پکارتی ہو سننے والی دیکھنے والی کو تحقیق جسکو پکارتی ہو زیادہ قریب ہی طرف تمہاری گردن سواری ایک تمہارکی سی اور کہا علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں کہا طبری نے اسمیں کراہت ہی بلند آواز کرنے کی ساتھ ذکر اور دعا کی اور ساتھ اسی کی قائل ہیں اکثر سلف صحابہ او تابعین میں سی ختم ہوا کلام قسطلانی کا اور کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہ قول اوس کا اربعوا ساتھ ہمزہ وصل کی اور فتح با موحدہ کے معنی اوسکی ہیں نرمی کرو اپنی نفسوں پر اور ہلکا کرو آوازوں اپنی کو کیونکہ بلند کرنا آواز کا بیشک کرتا ہی انسان بہ سبب دور ہونے اوسکی جسکو وہ پکارتا ہی پس اس حدیث میں بلانا ہی طرف مخفی کرنے آواز کی ساتھ ذکر کے جبکہ نہ پکارے اوسکو کوئی حاجت طرف بلند کرنی اوس آواز کی کیونکہ وہ جب ہلکا کریگا اوسکو ہوگی زیادہ عزت اور تعظیم اوسکی پس اگر کوئی حاجت پکارے طرف بلند کرنی آواز کی تو بلند کری ختم ہوا کلام نووی کا مختصر کا اور کہا علامہ نسفی نی مدارک التنزیل میں اور جب کہا ایک اعرابی نے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا قریب ہی رب ہمارا پس مناجات کریں ہم اوس سے یا کہ بعید ہی پس پکاریں ہم اوسکو تو نازل ہوئی[ف] آیت اور جب سوال کریں تجھ سی

[ف] غرض جب صحابہ نے سوال کیا آنحضرت صلعم سے کہ اللہ قریب ہی یا بعید اور خفیہ پکاریں یا جہر تو اوس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی تو حاصل جواب آیت کا یہ ہوا کہ اللہ تعالی قریب ہی پس تم خفیہ دعا مانگا کرو تو اب یہ آیت مطابق ہے ادعوا ربکم الخ کے ہوئی ١٢ منہ عفی عنہ

فی تفسیر الجلالین وسال جماعة النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اقریب ربنا فنناجیہ ام بعید فننادیہ
فنزل قولہ تعالی واذا سالک عبادی الخ ونقل
مخوذلک الامام الکلبی فی تفسیرہ وقال
النسفی فی قولہ تعالی واذکر ربک فی نفسک
وھو عام فی الاذکار من قراءة القران والدعاء
والتسبیح والتھلیل وغیر ذلک تضرعا وخیفة
متضرعا وخائفا ودون الجھر من القول
ومتکلما کلاما دون الجھر لان الاخفاء
ادخل فی الاخلاص واقرب الی حسن التفکر
انتھی کلام النسفی وقال النسفی فی قولہ
تعالی ادعوا ربکم تضرعا وخفیة التضرع
تفعل من الضراعة وھی الذل ای تذللا
وتملقا قال علیہ السلام انکم لا تدعون
اصم ولا غائبا انما تدعون سمیعا قریبا
انہ معکم اینما کنتم عن الحسن بین دعوة
السر والعلانیة سبعون ضعفا انہ لا یحب
المعتدین المجاوزین ما امروا بہ فی کل
شئ من الدعاء وغیرہ وعن ابن جریج الرافعین
اصواتھم بالدعاء وعنہ الصیاح فی الدعاء
مکروہ بدعة انتھی وقال الضحاک بن مزاحم

بیچ تفسیر جلالین کی اور سوال کیا ایک جماعت نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہ کیا قریب ہے رب ہمارا پس مناجات کریں ہم اسکو
یا کہ بعید ہے پس ندا کریں ہم اسکو پس اترا قول اس پاک تعالی کے
کا واذا سالک عبادی آخر تک اور نقل کیا مثل اوسکی امام کلبی نے اپنی تفسیر
میں اور کہا علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں بیچ قول پاک تعالی کے
واذکر ربک فی نفسک اور وہ آیت عام ہے بیچ اذکار کی قراءة قرآن
اور دعا و تسبیح اور تہلیل اور انکے غیر میں درآنحالیکہ عاجزی
کرنیوالا ہے اور خوف کرنیوالا ہے.......... اور
کلام کرنیوالا نہ جہر کیونکہ اخفاء زیادہ دخل رکھنیوالا
ہے اخلاص میں اور اقرب ہے طرف نیک تفکر کی ختم
ہوا کلام نسفی کا اور کہا علامہ نسفی نے مدارک میں ادعوا
ربکم تضرعا وخفیة میں کہ التضرع باب تفعل ہے
ضراعت سے اور وہ ذلیل ہونا ہے از روی عاجزی
اور نرمی کی فرمایا ہے رسول علیہ السلام نے کہ تم نہیں پکارتے
کسی بہرے اور نہ غائب کو بیشک تم پکارتے ہو سننے والے کو
جو قریب ہے تحقیق وہ ساتھ تمہارے ہے جہاں کہیں ہو تم
امام حسن رض سے روایت ہے کہ درمیان دعا پوشیدہ اور ظاہر کی فرق
ستر حصہ کا ہے تحقیق وہ اللہ نہیں دوست رکھتا حد سے تجاوز کرنیوالوں کو
اوس سے جو امر کی گئی ہیں ساتھ اوسکے ہر چیز میں دعا و غیرہ سے اور روایت
ہے ابن جریج سے کہ وہ لوگ ہیں بلند کرنیوالی آواز ساتھ دعا کی اور اسی
روایت ہے کہ سخت کرنا آواز دعا میں مکروہ بدعت ہے انتہی اور کہا ضحاک بن مزاحم

سأل بعض الصحابة رسول الله صلى الله
عليه وسلم أقريب ربنا فنناجيه أم بعيد فننا دیه
فأنزل الله هذه الآية وإذا سألك عبادي عني فإني
قريب انتهى كذا نقله غوث الثقلين في الغنية
وقال الله تعالى ذكر رحمة ربك عبده زكريا
إذ نادى ربه نداء خفيا قال النسفي أي
دعاء سرا كما هو المأمور به وهو
أبعد عن الرياء وأقرب إلى الصفاء انتهى و
أخرج ابن المنذر عن ابن جريج في قوله
تعالى ادعوا ربكم تضرعا وخفية أي سرا
انتهى كذا نقله الحافظ ابن حجر في فتح الباري
وأخرج الإمام أحمد في مسنده والبيهقي
في شعب الإيمان وابن حبان بسند صحيح
عن سعد بن مالك قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم خير الذكر الخفي وخير
الرزق ما يكفي وأخرج ابن مردويه عن
حديث أبي هريرة قال كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم إذا صلى عند البيت
رفع صوته بالدعاء فنزلت ولا تجهر
بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك
سبيلا وأخرج سعيد بن منصور من

سوال کیا بعض صحابہ نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی کیا
قریب ہی رب ہمارا پس مناجات کریں ہم اوسکو یا کہ دور
ہی پس ندا کریں ہم اوسکو پس نازل کی اللہ نی یہ آیت واذا سألک
عبادی عنی فانی قریب انتہی اسیطرح نقل کیا اسکو غوث الثقلین نے غنیہ میں
اور کہا اللہ تعالی نی یاد کر رحمت رب اپنے کی بندہ اپنے ذکریا پر جب
پکارا اوسکو پکارنا پوشیدہ کہا نسفی نی ای پکارا اوسکو پوشیدہ
طور پر جیسا کہ امر کیا گیا ہی ساتھ اوسکے اور وہ دور ہی ریا سے
اور قریب ہی صفائی سے انتہی اور روایت کیا ہی ابن منذر نے
ابن جریج سے بیچ معنی قول باری تعالی کی ادعوا ربکم تضرعا
وخفیۃ ای پوشیدہ ختم ہوا کلام اوسکا نقل کیا اوسکو حافظ
ابن حجر نے فتح الباری میں اور روایت کیا ہی امام احمد نے
اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن
حبان نی ساتھ سند صحیح کے سعد بن مالک رض سے کہا فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر ذکر کا ذکر پوشیدہ
ہی اور بہتر رزق کا وہ جو کافی ہو اور روایت کیا ہی ابن
مردویہ نے حدیث ابو ہریرہ رض سے کہا تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے نزدیک خانہ کعبہ کے
بلند کرتے آواز اپنی ساتھ دعا کے پس نازل ہوئی آیت
ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا وابتغ
بین ذلک سبیلا ۔۔۔۔۔۔۔

طريق صحابي لم يسم مرفوعا في هذه الآية
لا ترفع صوتك في دعائك فتذكر ذنوبك
فتعيّر بها كذا نقله الحافظ ابن حجر في فتح الباري
واخرج الديلمي في مسند الفردوس عن
ثوبان مرفوعًا قال موسى يا رب اقريب
انت فاناجيك ام بعيد فاناديك فاني
احس حسن صوتك ولا اراك فاين انت فقال
انا خلفك وامامك وعن يمينك وعن
شمالك يا موسى انا جليس عبدي حين
يذكرني وانا معه اذا دعاني انتهى وقال
الامام الرازي في تفسيره تحت قوله تعالى
ادعوا ربكم تضرعا وخفية انه لا يحب
المعتدين اعلم ان المقصود من الدعاء
ان يصير العبد مشاهدا لحاجة نفسه وعجز
نفسه ومشاهدا لكون مولاه موصوفا
بكمال القدرة والرحمة فكل هذه المعاني
دخلت في قوله تعالى ادعوا ربكم تضرعا
ثم اذا حصلت هذه الاحوال على سبيل
الخلوص فلا بد من صونها عن الرياء
المبطل لحقيقة الاخلاص وهو المراد من
قوله وخفية فالمقصود من ذكر التضرع

طریق ایک صحابی سی اور نہیں نام لیا اوسکا مرفوع کرکر
آیت میں نہ بلند کر آواز اپنی دعا اپنی میں پس یاد کریگا
گناہ اپنی پس عار پاویگا تو ساتھ اوسکے نقل کیا اوسکو
ابن حجر نے فتح الباری میں اور روایت کیا ہی دیلمی نے
مسند فردوس میں ثوبان رض سی مرفوع کرکے کہ کہا موسیٰ
نے ای رب میرے آیا قریب ہی تو پس مناجات کروں میں
تجھ کو یا کہ بعید ہی تو ندا کروں میں تجھکو کیونکہ میں معلوم کرتا
آواز تیری اور نہیں دیکھتا تجھکو پس کہاں ہی تو پس فر
اللہ تعالیٰ نے کہ میں تیری پیچھے اور آگے اور دائیں اور بائیں ہوں ای مو
میں ہمجلیس ہوں اپنے بندہ کا جبکہ یاد کرتا ہی مجھکو اور اسکی سا
ہوں جب دعا کرتا ہی مجھ سی انتہی اور کہا امام رازی نے تفسیر اپنی
بیچ قول اوس بار تعالیٰ کے ادعوا ربکم تضرعا وخفیة انه لا یحب المعتدین
جان تو کہ مقصود دعا سے یہ ہی کہ ہو بندہ مشاہد
کرنے والا حاجت نفس اپنے کو اور ہو مشاہد
کرنے والا واسطے ہونے مالک اپنے کے موصوف سا
کمال قدرت اور رحمت کے پس تمام ان معنوں کا داخل
بیچ قول اوس باری تعالیٰ کے ادعوا ربکم تضرعا
جب حاصل ہوئی یہ تمام احوال خلوص کی طور پید پس
ضرور ہوا محفوظ رکھنا اوس کا ریا سے جو باطل کر
والی ہے حقیقت اخلاص کو اور وہی مراد ہی قول اُس
کے وخفیة سی پس مقصود ذکر کرنے تضرع

تحقیق الحالة الاصلیة المطلوبة من الدعاء ثابت کرنا حالت اصلیہ کا ہی جو مطلوب ہی دعا سی اور مقصود

المقصود من ذکر الاخفاء صون ذلك الاخلاص ذکر اخفا سے حفاظت اُسی اخلاص کی ہی شوائب

عن شوائب الریاء واذا عرفت هذا المعنی ظهر ریا سے اور جب پہچانا تونے اس معنی کو تو ظاہر ہوا

ان قوله سبحانه وتعالی تضرعا وخفیة واسطے تیرے کہ قول اوس سبحانہ تعالی کا تضرعا وخفیة

مشتمل علی ما یراد تحقیقه وتحصیله فی مشتمل ہی اوسپر جو کہ مراد رکھا گیا ہی تحقق اوسکا اور

شرائط الدعاء وانه لا مزید علیه البتة بوجه حاصل کرنا اوسکا شرائط دعا میں اور تحقیق نہیں زیادتی ہی

من الوجوه المسئلة الثالثة التضرع التذلل اوسپر ضرور ساتھ کسی وجہ کی وجہات سی مسئلہ تیسرا معنی

والتخشع وهو اظهار ذل النفس من قولهم لفظ تضرع کے ذلیل ہونی اور خشوع کی ہیں اور وہ ظاہر کرنا

ضرع فلان لفلان وتضرع له اذا اظهر الذل ذلت نفس کی ہی مشتق ہی قول اونکی سی عاجز ہوا فلانا واسطے

له فی معرض السؤال والخفیة ضد العلانیة فلانی کی اور عاجزی دکھائی اسکو جبکہ ظاہر کی ذلت اپنی واسطے اُسکے

یقال خفیت الشئ اذا سترته واعلم ان الاخفاء موقع سوال ہیں اور خفیہ ضد ہی علانیہ کی کہا جاتا ہی پوشیدہ کیا میں

معتبر فی الدعاء ویدل علیه وجوه الاول نے شی کو جبکہ پردہ کر سے تھا اوسکو اور جان تو کہ پوشیدہ کرنا معتبر

هذه الایة فانها تدل علی انه تعالی امر ہی دعا میں اور دلالت کیجاتی ہی اوسپر چند وجوہ سے اول یہ

بالدعاء مقرونا بالاخفاء وظاهر الامر الوجوب آیت کیونکہ وہ دلالت کرتی ہی اسپر کہ اوس بار تعالی نے امر کیا

فان لم یحصل الوجوب فلا اقل من کونه ندبا ساتھ دعا کو ملا کر ساتھ اخفا کی اور ظاہر امر کا ہی وجوب پس اگر نہ

ثم قال تعالی بعده انه لا یحب المعتدین حاصل ہو وجوب پس نہیں اقل اس سے کہ ہو مستحب پھر فرمایا اللہ تعالے

والمعنی ترك هذین الامرین المذکورین و نے بعد اسکی انه لا یحب المعتدین در باب ترک کرنی ان دو امروں مذکوروں کے

هما التضرع والاخفاء قال الله تعالی لا یحب اور وہ عاجزی اور اخفا ہی فرمایا اللہ تعالی نے کہ نہیں

ومحبة الله عبارة عن الثواب فکان المعنی دوست رکھتا اور دوستی اللہ کی مراد ہی ثواب دینی سی پس

ان من ترك فی الدعاء التضرع والاخفاء ہوئی معنی آیت کی جو شخص کہ ترک کرے دعا میں عاجزی اور

فان الله لا یثیبه ولا یحسن الیه ومن کان اخفاء کو پس اللہ تعالی نہ ثواب دیگا اسکو اور نہ احسان کریگا طرف

كذلك كان من اهل العقاب لا محالة فظهر
ان قوله تعالى انه لا يحب المعتدين كالتهديد
الشديد على ترك التضرع والاخفاء في الدعاء
الحجة الثانية انه تعالى اثنى على زكريا فقال
اذ نادى ربه نداء خفيا اى اخفاه عن العباد
ولخلصه لله تعالى وانقطع اليه الحجة الثالثة
ما روى ابو موسى الاشعرى انهم كانوا في
غزاة فاشرفوا على واد فجعلوا يكبرون ويهللون
رافعي اصواتهم فقال عليه السلام اربعوا
على انفسكم انكم لا تدعون اصم ولا غائبا
انكم تدعون سميعا قريبا وانه معكم الحجة
الرابعة قوله عليه السلام دعوة في السر
تعدل سبعين دعوة في العلانية وعن
الحسن لقد كان المسلمون يجتهدون في
الدعاء وما يسمع الا همسا لان الله تعالى
قال ادعوا ربكم تضرعا وخفية وذكر الله عبدا
زكريا فقال اذ نادى ربه نداء خفيا الحجة
الخامسة المعقول وهو ان النفس شديدة
الميل عظيمة الرغبة في الرياء والسمعة فلما
رفع صوته في الدعاء امتزج الرياء بذلك

اس قسم کا تو وہ ہوگا لائق عذاب کے پس ظاہر ہوا کہ قول
باریتعالی کا انہ لا یحب المعتدین مثل تشدید سخت کی ہے ترک
تضرع اور اخفا پر دلیل دوسری یہ کہ اللہ تعالی نے ثنا فرائی
حضرت زکریا علیہ السلام پر پس فرمایا اذ نادی ربہ
نداء خفیا اسی پوشیدہ کیا اوسکو بندوں سے اور خالص کیا
اوسکو واسطے اللہ تعالی کے اور منقطع ہوا طرف اوسکی دلیل
تیسری وہ حدیث جو کہ روایت کی ابو موسی اشعری رض
نے کہ وہ تھے ایک جہاد میں پس چڑھے وہ لوگ ایک جنگل پر پس
شروع کیا انہوں نے تکبیر کہنی اور تہلیل کہنی در انحالیکہ وہ بلند
کرنے والے تھے آوازیں اپنی پس فرمایا رسول علیہ السلام نے کہ نرمی
کرو تم ساتھ نفسوں اپنی کے کیونکہ تم نہیں پکارتے بہرے اور غائب کو تحقیق
پکارتے ہو جو سننے والا ہے اور قریب ہے اور تحقیق وہ ساتھ تمہارے ہے
دلیل چوتھی قول علیہ السلام کا کہ دعا پوشیدہ برابر ہے ستر دعا ظاہر کے ساتھ
ہے حسن رض سے کہ ضرور تھے مسلمان لوگ کوشش کیا کرتے
دعا میں نہ سنا جاتا تھا اون سے مگر نرم سی آواز کیونکہ حق
تعالی فرماتا ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور ذکر کیا ہے اللہ تعالی
نے بندے اپنے زکریا کو پس فرمایا اذ نادی ربہ نداء خفیا۔
دلیل پانچویں عقلی ہے اور وہ یہ کہ نفس سخت میلان والا ہے
اور بڑی رغبت والا طرف ریا اور سنانے کی پس جب بلند کیا
شخص نے آواز اپنا تو خلط ہوگیا ریا ساتھ اُس

ك قلت هذا الحديث ايضا متمسك المعنى لشان نزول قوله تعالى واذا سالك عبادي عني فاني قريب كما تر ١٢ منه عفي عنه

الدعا فلا یبقی فیه فائدة البتة فکان الاولی
اخفاء الدعاء لیبقی مصونا عن الرّیاء المسئلة
الرابعة قال ابو حنیفه اخفاء التامین افضل
وقال الشافعیّ اعلانه افضل واحتج ابو حنیفه
علی صحّة قوله فقال فی قوله امین وجهان
احدهما انه دعاء والثانی انه اسم من اسماء
الله تعالی فان کان دعاءً وجب اخفاءه
لقوله تعالی ادعوا ربّکم تضرّعا وخفیة و
ان کان اسما من اسماء الله تعالی وجب
اخفاءه لقوله تعالی واذکر ربك فی نفسك
تضرعا وخفیة فان لم یثبت الوجوب فلا اقلّ
من النّدب ونحن بهذا القول انتهی کلام الامام
الرازیّ ملخصا مختصرا واخرج ابو یعلی الموصلی
فی مسنده عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا
افضل الذکر الخفی الّذی لا تسمعه الحفظة
یقال لهم یوم القیمة انظروا هل بقی له شئ
فیقولون ما ترکنا شیئا ممّا علمناه وحفظناه
الّا قد احصیناه وکتبناه فیقول الله تعالی
ان لك عندی حسنة لا تعلمه وانا اجزیك
به وهو الذکر الخفیّ انتهی کذا نقله الفاضل
اللکنوی فی رسالته المسمّاة لسباحة الفکر

دعا کی پس نہ باقی رہا اوس میں فائدہ ضرور پس ہوا اولی پوشیدہ
کرنا دعا کا تا کہ باقی رہی محفوظ ریا سی مسئلہ چوتھا۔ کہا امام
ابو حنیفہ رحمہ نے پوشیدہ کرنا آمین کا افضل ہی اور کہا
امام شافعی رحمہ نے کہ جہر کرنا اوسکا افضل ہی اور دلیل
پکڑی ہی امام ابو حنیفہ نے اپنے قول کی صحت پر پس کہا کہ قول اوسکی
آمین میں دو وجہ ہیں ایک اُن کا یہ کہ وہ دعا ہی دوسری
وجہ یہ کہ وہ اسم ہی اسماء اللہ تعالی کی سی پس اگر دعا ہی تو واجب ہوا
اخفاء اُسکا واسطے قول اوسکے کی ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور اگر
ہی اسم اسماء اللہ تعالی کی سی تو واجب ہوا اخفاء اوسکا
واسطے قول اوسکے کی واذکر ربک فی نفسک تضرعا و
خفیۃ کی پس اگر نہ ثابت ہو وجوب پس نہیں اقل ہی
اس سی کہ ہو مستحب اور ہم ساتھ اسی کی قائل ہیں ختم ہوا کلام
امام فخر الدین رازی کا خلاصہ مختصر کر کی ابو یعلی موصلی نے اپنی
سند میں عائشہ رض سے مرفوعا روایت کی ہی کہ بہتر ذکر وہی ذکر خفی ہی
جسکو کرام کاتبین بھی سن سکیں قیامت کے دن اُن (فرشتوں)
سے کہا جائیگا دیکھو اس بندہ کا کوئی عمل بھی باقی رہا ہے (یا نہ) فرشتے
کہینگے ہم نے تو کوئی نہیں چھوڑا جس عمل کو ہم جانتے تہی اور جو ہماری
حفاظت میں تہا اُسکو ہم نے شمار کر کے لکھ لیا ہی پھر اللہ تو (اُس
بندے سے) فرماویگا تیرے پاس تیری ایک ایسی نیکی ہی جس کو تو بھی
نہیں جانتا میں اُسپر تجھکو جزا دونگا اور وہ نیکی ذکر خفی ہی تمام ہوئی
روایت ابو یعلی کی اسیطرح نقل کیا اسکو فاضل (عبد الحی) لکھنوی نے اپنے رسالہ میں
(جسکا نام ہی سباحۃ الفکر)

فی الجهر بالذکر نقلا عن البدور السافرة فی
احوال الآخرة للسیوطی فهذه الآیات و
الاحادیث وآثار السلف الصالح تدل
دلالة بنیة علی ان الذکر والدعاء علی سبیل
الاخفاء اولی وهو الصواب وهو المطلوب
اللهم الا ان یقال المواضع المخصوصة
التی ورد الشرع بالجهر فیها علی طریق
التاکید ولم یجوز الاسرار فیها کقراءة القرآن
للامام فی الصلوة ونحوها من الوظائف
الجهریة وکذا ذکر التلبیة للحاج فی الحج
والتکبیر والسلام للامام فی الصلوة و
نحوها من الاذکار التی لم ترد الا علی
سبیل الجهر بلا اختلاف فتلک المواضع
مستثناة من هذین الکلیتین فثبت بما
ذکرنا ان التامین اما دعاء او اسم من اسماء
الله تعالی بناء علی المقدمة الاولی والاصل
فی الدعاء والذکر هو الاخفاء بناء علی المقدمة
الثانیة فثبت ان التامین الاصل فیه
الاخفاء وهو المطلوب تذییل واعلم ان
ما ذکرنا من ادلة اخفاء الدعاء والذکر هو
علی عادة استدلال القوم علی مرامهم وان

فی الجهر بالذکر کتاب البدور السافرة فی احوال الآخرة سے نقل
کرکے جو شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف ہے پس یہ آیات اور
احادیث اور آثار سلف صالح کے ظاہر دلالت
کرتے ہین اسپر کہ ذکر اور دعا اخفا کے طور پر
اولے ہے اور وہی صواب ہے اور وہی مطلوب
ہے۔ مگر یہ کہ کہا جاوے کہ مواضع مخصوصہ جو کہ وارد
ہوئی ہے شرع ساتھ جہر کے اون مین مؤکد طور پر
اور نہین جائز رکھا اخفا کو اوسمین مثل قراءۃ قرآن کے
واسطے امام کے نماز مین اور مانند اوسکے وظائف
جہریہ سے اور اسی طرح تلبیہ واسطے حاجی کے حج مین
اور تکبیر اور سلام کی نماز مین اور مانند
اون اذکار کے جو کہ نہین وارد ہوئے ہین مگر
جہر طور پر بغیر اختلاف کے پس وہ مقام
مستثنے ہین ان دونون کلیون سے پس ثابت
ہوا ساتھہ اوس چیز کے جو ذکر کیا ہم نے کہ لفظ آمین
کا یا دعا ہے اور یا اسم ہے اسماء اللہ تعالے کے سے بنا کرنے کر
مقدمہ اول پر اور اصل دعا اور ذکر مین اخفا ہے بنا کرنیکر مقدمہ
دوسرے پر پس ثابت ہوا کہ اصل آمین مین وہ اخفا ہے
اور وہی مطلوب ہے یہ تذییل ہے جان تو کہ وہ جو
ذکر کیا ہے ہم نے ادلہ اخفاء دعا اور ذکر کے سے وہ
قوم کی عادت پر ہے دلیل پکڑنے سے اپنی مقصد پر

[1] حاصل اس تمام بحث کا یہ ہے کہ دعا اور ذکر مین اخفا اولی ہے اون کے جہر سے ساتھہ شہادت ان احادیث کی اور آیات اور آثار کی ۱۲ منہ عفی عنہ

فعند هذا الفقير الضعيف ان الذكر ورد فى كثير من المواضع جهرا وفى اكثرها سرا ويختلف باختلاف الاحوال والاشخاص والامكنة والازمان واما دعاء الانسان عن ربه فالاخفاء فيه اولى واصوب مطلقا من كل الوجوه اللهم الا بعروض العوارض الداعية الى الجهر اضطرارا او مصلحة للوقت فانه خارج عن بحثنا اذا فهمت هذا فاعلم ان التامين سواء كان دعاء او اسما من اسماء الله فهو على كلا التقديرين الاخفاء فيه اولى واصوب اما على الاول فظاهر واما على الثانى فكذلك لان معناه على تقدير كونه اسما من اسماء الله ايضا راجع الى معنى الدعاء كما مر وهو المطلوب المقصد

الثانى فى الاستدلال باحاديث النبى صلى الله عليه وسلم واثار الصحابة رضى الله

ورنہ اس فقیر ضعیف کے نزدیک یہی کہ ذکر وارد ہُوا ہے بہت جگہہ مین از روئے جہر کے اور اُنکی اکثر مین از روئے سِرّ کے اور مختلف ہوتا ہے ساتھہ مختلف ہونے احوال اور اشخاص اور مکانوں اور زمانوں کی اور ایپر دعا انسان کی اپنی رب سے پس اخفا اوس مین اولے ہی اور صواب ہے مطلقا ہر وجہ اے بارخدایا مگر ساتھہ عارض ہونے عوارض کے جو کہ بلانے والی ہین طرف جہر کی واسطے حالت اضطرار کی یا کہ واسطے مصلحت وقت کی پس وہ تو ہماری بحث سے خارج ہے جب فہم کیا تونے اسکو پس معلوم کر کہ آمین برابر ہے کہ دعا ہو اور یا کہ اسم اسما اللہ تعالے سے پس ہر دو تو تقدیر پر اخفا اوسمین اولے ہے اور زیادہ صواب ہے ایپر اوّل تقدیر پر پس ظاہر ہی اور ایپر دوسری تقدیر پر پس اوسی طرح پر ہے کیونکہ معنے اوسکی بر تقدیر ہونے اوس کے اسم اسماء اللہ تعالی کی سے راجع ہے طرف معنی دعا کی جیسا کہ گذر چکا اور وہی مطلوب ہے مقصد دوسرا بیچ استدلال کے ساتھہ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور آثار صحابہ رضے اللہ عنہم کے

ف یعنی جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور آثار سلف صالح سے ثابت اور مقرر ہو چکا اور خصم بھی مانتا ہے کہ اصل آمین ... ہے اور دعا کا اصل اخفا ہے جب ان دونون قاعدون کو مسلم مانا جاوے تو خود بخود اخفا آمین ثابت اور اولویت اوس کی ... عندالشرع مقرر ہوئی اور اس سے زیادہ ادلہ کا بیان محتاج الیہ نہین ہے اس کی حاجت تب تھی جب مخالف ان دونون ... کو مسلم اور عندالشرع مقرر نہ مانتا ہو۔ مگر وہ دونون قاعدون کے برحق ہونے کا مقر ہے اور اگر کوئی مخالف ہمارا از راہ تعصب اور ... ان دونون قاعدون کا انکار کرے تو اس پر واجب ہے کہ از روئے کتاب اللہ اور سنت صحیح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ثابت کرے کہ آمین ... ہے کہ اصل دعا کا جہر ہے من کل الوجوہ واتی تیسر ذلک او کان بعضہم لبعض ظہیرا کیف وہو مناقض للکتاب والسنہ واجماع الجمہور

الاستدلال بالاحادیث والآثار علی اخفاء التامین

عند هذا الفقير الضعيف ان الذكر ورد فى كثير من المواضع جهرا وفى اكثرها سرا ويختلف باختلاف الاحوال والاشخاص والامكنة والازمان واما دعاء الانسان عن ربه فالاخفاء فيه اولى واصوب مطلقا من كل الوجوه اللهم الا بعروض لعوارض الداعية الى الجهر اضطرارا او مصلحة للوقت فهو خارج عن بحثنا اذا فهمت هذا فاعلم ان آمين الغامين سواء كان دعاء او اسما من اسماء الله فهو على كلا التقديرين الاخفاء فيه اولى واصوب اما على الاول فظاهر واما على الثانى فكذلك لان معناه على تقدير كونه اسما من اسماء الله ايضا راجع الى معنى الدعاء كما مر وهو المطلوب المقصد الثانى فى الاستدلال باحاديث النبى صلى الله عليه وسلم واثار الصحابة رضى الله

ورنہ اس فقیر ضعیف کے نزدیک یہ ہی کہ ذکر وارد ہوا ہے بہت جگہہ مین از روئے جہر کے اور انکی اکثر مین از روی سر کے اور مختلف ہوتا ہی ساتھہ مختلف ہونے احوال اور اشخاص اور مکانون اور زمانون کی اور اپر دعا انسان کی اپنی رب سے پس اخفا اوس مین اولے ہی اور صواب ہے مطلقا ہر وجہ اے بارخدایا مگر ساتھہ عارض ہونے عوارض کے جو کہ بلانے والی ہین طرف جہر کی واسطے حالت اضطرار کی یا کہ واسطے مصلحت وقت کی پس وہ تو ہماری بحث سی خارج ہے جب فہم کیا تونے اسکو پس معلوم کر کہ آمین برابر ہی کہ دعا ہو اور یا کہ اسم اسماء اللہ تعالے کے سے پس ہر دو نو تقدیر پر اخفا اوسمین اولے ہے اور زیادہ صواب ہے اپر اول تقدیر پر پس ظاہر ہی اور اپر دوسری تقدیر پر پس اوسی طرح پر ہے کیونکہ معنے اوسکی بر تقدیر ہونے اوسکے اسم اسماء اللہ تعالی کو سے راجع ہے طرف معنی دعا کی جیسا کہ گذر چکا اور وہی مطلوب ہے مقصد دوسرا بیچ استدلال کے ساتھہ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور آثار صحابہ رضے اللہ عنہم کے

ح صفحہ یعنی جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور آثار سلف صالح سے ثابت اور مقرر ہو چکا اور خصم بہی مانتا ہے کہ اصل آمین کا دعا ہے اور دعا کا اصل اخفا ہے جب ان ہر دونون قاعدون کو مسلم مانا جاوے تو خود بخود اخفا آمین ثابت اور اولویت اوس کی ضرور بصد ضرور عند الشرع مقرر ہوئی اور اس سے زیادہ ادلہ کا بیان محتاج الیہ نہین ہی اس کی حاجت تب تہی جب مخالف ان دونون قاعدون کو مسلم اور عند الشرع مقرر نہ مانتا ہو۔ مگر وہ دونون قاعدون کے برحق ہونے کا مقر ہے اور اگر کوئی مخالف ہمارا از راہ تعصب اور جہالت کے ان دونون قاعدون کا انکار کرے تو اس پر واجب ہے کہ از روئے کتاب اللہ اور سنت صحیحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ثابت کرے کہ آمین دعا نہین بالکلیہ کہ اصل دعا کا جہر ہے من کل الوجوہ وانی تہیہ ذلک ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا کیف وہو مناقض لکتاب اللہ واجماع الجمہور ۱۲ منہ عفی عنہ

ز الاستدلال بالاحادیث والآثار علی اخفاء التامین

اسماعيل بن مسعود قال ثنا يزيد بن زريع قال
حدثني معمر عن الزهري عن سعيد بن المسيّب
عن ابي هريرة مثله مرفوعاً وجه الاستدلال
من هذا الحديث انّ النبيّ صلى الله عليه وسلّم
لمّا علّم الصحابة طريق التأمين وامرهم فاسند
عليه بقوله وانّ الامام يقول آمين فانّه لو كان
التأمين على سبيل الجهر لما احتاج الى هذا القول
ومنهم وائل بن حجر الحضرمي رضي الله تعالى عنه
وللحديث طريقان الطريق الاوّل طريق شعبة فقد
اخرجه الدارقطني في سننه حدثنا يحيى بن محمّد
بن صاعد ثنا ابو الاشعث ثنا يزيد بن زريع
ثنا شعبة عن سلمة بن كهيل عن حجر ابي العنبس
عن علقمة بن وائل ثنا وائل بن حجر قال صلّيت
مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعته
حين قال غير المغضوب عليهم ولا الضّالين
قال آمين واخفى بها صوته ووضع يده اليمنى
على اليسرى وسلّم عن يمينه وعن شماله واخرجه
الامام احمد في مسنده وابو
داود الطيالسي وابو يعلى الموصلي

اسماعيل بن مسعود نے کہا حدیث کی ہمکو یزید بن زریع نے
کہا حدیث کی مجھکو معمر نے اونسے زہری نے اونسے سعید بن مسیب سے
اونسے ابو ہریرہ رض سے مثل اوسکے مرفوع کر کے وجہ استدلال
کی اس حدیث سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تعلیم کیا
صحابہ کو طریقہ آمین کہنے کا اور امر کیا ساتھ اسکے پس دلیل
پکڑی اوسپر ساتھ قول انکے کہ امام بھی کہتا ہے آمین کیونکہ
اگر ہوتی آمین جہر کے طور سے تو نہ محتاج ہوتے[1] آپ طرف اس
قول کی اور انمیں سے ہے وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ تعالی عنہ
اور اوسکی حدیث کیواسطے دو طریق ہیں طریق پہلا شعبہ بن حجاج کا
ہے پس روایت کیا دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو یحیی بن محمد بن صاعد
نے کہا حدیث کی ہمکو ابو الاشعث نے کہا حدیث کی ہمکو یزید بن زریع نے
کہا حدیث کی ہمکو شعبہ نے اونسے سلمہ بن کہیل سے اونسے حجر ابی
العنبس سے اونسے علقمہ بن وائل سے کہا اونسے حدیث کی ہمکو وائل بن
حجر نے کہا وائل بن حجر رض نے کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے پس سنا میں نے آپکو جبکہ کہا آپنے غیر المغضوب علیہم
ولا الضالین کہا آپ نے آمین اور مخفی کیا آپنے ساتھ اوسکی
آواز اپنی کو اور رکھا ہاتھ دہنا بائیں پر اور سلام دیا اپنی دہنی طرف
اور بائیں طرف اور روایت کیا ہے امام احمد نے اپنی مسند
میں اور ابو داود طیالسی اور ابو یعلی موصلی نے

فی بحث سند وائل بن حجر

[1] یعنی اگر جہر آمین آپ کیا کرتے یا کہ اوسکی تعلیم کی ہوتی تو وہ خود بخود صحابہ کو معلوم ہوتا اور اس بات کی کیا ضرورت پڑتی تو اب یہ معنی ہوئے کہ تم آمین کہو کیونکہ فرشتے اور امام دونوں آمین کہتے ہیں اگرچہ تم نہیں سنتے ١٢
منہ عفی عنہ

فی مسندهما والطبرانیؒ فی معجمه والحاکم فی مستدرکه من طریق شعبة بهذا الاسناد مثله وقال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاه[۱] انتهی وفی روایة للدارقطنی عن وائل بن حجر صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم بجمعة حین قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین واخفی بها صوته نقله الامام العینی فی شرح الهدایة قلت فهذا الحدیث الصحیح ایضاً مؤید للقاعدة المذکورة اعنی ان الاصل فی التامین الاخفاء وهو المطلوب ویرد علی هذا الحدیث ایرادات الاول ان شعبة بن الحجاج قد خالف سفیان الثوری فی هذا الحدیث بذکر علقمة بن وائل وبذکر لفظة خفض بها صوته وفی قوله ابی العنبس وانما هو حجر بن العنبس قال الامام الترمذی فی جامعه سمعت محمد بن اسماعیل یقول حدیث سفیان اصح من حدیث شعبة واخطأ شعبة فی مواضع من هذا الحدیث فقال عن حجر ابی العنبس وانما هو حجر بن العنبس ویکنی ابا السکن وزاد فیه علقمة

اپنی مسند ونمیں اور طبرانی نے اپنی معجم میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں شعبہ کی طریق سے ساتھ اسی اسناد کی مثل اوسکے اور کہا حاکم نے صحیح اسناد والی ہے اور اون دونوں نے نہیں اخراج کیا اوسکا انتہی اور دارقطنی کی روایت میں ہے وائل بن حجر سے کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جمعہ جب فرمایا آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا آپ نے آمین اور مخفی کیا ساتھ اوسکی آواز اپنی کو نقل کیا اوسکو امام عینی نے شرح ہدایہ میں میں کہتا ہوں پس حدیث صحیح بھی مؤید ہے اوسی قاعدہ مذکورہ کو یعنی یہ کہ اصل آمین میں اخفا ہے اور وہی مطلوب ہے اور وارد ہوتے ہیں اس حدیث پر چند اعتراضات اول یہ کہ شعبہ بن حجاج مخالف ہوا ہے سفیان ثوری کا اس حدیث میں ساتھ ذکر کرنے علقمہ بن وائل کے اور ساتھ ذکر کرنے لفظ خفض بہا صوتہ کے اور بیچ قول اوسکے کی حجر ابی العنبس کے اور حال یہ ہے کہ وہ حجر بن عنبس ہے کہا امام ترمذی نے اپنی جامع میں کہ سنا میں نے امام محمد بن اسمٰعیل بخاری کو کہ فرماتے تھے کہ حدیث سفیان کی اصح ہے حدیث شعبہ سے اور خطا کی شعبہ نے اس حدیث میں چند جگہ میں پس شعبہ نے کہا ہے حجر ابی العنبس اور وہ حجر بن عنبس ہے اور وہ کنیت کیا جاتا ہے ابو السکن کر کے اور زیادہ کیا

اعتراضات بر حدیث وائل بن حجر

[۱] ہذا الکلام من الحاکم اعتراض علیہما لان الحدیث مع کونہ علی شرطہما کیف لم یخرجاہ فی صحیحیہما ولکنہ مدفوع عنہما بان الشیخان لم یلتزما ترک الصحیح اصلا بل شرطہما ان ما فیہما صحیح عندہما فلیتأمل ۱۲ منہ عفی عنہ

بن وائل وليس فيه عن علقمه وانّما هو حجر بن
العنبس عن وائل بن حجر وقال خفض بها صوته
وانّما هو مدّ بها صوته انتهى كلام البخارى
وقال الترمذى سالت ابا زرعه عن هذا الحديث
فقال حديث سفيان اصحّ قال وروى العلاء
بن صالح الاسدى عن سلمة بن كهيل نحو رواية سفيان
ثم ذكر الترمذى حديثه كما هو مذكور فيه
قلت وقد فصّله الشوكانى فى نيل الاوطار
بازيد من هذا من شاء فليرجع اليه والجواب
عنه من وجهين الاوّل انّ شعبة بن الحجاج
ثقة حافظ متقن مجمع على امامته وتوثيقه
فزيادته مقبولة قال الترمذى فى كتاب العلل
من جامعه قال يحيى بن سعيد كان شعبة
اعلم بالرّجال فلان عن فلان وكان سفيان
صاحب الابواب انتهى وقال الترمذى فى موضع

بن وائل کو اور حال یہ کہ نہیں اوس میں علقمہ اور سوا اس کے نہیں
کہ وہ حجر بن عنبس نے روایت کیا ہی وائل بن حجر سے اور شعبہ نے
کہا ہی خفض بہا صوتہ اور وہ مد بہا صوتہ ہی ختم ہوا کلام امام بخاری کا
اور کہا ترمذی نے کہ سوال کیا میں نے ابو زرعہ رازی کو اس حدیث
سے پس فرمایا کہ حدیث سفیان کی اصح ہی کہا ابو زرعہ نے اور
روایت کیا ہی علاء بن صالح اسدی نے سلمہ بن کہیل سے مثل
روایت سفیان کی پھر ذکر کیا ترمذی نے اوسکی حدیث کو جیسا
مذکور ہی اوسنے ترمذی میں میں کہتا ہوں کہ مفصل بیان کیا اوسکو
شوکانی نے نیل الاوطار میں زیادہ اس سے جو شخص چاہے پس رجوع
کرے طرف اوسکی اور جواب اوسکا دو وجہ سے ہی اوّل یہ کہ شعبہ بن حجاج
ثقہ حافظ مضبوط ہی اجماع کیا گیا ہی اوسکی امامت اور ثقہ ہونے پر
پس زیادتی اوسکی مقبول ہی کہا ترمذی نے کتاب العلل میں اپنے جامع
سے کہا یحیی بن سعید نے تھا شعبہ زیادہ عالم ساتھ رجال
کے فلان عن فلان میں اور تھا سفیان صاحب
ابواب کا ختم ہوا کلام اوس کا اور کہا ترمذی نے دوسری جگہ میں

ف قلت كلام الشوكانى هكذا اخرج هذا الحديث الدارقطنى وابن حبان وزاد ابو داود ورفع بها صوته قال الحافظ وسنده صحيح وصححه الدارقطنى [illegible] ابن القطان بحجر بن عنبس وقال انه لا يعرف وخطاه الحافظ وقال انه ثقة معروف قيل له صحبة ووثقه يحيى بن معين وغيره وروى الحديث احمد [illegible] الدارقطنى من طريق آخر بلفظ وخفض بها صوته وقد اعلت باضطراب شعبة فى اسنادها ومتنها وروايه سفيان لم يضطرب فى الاسناد ولا المتن قال [illegible] ابن القطان اختلف شعبة وسفيان فقال شعبة خفض وقال الثورى رفع وقال شعبة حجر ابو العنبس وقال الثورى حجر بن العنبس وصوب البخارى وابو زرعة قول الثورى وقد جزم ابن حبان فى الثقات ان كنيته كاسم ابيه فيكون ما قالا صوابا وقال البخارى ان كنيته ابا السكن ولا [illegible] من ان يكون له كنيتان وقد ورد الحديث من طرق ينتفى اعلالها بالاضطراب من شعبة ولم يبق الا التعارض بين شعبة و سفيان وقد رجحت رواية سفيان بمتابعة اثنين له بخلاف شعبة فلذلك جزم النقاد بان روايته اصح كما روى ذلك عن البخارى وابى زرعة وقد حسن الحديث الترمذى وقال ابن سيد الناس ينبغى ان يكون صحيحا انتهى كلام الشوكانى سے يعنى شعبہ علم رجال اور سند کا جاننے والا ہی سفیان سے زیادہ عالم تھے اور سفیان علم احکام [illegible] میں زیادہ عالم تھے اس کلام یحیی بن سعید سے معلوم ہوتا ہی کہ جرح امام بخاری وغیرہ کی شعبہ کی حدیث میں دربارہ وہم کے نہیں کی اور دربارہ حجر ابی العنبس مدفوع ہے اور [illegible] [illegible]

اخر قال حماد بن زید ان اردت الحدیث
فعلیک لشعبۃ انتہی وقال الحافظ ابن حجر فی
تقریبہ شعبۃ بن الحجاج بن الورد العتکی مولاہم
ابو بسطام الواسطی ثقۃ حافظ متقن کان
الثوری یقول ہو امیر المؤمنین فی الحدیث
وہو اول من فتش بالعراق عن الرجال وذب
عن السنۃ وکان عابدا من السابعۃ انتہی
قلت وشید ارکانہ الامام النووی فی تہذیب
الاسماء وغیرہ فی غیرہ لا حاجۃ الی ذکر محامدہ
فانہ غنی عنہ الجواب الثانی ان ما قال الامام
البخاری باطل من اصلہ وفاسد من راسہ
فقد قال الامام العینی فی جوابہ ان
تخطیۃ البخاری مثل شعبۃ خطأ کیف
وہو امیر المؤمنین فی الحدیث وقولہ
حجر ہو ابن عنبس ولیس بابی عنبس لیس
ہو کما قال بل ہو حجر بن عنبس وحجر ابو العنبس
وجزم بہ ابن حبان فی الثقات فقال

الجواب الثانی

اور کہا حماد بن زید نے اگر ارادہ کرتا ہے تو حدیث
پس لازم پکڑ اپنے پر شعبہ کو انتہی اور کہا حافظ ابن حجر
اپنی تقریب میں شعبہ بن حجاج بن ورد العتکی مولاہم
ابو بسطام واسطی ثقہ حافظ مضبوط ہے تھا سفیان
ثوری کہا کرتا کہ وہ تو امیر المؤمنین ہی علم حدیث میں
وہی ہی اوّل جس نے تفتیش عراق میں کی علم رجال کی اور
دور کیا سنت سے اور تھا وہ عابد طبقہ ساتویں سے انتہی
میں کہتا ہوں اور مضبوط کیا ہی ارکان اوسکے کو امام نووی
تہذیب الاسماء میں اور اوسکی غیر نے اسکی غیر میں نہیں حاجت
طرف ذکر کرنے تعریف اوسکی کی کیونکہ وہ غنی ہی اوس سے جواب دوسرا
کہ جو کچھ کہا ہی امام بخاری نے وہ باطل ہی اصل اپنی سے اور فاسد ہی
سے پس کہا امام عینی نے اوسکے جواب میں کہ خطاوار قرار
دینا بخاری کا شعبہ جیسے شخص کو خطا ہی کس طرح خطا
نہ ہو اور حال یہ کہ وہ تو امیر المؤمنین ہی حدیث میں اور قول
اوس امام بخاری کا کہ حجر وہ ابن عنبس ہی اور نہیں وہ حجر
ابو عنبس تو نہیں وہ اس طرح کہ جس طرح کہا ہی بخاری نے
حجر ابو العنبس ہی اور حجر ابن العنبس بھی ہی[٢] اور یقین کیا ہی ساتھ اوسکے

[١] قلت کلام ابن حبان ہکذا حجر بن عنبس ابو السکن الکوفی وہو الذی یقال لہ ابو العنبس یروی عن علی ووائل ابن حجر وروی عنہ سلمۃ بن کہیل انتہی ۱۲ منہ عفی عنہ

[٢] یعنی اوس کی دونو طور پر کنیت ہے سفیان نے اوس طرح پر بیان کی اور شعبہ نے اس طرح ذکر کیا تو دونوں کی کچھ مخالفت نہ ہوئی ۱۲ منہ عفی عنہ

[illegible] ويكنى ابا السكن
[illegible] ابا عنبس لا تنافي [illegible] مانع
[illegible] الشائع المشهور
[illegible] علقمة لا يضر [illegible]
[illegible] من قبل شعبة وقوله
[illegible] انما هو مدّ بها صوته ليس
[illegible] كما قال شعبة انتهى كلام العيني
[illegible] الدارقطني في سننه في حديث وائل من
[illegible] سفيان عن سلمة بن كهيل عن حجر ابي
[illegible] العنبس وهو ابن عنبس عن وائل بن حجر
[illegible] فقد اتفق سفيان مع شعبة في كون
[illegible] ابيه وقال الحافظ ابن حجر في تلخيص
[illegible] ابن القطان ان سفيان وشعبة اختلفا
[illegible] فقال الثوري يقول عن حجر عن وائل
[illegible] يقول حجر عن علقمة بن وائل عن ابيه
[illegible] بن القطان على ما رواه مسلم
[illegible] في سننه حدثنا عمرو بن مرزوق ثنا شعبة

کہ کنیت اوس کی ساتھ نام باپ اوسکیکی ہی اور قول محمد بخاری کا
کہ کنیت کیا جاتا ہی ابو السکن کی ساتھ نہیں منافی ہی کہ ہو کنیت اوسکی
ابو العنبس کیونکہ نہیں مانع اسکو کہ ہوں اوسکے واسطے دو کنیتیں شائع مشہور
ایک اون دونو نکا ہو اور قول اوس امام بخاری کا کہ زیادہ کیا شعبہ نی علقمہ کو
اوسمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ زیادتی ثقہ حافظ کی مقبول ہی خاص کر شعبہ
کیطرف سی اور قول اوسکا کہ لفظ خفض بہا صوتہ وہ لفظ مدّ بہا صوتہ
ہی نہیں وہ جسطرح کہ کہا محمد بخاری نی بلکہ وہ اسطرح پر ہی جسطرح
پر کہا شعبہ نے ختم ہوا کلام امام عینی کا اور کہا دارقطنی نی اپنی سنن میں
وائل کی حدیث میں سفیان کی طریق سی کہ روایت ہی سلمہ بن کہیل
سی اوسنی حجر ابو العنبس سی اور وہی حجر بن عنبس ہے وائل بن
حجر رض سی آخر حدیث تک پس اسوقت متفق ہوا سفیان ساتھ شعبہ کے
بیچ ہونی کنیت اوسکی کی ساتھ نام باپ اوسکیکے اور کہا حافظ ابن حجر نی
تلخیص حبیر میں کہا ابن قطان نی کہ سفیان اور شعبہ دونوں مختلف
ایک اور چیز میں ہیں پس سفیان ثوری کہتا ہی عن حجر عن وائل اور
شعبہ کہتا ہی حجر عن علقمہ بن وائل عن ابیہ میں کہتا ہوں
کہ نہیں واقف ہوا ابن القطان اوس روایت پر جسکو روایت
کیا ہی مسلم کجی نی اپنی سنن میں کہ حدیث کی ہمکو عمرو بن مرزوق نی

[illegible] عبارات امام نووی کی یہ ہی ان شعبة من كبار المحدثين والمتقنين وانه راى الحسن البصري ومحمد بن سيرين وروى عن انس بن
[illegible] عمرو بن دينار وابي اسحاق السبيعي خلق وعنه الاعمش وايوب السختياني وابن اسحاق والثوري وعبد الرحمن بن مهدي ووكيع وعبد الله
[illegible] مبارك ويحيى بن سعيد القطان وخلق سواهم اجمعوا على امامته في علم الحديث واحتياطه واتقانه وجلالة قدره قال احمد بن حنبل لم
[illegible] مثل شعبة في زمانه في الحديث وقال الشافعي لولا شعبة لا يعرف الحديث في العراق وقال احمد شعبة وحده امة في علم الحديث واحوال
[illegible] منه عفی عنہ + ۳۲ و ۳۳ دوسرے صفحہ یعنی ۷۸ پر دیکھو

عن سلمة بن كهيل عن حجر عن علقمة بن وائل عن وائل قال وقد سمعه حجر عن وائل ان النبي صلى الله عليه وسلم فذكر الحديث وهكذا رواه ابوداود الطيالسي في مسنده عن شعبة عن سلمة سمعت حجرا ابا العنبس سمعت علقمة عن وائل وسمعه من وائل انتهى كلام الحافظ فقد ثبت ان اسمه حجر بن العنبس لاينافي لكونه حجر ابي العنبس وكذا ثبت ان واسطة علقمة صحيح كما ان عدم الواسطة به صحيح فقد جزم بهذين الامرين الشوكاني في نيل الاوطار من شاء فليرجع اليه قلت وقد وافق سفيان لشعبة في ذكر لفظة وخفض بها صوته ايضا فجرح البخاري بتفرد شعبة بها مدفوع وسيأتي هذا الحديث ان شاء الله تعالى

سلمہ بن کہیل سے اوسنے حجر عنبس سے اوسنے علقمہ بن وائل سے ... وائل بن حجر سے کہا کہ تحقیق سنا ہے اوسکو حجر نے وائل بن حجر ... تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخر حدیث تک اور اسیطرح روایت ... ہے اوسکو ابوداود طیالسی نے اپنی مسند میں شعبہ سے او... سے کہ سنا ہے میں نے حجر ابوالعنبس سے کہا سنا میں نے علقمہ ... روایت کی وائل بن حجر سے اور سنا ہے اوسنے حجر ابو العنبس نے خود وائل ... حجر سے ختم ہوا کلام حافظ کا پس ثابت ہوا کہ نام اوسکا حجر بن عنبس ... ہے ہونا اوسکو حجر ابوالعنبس اور اسیطرح ثابت ہوا کہ واسطہ علقمہ ... وائل کا ذکر کرنا صحیح ہے پس یقین کیا ہے ان دو امروں کا شوکانی ... نے نیل الاوطار میں جو چاہے پس رجوع کرے طرف اسکی ... کہتا ہوں اور ضرور موافق ہوا ہے سفیان واسطے شعبہ کے ... ذکر لفظ خفض بہا صوتہ کی پس جرح کرنا امام بخاری کا ساتھ ... تفرد شعبہ کے ساتھ اس لفظ کی دفع کیا گیا اور جلد ہی آویگی یہ حدیث ...

بقیہ حاشیہ صفحہ

سلہ یعنی حجر کے باپ کا نام بھی عنبس ہے اور اسکے بیٹے کا نام بھی عنبس ہے تو دونوں کا تعارض نہ رہا ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ یعنی اگر اوسکی کنیت ابو ... ہے تو ابوالعنبس ہونے کو کچھ مخالف نہیں ہے اسکی دو نو طور پر کنیت ہو ایک زیادہ مشہور اور ایک کم مشہور ۱۲ منہ عفی عنہ حرہشی صفحہ ...
سلہ واضح ہو کہ جب حجر عنبس نے یوں روایت کیا کہ مجھ کو دونوں سے روایت ہے لہذا اب مخالف لوگ اس کو دو ... سے خالی نہ جانینگے - یا تو حجر عنبس کی تصدیق کریں گے یا تکذیب - اگر تصدیق کریں پس حدیث صحیح ہوئی اور اگر ... کی تکذیب کریں پس حدیث موضوع قرار پاوے گی - اور وہ باطل ہے دو وجہ سے اول یہ کہ وہ ثقہ ہے - بلکہ بعض ... اوس کو صحابی کہا ہے کما نقل الشوکانی فی نیل الاوطار عن ابن حجر وجہ دوسری یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہوا تو جانبین کی حدیثیں ... ہوئیں وہو خلاف الاجماع بیننا وبینهم فثبت انه صحیح علی کلا الوجہین ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ میں کہتا ہوں کہ حدیث ابوداود ...
سلہ یعنی حجر ابوالعنبس کو دونوں سے روایت ہے اور دونوں سے یہ حدیث سنی ہے لہذا دونوں طرح سے صحیح — ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ قلت وعبارته یکذا فیکون ما ذکرہ صوابا انتهی کلامه ملخصا ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ امام بخ... کا یہ اعتراض تھا کہ شعبہ نے سفیان کی مخالفت کی ہے تین امور میں پس جبکہ وہ مخالفت دور ہو چکی تو اب حدیث شعبہ اور سفیان کی دونو... اگرچہ دونو نے ایک ہی یعنی ذکر اخفا اور حجر بن عنبس اور حجر ابوالعنبس کہنے میں نہ کہ علقمہ کو ذکر کریں اور چونکہ اصل دعا کا اخفا ہی تو وہی غالب ہے جس نے لفظ اخفا کا ...

الايراد الثانی انّ ذکر علقمة بن وائل وان سلّمنا صحته ولکنّ سماعه من ابیه غیر صحیح فانّه وُلد بعد وفات ابیه بستّة اشهر فالحدیث منقطع قال الحافظ ابن حجر فی تقریبه علقمة بن وائل بن حجر بضم المهملة وسکون الجیم الحضرمی الکوفی صدوق الّا انّه لم یسمع من ابیه انتهی وقال ابن حجر فے تهذیب التهذیب وحکی العسکریّ عن یحیی بن معین انه قال انّ علقمة عن ابیه مرسل انتهی وقال الترمذی فی کتاب العلل الکبیر سالت محمد بن اسماعیل البخاری اسمع علقمة بن وائل عن ابیه فقال ولد علقمة بعد ابیه بستّة اشهر انتهی کذا نقله الامام ابن الهمام فی فتح القدیر وقال الحافظ الذّهبی فے میزان الاعتدال علقمة بن وائل بن حجر صدوق الّا انّ یحیی بن معین یقول روایته عن ابیه مرسلة انتهی والجواب عنه انّا نقول ماذا اراد المورد من قوله انّ سماع

اعتراض دوسرا یہ کہ ذکر علقمہ بن وائل کا اگرچہ مان لیں ہم صحت اوسکی مگر سماع اوسکا اوسکے باپ سے غیر صحیح ہے[۵] کیونکہ وہ پیدا ہوا ہے بعد وفات اپنے باپ کی سے چھ ماہ پس یہ حدیث منقطع ہے کہا حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب التہذیب میں علقمہ بن وائل بن حجر ساتھ ضمہ حائے مہملہ کے اور سکون جیم کے ہے حضرمی ہے کوفی صدوق ہے مگر اوسنے نہیں سنا ہے اپنے باپ سے ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اور حکایت کیا ہے امام عسکری نے یحییٰ بن معین سے کہ اوسنے کہا ہے کہ روایت علقمہ کی اپنے باپ سے مرسل ہے ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا ترمذی نے اپنی کتاب علل کبیر میں کہ سوال کیا میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے کہ کیا سنا ہے علقمہ نے اپنے باپ سے پس کہا بخاری نے کہ پیدا ہوا علقمہ بعد وفات اپنے باپ کی چھ ماہ ختم ہوا کلام ترمذی کا اسیطرح نقل کیا ہے اوسکو امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور کہا حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہ علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہے مگر یحییٰ بن معین کہتا ہے کہ روایت اوسکی اپنے باپ سے مرسل ہے ختم ہوا کلام اوسکا اور جواب اوسکا یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کیا ارادہ کیا ہے معترض نے اپنے قول سے کہ سماع

[۵] واضح ہو کہ دعوےٰ عدم سماع علقمہ کا اپنے باپ سے جیسا کہ ابن حجر وغیرہ سے منقول ہے نہایت لچر اور پوچ اور بے بنیاد بات ہے کیونکہ اِس میں کسی کو کلام نہیں کہ علقمہ ثقہ ہے بالاجماع اور خود حجر عنبس اور سلمہ بن کہیل کو خصم ثقہ مانتا ہے اور فے الواقع وہ دونو ثقہ ہیں اور جبکہ ان تینوں نے ایک دوسرے سے لفظ سمعت کیساتھ روایت کیا ہو تو اب اگر علقمہ کی سماعت روایت اون دونوں کی فی الواقع ثابت نہیں تو پھر یہ تینوں شخص کذاب قرار پاے اور حدیث جانبین کی وضعی قرار پائی اور بلکہ تمام صحاح وغیرہ کی حدیثیں جو ان سے مروی ہیں سب نیست ونابود ہوتی ہیں۔ خاص کر کے وائل بن حجر کی جو رفع یدین میں خصم بیان کرتا ہے وغیر ذلک بلکہ باب علم کا درہم برہم ہوا اوا ی جہل اعظم مضر راسے الدین لہذا معلوم ہوا کہ اس حدیث میں کچھ غبار نہیں + ۱۲ منہ عفی عنہ

علقمة من ابيه غير صحيح ان اراد انه لم يسمع من
ابيه لانه ولد بعد وفات ابيه كما نقله الامام
ابن الهمام فهو باطل قطعا وفاسد جزما فقد
نص ائمة الحديث على ان الذي وُلد بعد وفات
ابيه هو عبد الجبار بن وائل الذي يروي حديث
جهر التامين من ابيه واما علقمة فهو اكبر منه بل
شيخه في الحديث فقد قال الحافظ ابن حجر في تهذيب
التهذيب علقمة بن وائل بن حجر الحضرمي الكندي
الكوفي روى عن ابيه والمغيرة بن شعبة وطارق
بن سويد وعنه اخوه عبد الجبار وابن اخيه سعيد
وعمرو بن مرة وسماك بن حرب وغيرهم ذكره ابن
حبان في الثقات وقال ابن سعد كان ثقة قليل
الحديث انتهى وقال ابو سعد السمعاني في الانساب
في ترجمة وائل بن حجر حدث عنه بنوه علقمة و
عبد الجبار انتهى كلامه مختصرا وقال علي القاري
في المرقاة والصحيح ان علقمة سمع من ابيه و
ان الذي لم يسمع من ابيه هو عبد الجبار بن وائل
ولد بعد وفات ابيه بستة اشهر كذا نقله الترمذي
عن البخاري ذكره ميرك انتهى كلام القاري وقال
الشيخ عبد الحق في حاشية الاكمال علقمة بن

علقمہ کا اپنے باپ سے نہیں صحیح اگر ارادہ کیا ہے کہ اوسنے نہیں سنا ہے
اپنے باپ سے کیونکہ وہ پیدا ہوا ہے بعد وفات اپنے باپ کے جیسا کہ نقل
کیا اوسکو امام ابن الہمام نے پس وہ باطل ہے قطعا اور فاسد ہے یقینا
پس تحقیق نص کی ائمہ حدیث نے اسپر کہ وہ جو پیدا ہوا ہے بعد وفات
اپنے باپ کی وہ عبد الجبار بن وائل ہے جو کہ روایت کرتا ہے حدیث
جہر آمین کو اپنے باپ سے اور اسپر علقمہ پس وہ بڑا ہے اوس سے بلکہ
اوسکا شیخ ہے بیچ حدیث کے پس کہا ہے حافظ ابن حجر نے تہذیب
التہذیب میں علقمہ بن وائل بن حجر کندی حضرمی کوفی روایت
کرتا ہے اپنے باپ سے اور مغیرہ بن شعبہ سے اور طارق بن
سوید سے اور روایت کرتا ہے اوس سے بھائی اوسکا عبد الجبار اور
بھائی کا بیٹا سعید اور عمرو بن مرہ اور سماک بن حرب اور غیر اونکا ذکر
کیا ہے اوسکو ابن حبان نے بیچ ثقات کے اور کہا ابن سعد نے تھا ثقہ کم حدیث
والا انتہی اور کہا ابو سعد سمعانی نے کتاب الانساب میں بیچ ترجمہ
وائل بن حجر کے حدیث کی اوس سے اوسکے بیٹوں نے علقمہ اور
عبد الجبار نے[1] ختم ہوا کلام اوسکا مختصر کر کے اور کہا ملا علی قاری نے
مرقاۃ میں اور صحیح یہ ہے کہ علقمہ نے سنا ہے اپنے باپ سے اور
جو اوسنے نہیں سنا ہے اپنے باپ سے وہ عبد الجبار ہے پیدا ہوا ہے
وفات اپنے باپ کی چھ ماہ اسیطرح نقل کیا ہے اوسکو ترمذی نے
امام بخاری سے ذکر کیا ہے اوسکا میرک نے ختم ہوا کلام قاری کا اور
کہا شیخ عبد الحق دہلوی نے حاشیہ اکمال میں کہ علقمہ بن

[1] یہ بات سمعانی وغیرہ کی غلط ہے چنانچہ اُس کی بحث ادلہ جہر آمین کے باب میں آویگی ۱۲ منہ عفی عنہ

وائل بن حجر الكندیّ الحضرمیّ اخو عبد الجبّار تابعی ذکره ابن حبان فی الثقات روی عن ابیه والمغیرة بن شعبة وعنه اخوه عبد الجبّار وسلمة بن کهیل وعمرو بن مرّة وعاصم بن کلیب روی له البخاریّ فی الادب المفرد وفی رفع الایدی فی الصلٰوة ومسلم فی صحیحه ای فی کتاب الصلٰوة وفی کتاب الامارة وفی الاصول دون المتابعات والترمذی فی جامعه فی ابواب الاحکام وقال حسن صحیح انتهی وقال صاحب المشکوة فی الاکمال فی اسماء الرجال فی ترجمة وائل بن حجر رضی عنه ابناه علقمة وعبد الجبّار وغیرهما انتهی واخرج الترمذیّ فی جامعه فی باب المرئة اذا استکرهت علی الزنا من طریق[1] عبد الجبّار بن وائل عن ابیه قال الحدیث ثمّ قال الترمذی هذا حدیث غریب ولیس اسناده بمتّصل الی ان قال سمعت محمّد بن اسمٰعیل یقول عبد الجبّار بن وائل لم یسمع من ابیه ولا ادرکه یقال انه ولد بعد وفاة ابیه بستة اشهر انتهی ثمّ اخرج الترمذی من طریق علقمة بن[2] وائل

وائل بن حجر کندی حضرمی بھائی عبد الجبار کا تابعی ہے ذکر کیا ہے اوسکو ابن حبان نے ثقات میں روایت کرتا ہے اپنے باپ سے اور مغیرہ بن شعبہ سے اور روایت کرتا ہے اوس سے اوس کا بھائی عبد الجبار اور سلمہ بن کہیل اور عمرو بن مرہ اور عاصم بن کلیب روایت کیا ہے اوسکو واسطے بخاری نے ادب مفرد میں اور رفع یدین میں نماز میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں یعنی کتاب الصلٰوة میں اور کتاب الامارة میں اور اصول میں نہ متابعات میں اور ترمذی نے اپنی جامع میں ابواب الاحکام میں اور کہا کہ حسن صحیح ہے انتھی اور کہا صاحب مشکوة نے اکمال میں جو کہ علم رجال میں ہے بیچ ترجمہ وائل بن حجر کی روایت کی اوس سے دونوں بیٹوں نے علقمہ اور عبد الجبار[3] نے اور غیر اونکے نے انتھی اور روایت کیا ہے ترمذی نے اپنی جامع میں بیچ باب المرأة اذا استکرهت علی الزنا کی طریق عبد الجبار ابن وائل سے اوسنے اپنے باپ سے کہا وائل نے آخر حدیث تک پھر کہا ترمذی نے یہ حدیث غریب ہے اور نہیں اسناد اوس کی متصل یہانتک کہ کہا ترمذی نے سنا ہے میں نے محمد بن اسمٰعیل بخاری کو فرماتے تھے کہ عبد الجبار بن وائل نے نہیں سنا ہے اپنے باپ سے اور نہ پایا اوسکو کہا گیا ہے کہ وہ پیدا ہوا ہے بعد وفات باپ اپنے کی چھ ماہ انتھی پھر روایت کیا ترمذی نے علقمہ بن وائل کندی سے

[1] قلت اسناده هكذا حدثنا علی بن حجر ثنا معمر بن سلیمان الرقی عن الحجاج بن ارطاة عن عبد الجبار بن وائل عن ابیه استکرهت امرأة علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم الحدیث ١٢ منه عفی [2] قلت اسناده هكذا حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل عن سماک بن حرب عن علقمة بن وائل الکندی عن ابیه الحدیث ١٢ منه عفی عنه

[3] هذا ایضا غیر صحیح کما عرفت وکما ستعرف ١٢ منه عفی عنه

الکندی عن ابیہ ان امرأۃ خرجت الحدیث
لطولہ ثم قال ہذا حدیث حسن غریب صحیح
وعلقمۃ بن وائل بن حجر سمع من ابیہ وہو اکبر
من عبد الجبار بن وائل وعبد الجبار لم یسمع من
ابیہ انتہی کلام الترمذی بعینہ مختصرا وان اراد
المورد ان حدیثہ من ابیہ لم یرد بصیغۃ السماع
فی موضع من مواضع الاستعمال فہو ایضا باطل
وہذا الکلام انما صدر عن المورد بجہلہ کتب
الحدیث وطرقہ الصحیحۃ عند الائمۃ فقد
ورد حدیثہ بصیغۃ السماع من ابیہ فی عدۃ
مواضع منہا ما اخرجہ البخاری فی رسالۃ رفع[1]
الیدین عن علقمۃ حدثنی ابی الحدیث ومنہا ما
[2]اخرجہ النسائی فی سننہ فی باب رفع الیدین
بلفظہ حدثنی ابی ومنہا ما اخرجہ النسائی فی
[3]باب القود عن علقمۃ ان اباہ حدثہم ومنہا فی ذلک
[4]الباب ان اباہ حدثہم ومنہا ما اخرجہ مسلم[5] فی

اوس نے اپنے باپ سے کہ ایک عورت باہر کو نکلی آخر حدیث تک
مع طوالت کے پھر کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے
اور علقمہ بن وائل نے سنا ہے اپنے باپ سے اور وہ بڑا ہے عبد الجبار
سے اور عبد الجبار نے نہیں سنا اپنے باپ سے ختم ہوا
کلام ترمذی کا بعینہ مختصر کرکے اور اگر ارادہ کیا ہے معترض
نے کہ حدیث اوس کی اپنے باپ سے نہیں وارد ہوئی ہے ساتھ
صیغہ سماع کے کسی موضع میں مواضع استعمال میں سے پس وہ بھی
باطل ہے اور یہ اعتراض معترض سے وارد ہے بسبب جہالت اوس کی کے
کتب حدیث کو اور طرق اوسکے کو جو کہ صحیح ہیں نزدیک ائمہ حدیث
کے پس وارد ہوئی حدیث اوس کی ساتھ صیغہ ثبوت سماع کے اپنے
باپ سے چند مواضع میں اون میں سے وہ حدیث جو روایت کیا ہے
بخاری نے اپنے رسالہ رفع یدین میں علقمہ سے کہ حدیث کی مجھکو میرے باپ نے
آخر حدیث تک اور اونمیں وہ حدیث جو کہ روایت کیا اوسکو نسائی نے
اپنی سنن میں باب رفع یدین میں ساتھ اس لفظ کے کہ حدیث کی مجھکو میرے
باپ نے اور اونمیں سے وہ حدیث جو کہ روایت کیا اوسکو نسائی نے باب القود میں
علقمہ سے کہ باپ اوسکے نے حدیث کی اونکو اور اونمیں سے وہ حدیث جو کہ روایت کیا اوسکو مسلم نے

[1] قلت اسنادہ ہکذا حدثنا الفضل بن دکین انبأنا قیس بن سلیم العنبری قال سمعت علقمۃ بن وائل بن حجر حدثنی ابی قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ منہ عفی عنہ [2] قلت اسنادہ ہکذا اخبرنا سوید بن نصر اخبرنا عبد اللہ بن المبارک عن قیس بن سلیم العنبری حدثنی علقمۃ بن وائل حدثنی ابی قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث ۱۲ منہ عفی عنہ [3] قلت اسنادہ ہکذا اخبرنا یحیی بن زکریا قال حدثنا عبید اللہ بن معاذ قال حدثنی ابی قال ثنا ابو یونس عن سماک بن حرب ان علقمۃ بن وائل حدثہ ان اباہ حدثہ قال انی لقاعد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاءہ رجل الحدیث ۱۲ منہ عفی عنہ [4] قلت وہو ہکذا اخبرنا محمد بن اسمعیل قال ثنا یحیی بن حماد عن ابی عوانۃ عن اسماعیل بن سالم عن علقمۃ بن وائل ان اباہ حدثہم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی برجل قد قتل رجلا الحدیث ۱۲ [5] قلت سند مسلم ہکذا حدثنا زہیر بن حرب ثنا عفان ثنا ہمام ثنا محمد بن جحادۃ قال حدثنی عبد الجبار بن وائل عن علقمۃ بن وائل ومولی لہم انہما حدثاہ عن ابیہ وائل بن حجر انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث ۱۲ منہ عفی عنہ

[6] غرض کہ بخاری اور ترمذی کے قول سے علقمہ کی روایت باپ سے ثابت ہے نہ عبد الجبار کی ۱۲ منہ عفی عنہ

صحیحہ فی باب وضع الید الیمنی علی الیسری عن عبد الجبار عن علقمة و مولی لھم انھما حدثاہ عن ابیہ وائل بن حجر الحدیث ونحو ذالک من مواضع استعمالہ وان اراد المورد ان یحیی بن معین حکم بکون حدیثہ عن ابیہ مرسلا فھو ایضا بدیھی البطلان کما عرفت حالہ قلت ولعلہ بناہ علی کون تولدہ بعد ابیہ وقد علمت حالہ وعندی ان ھذا القول من الامام ابن الھمام وقع سھوا بحیث لم یمیز بین کلام الترمذی والبخاری ان الذی ولد بعد وفات ابیہ ھل ھو علقمة او عبد الجبار ولیس غرضی تنقیص مرتبة ابن الھمام فانہ امام الدنیا فی الفقہ والحدیث ولکن البشر قد یخطی وقد یصیب وبالجملة فلا غبار علی صحة ھذا الحدیث لا اسنادا ولا متنا ولذا نص الحاکم علی کونہ صحیحا علی شرطھما ولعل الحق لا یتجاوز عما قلنا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وعندہ علم الکتاب الطریق الثانی لحدیث وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ اخرج ابن ابی شیبة

اپنی صحیح میں بیچ باب وضع الید الیمنی علی الیسری کی عبد الجبار سے اونہے علقمہ سے اور اونکے غلام سے کہ اون دونوں نے حدیث کی اوسکو اپنے باپ سے یعنی وائل بن حجر سے آخر حدیث تک اور ما تند اوسکی باقی مواضع استعمال سے اور اگر ارادہ کیا ہے معترض نے کہ ابن معین حکم لگایا ہے ساتھ ہونے اس حدیث کے مرسل اپنے باپ سے پس وہ بھی ظاہر البطلان ہے جیسا کہ پہچانا تونے حال اوسکا میں کہتا ہوں شاید اوسنے بنا کیا ہے اوسکو اوپر ہونے تولد اوسکے کی بعد وفات اپنے باپ کی اور خود معلوم کیا ہے تونے حال اوسکا اور میرے نزدیک قول امام ابن الھمام کا واقع ہوا ہے از روئے سہو کی باین طور کہ نہیں فرق کیا درمیان کلام ترمذی اور بخاری کی کہ بعد وفات اپنے باپ کے جو پیدا ہوا وہ علقمہ ہے یا کہ عبد الجبار ہے اور نہیں ہے غرض میری کم کرنا مرتبہ ابن ہمام کا کیونکہ وہ امام ہے دنیا کا فقہ اور حدیث میں مگر بشر کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب کو پہنچتا ہے اور مجمل کلام یہ ہے کہ نہیں ہے کچھ غبار اوپر صحت اس حدیث کو نہ از روئے اسناد کی اور نہ از روئے متن کی اور اسی لیے نص کیا ہے حاکم نے اوپر ہونے اوسکے صحیح اوپر شرط اون دونوں کی[1] اور شاید حق نہ تجاوز کریگا اوس چیز سے جو کہ ہم نے کہا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وعندہ علم الکتاب طریق دوسرا واسطے حدیث وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے

الطریق الثانی لحدیث وائل

[1] غرض کہ حاکم نے اس کو بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق صحیح کہا ہے اور درحقیقت اس میں کوئی جرح معقول طور پر ثابت نہیں ہوئی کیونکہ راوی اتفاقا سب ثقہ اور سند متصل ہو چکی صحیح طور پر اور شذوذ اور نکارت بھی اوس میں نہ رہی پس تمام شرائط صحت کے موجود اور ثابت ہوئے لہذا حاکم کا حکم صحیح ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

حدثنا وكيع قال ثنا سفيان عن سلمة بن كهيل
عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ ولا الضالين
فقال امين وخفض بها صوته انتهى كلامه فهذا
الحديث من طريق سفيان الثوري ايضًا موافق
لطريق شعبة بخفض التامين فعلم ان الصحيح هو
لا سواه به والجرح بتفرد وكيع مدفوع قطعًا لانه
ثقة اجماعًا والله اعلم واخرج الامام ابو جعفر الطحاوي
في شرح معاني الآثار حدثنا سليمان بن شعيب
الكيساني قال على بن معبد قال ثنا ابوبكر بن عياش
عن ابي سعيد عن ابي وائل قال كان عمر وعلي لا
يجهران ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ و
لا بالتامين واخرج الطبراني في الكبير حدثنا
محمد بن عبد الله الحضرمي ثنا احمد بن
يونس ثنا ابوبكر بن عياش عن ابي سعيد البقال
عن ابي وائل قال كان علي وعبد الله لا يجهران
ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ ولا بامين

حدیث کی ہمکو وکیع نے کہا حدیث کی ہمکو سفیان نے اونسے سلمہ بن
کہیل سے اونسے حجر بن عنبس سے اونسے وائل بن حجرؓ سے کہا وائل
بن حجرؓ نے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ پڑھا آپنے
ولا الضالین پس کہا آمین اور پوشیدہ کیا ساتھ اوسکے آواز اپنی کو تمت
پس یہ حدیث سفیان کے طریق سے بھی موافق ہے واسطے حدیث
شعبہ کے بیچ باب اخفاء آمین کے پس جانا گیا کہ صحیح وہی ہے اور بیچ
ساتھ اوسکے اور جرح ساتھ تفرد وکیع کے مدفوع ہے قطعًا کیونکہ
وہ ثقہ ہے اجماعًا واللہ اعلم اور روایت کیا ہے امام ابو جعفر طحاوی نے
شرح معانی الآثار میں حدیث کی ہمکو سلیمان بن شعیب
کیسانی نے کہا حدیث کی ہمکو علی بن معبد نے کہا حدیث کی ہمکو ابوبکر بن
عیاش نے اونسے ابو سعید سے اونسے ابو وائل سے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت
علیؓ نہ تھے جہر کرتے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اور نہ ساتھ اعوذ
کی اور نہ آمین کی اور روایت کیا طبرانی نے کبیر میں حدیث کی ہم کو
محمد بن عبد اللہ حضرمی نے کہا حدیث کی ہمکو احمد بن یونس نے
کہا حدیث کی ہمکو ابوبکر بن عیاش نے اونسے ابو سعید بقال سے
اونسے ابو وائل سے کہا ابو وائل نے کہ تھے حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ
نہ جہر کرتے بسم اللہ کو اور نہ اعوذ کو اور نہ آمین کو ختم ہوا

له تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس طور پر بخاری اور ترمذی نے سفیان کی حدیث کو در باب جہر صحیح قرار دیا تھا اب اوسی طور پر در باب
اخفاء وارد ہوئی اور خود سفیان کی روایت سلمۃ بن کہیل سے شعبہ کے مطابق ہوئی تو ہر طرح سے اخفاء کو قوت ہو گئی اب اگر کوئی اس حدیث
سفیان کو صحیح نہ مانے اور یوں جرح کرے کہ سفیان کے شاگردوں میں سے فقط وکیع نے خفض بہا صوتہ کہا ہے خلاف کسی نے تو اوس کا جواب یہ ہے
کہ وکیع بن جراح ثقہ حافظ ضابط عادل ہے تو اوسکا تفرد کچھ نقصان نہیں کرتا اور میں کہتا ہوں کہ وکیع کا بیان تفصیل کے ساتھ میں نے
اپنے رسالہ ترویج العینین بمسئلہ رفع الیدین میں زیادہ از حد بیان کیا ہے جو چاہے اوس میں دیکھے واللہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ

انتہی کذا نقلہ الخفاجی فی حاشیۃ البیضاوی و
اخرج الامام الطبری فی تہذیب الآثار مثلہ و
قال السیوطی فی جمع الجوامع قال ابو وائل لم یکن
عمر و علی رض یجہران بالبسملۃ ولا بالتعوذ ولا
بالتامین واخرج ابو حفص بن شاہین و ابن
جریر نحوہ وقال شیخ الاسلام العینی فی شرح الہدایۃ
وروی ابو معمر عن عمر بن الخطاب انہ قال یخفی
الامام اربعا التعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم
وآمین وربنا ولک الحمد واخرج ابن جریر
الطبری عن ابراہیم النخعی عن عمر نحوہ کذا نقلہ
علی بن حسام الدین المتقی فی منتخب کنز العمال
قلت فاثر عمر بن الخطاب وعلی رضی اللہ تعالی عنہما وان
کان موقوفا حقیقۃ ولکنہ مرفوع حکما لان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امر الامۃ باتباعہما
حیث قال علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین[سہ]
المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ
وقال صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی
ابا بکر وعمر کیف وفعل الخلفاء الراشدین فی
خلافتہم داخل فی حکم النبوۃ وقد بسط ہذہ
المسئلۃ بالادلۃ الصحیحۃ بحیث لا مزید علیہا

کلام اوسکا اسیطرح نقل کیا اس کو خفاجی نے حاشیہ بیضاوی
میں اور روایت کیا امام طبری نے تہذیب الآثار میں مثل اوسکی
اور کہا سیوطی نے جمع الجوامع میں کہ کہا ابو وائل نے نہ تھے حضرت
عمر رض اور حضرت علی رض جہر کرتے ساتھ بسملہ کے اور نہ ساتھ اعوذ اور
نہ ساتھ آمین کے اور روایت کیا ہے ابو حفص بن شاہین نے اور
ابن جریر نے مثل اوسکی اور کہا شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں
اور روایت کیا ابو معمر نے حضرت عمر بن خطاب سے کہ اونہوں نے
فرمایا ہے کہ پوشیدہ کیا کرے امام چار چیزیں اعوذ اور بسم اللہ
اور آمین اور ربنا لک الحمد کو اور روایت کیا ابن جریر طبری
نے ابراہیم نخعی سے اسی طرح نقل کیا ہے اوسکو علی بن حسام الدین
متقی نے منتخب کنز العمال میں میں کہتا ہوں پس اثر حضرت
عمر رض اور حضرت علی رض کا اگرچہ موقوف ہے حقیقۃ مگر وہ مرفوع
ہے حکما کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق امر کیا
ہے امت کو ساتھ اتباع اونکے کے کیونکہ فرمایا لازم پکڑو
تم سنت میری اور سنت خلفا راشدین کو جو ہدایت والے
ہیں تمسک کرو ساتھ اوسکے اور دانتوں سے پکڑو اوسکو اور
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ نے اقتدا کرو ساتھ اون دونو کے
جو کہ بعد میرے ہونگے یعنی ابوبکر اور عمر کسطرح نہ مرفوع ہو اور حال یہ کہ فعل
خلفا کا اپنی خلافت میں داخل ہے حکم نبوت میں اور بسط کیا ہے اس
مسئلہ کا ساتھ ادلہ صحیحہ کے ساتھ اس حیثیت کے کہ نہیں زیادتی اوسپر

[سہ] قلت اخرج ہذا الحدیث الترمذی وغیرہ من العرباض بن ساریۃ وغیرہ وتفصیلہ فی ازالۃ الخفاء ۱۲ منہ عفی عنہ

عین اعیان الدھلی فی ازالۃ الخفاء عن خلافۃ
الخلفاء جزاہ اللہ خیر الجزاء واخرج الامام محمد
بن الحسن فی کتاب الآثار حدثنا ابو حنیفۃ قال
ثنا حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم النخعی قال
اربع یخفیھن الامام التعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم
وسبحانک اللھم وآمین ثم قال الامام محمد
وبھذا نأخذ وھو قول ابی حنیفۃ رح انتھی واخرج
عبد الرزاق بن ھمام اخبرنا الثوری عن منصور
عن ابراھیم قال خمس یخفیھن الامام فذکر نحو
وزاد وسبحانک اللھم واخرج عبد الرزاق بن
ھمام حدثنا حماد عن معمر اربع یخفیھن الامام
نحو ما رواہ الامام محمد فی الآثار نقل ذلک
الامام العینی فی شرح الھدایۃ والامام ابن
حجر فی تخریج احادیث الھدایۃ من شاء فلیرجع
الیھما وقال الخفاجی فی حاشیۃ البیضاوی
اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابی وائل قال کان علی رض
وابن مسعود لا یجھران بالتامین انتھی وقال الامام
محمد فی کتاب الموطا ینبغی اذا فرغ الامام من ام
الکتاب ان یؤمن الامام ویؤمن من خلفہ و
لا یجھرون بذلک انتھی کلامہ قلت وقد قال
بذلک الامام الشافعی فی روایۃ وکذلک الامام

شاہ ولی اللہ رحمہ نے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں جزا دے
اوس کو اللہ خیر جزا اور روایت کیا امام محمد رح نے اپنی کتاب
الآثار میں حدیث کی ہمکو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا حدیث کی ہمکو
حماد بن ابی سلیمان نے اونہوں نے ابراہیم نخعی سے کہا ابراہیم نخعی
نے چار چیز کو پوشیدہ کرتا ہے امام اعوذ باللہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم
اور سبحانک اللہم اور آمین پھر کہا امام محمد رح نے اور ساتھ اسی
کے عمل کرتے ہیں ہم اور وہی ہے قول ابوحنیفہ رح کا ختم ہوا کلام اونکا
اور روایت کیا ہے عبد الرزاق بن ہمام نے خبر دی ہمکو سفیان ثوری
نے اونہوں نے روایت کی منصور سے اونہوں نے ابراہیم نخعی سے کہا ابراہیم نے
پانچ چیزیں ہیں پوشیدہ کرتا ہے اون کو امام پس ذکر کیا مثل اوسکی
اور زیادہ کیا سبحانک اللہم کو اور روایت کیا ہے عبد الرزاق بن ہمام نے حدیث
کی ہمکو حماد نے اونہوں نے معمر سے ...... کہ چار چیز کو پوشیدہ کرتا ہے امام
جیسا کہ روایت کیا امام محمد نے کتاب الآثار میں نقل کیا اوسکو امام عینی نے
شرح ہدایہ میں اور امام ابن حجر نے تخریج احادیث الہدایہ میں جو چاہے
پس رجوع کرے طرف ان دونوں کی اور کہا خفاجی نے بیضاوی کے حاشیہ
میں کہ روایت کیا طبرانی نے معجم کبیر میں ابو وائل سے کہ تھے حضرت علی
اور ابن مسعود نہ جہر کرتے تھے ساتھ آمین کے انتہی اور کہا امام محمد نے
موطا میں لائق ہے جب فارغ ہو امام ام الکتاب سے یہ کہ آمین کہے
امام خود اور آمین کہے وہ جو اوسکے پیچھے ہے اور نہ جہر کریں
ساتھ اوسکے ختم ہوا کلام اوس کا میں کہتا ہوں اور فرمایا ہے
ہو ہی ساتھ اسکے امام شافعی ایک روایت میں اور اسی طرح امام

... رحمهما نقل ذلك الامام العينيؒ وقال صاحب
... يقول الامام الشافعي يجهرها الامام في
... الجهرية والماموم يخافت هكذا قال
... في مختصره انتهى وقال في الجوهر النقي و
... ... وروى ذلك عن ابن مسعودؓ انتهى
... في الجوهر النقي ايضا وروى عن النخعي و
... الشعبي وابراهيم التيمي انهم كانوا يخفون بامين
... وقال في المبسوط قال ابوحنيفة يخفي الامام
... فهذه الآثار والاخبار مؤيدة للقاعدة
... يعني ان الاصل ان التامين دعاء والاصل
... الاخفاء فثبت ان التامين الاصل
... الاخفاء وهو المطلوب وهو مذهب الحنفية
... تعالى بمنه وكرمه آمين آمين
الفصل الثاني في ادلة جهر التامين مع الجواب
... وفيه مقصدان المقصد الاول في الاستدلال
... تعالى قال الله تبارك وتعالى في آخر
سورة بني اسرائيل ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت
... بين ذلك سبيلا ووجه الاستدلال
... الآية ان الله تعالى امر نبيه بتوسط
صلوة وقد اخرج البخاري ومسلم
عن عائشة رضي الله عنها ان الآية

مالک رحمہما اللہ تعالیٰ نقل کیا اسکو امام عینی نے اور کہا صاحب
کفایہ نے کہ کہا امام شافعی نے جہر کرے اوس کو امام نماز جہریہ
میں اور مقتدی پوشیدہ کرے اسی طرح کہا ہے مزنی نے اپنی
مختصر میں آور کہا جوہر النقی میں اور کہا طبری نے اور روایت کیا
گیا ہے وہ اخفا ابن مسعود رضؓ سے انتہے اور کہا اوسی جوہر نقی
میں اور روایت کیا گیا ہے نخعی اور شعبی اور ابراہیم تیمی سے
کہ وہ سب تھے اخفا کرتے ساتھ آمین کی آہستی اور کہا مبسوط
میں کہا امام ابوحنیفہ نے اخفا کرے امام ساتھ آمین کی انتہے
پس یہ آثار اور اخبار مؤید ہیں قاعدہ مذکورہ کو یعنی یہ کہ آمین
کا اصل دعا ہے اور اصل دعا کا اخفا ہے پس ثابت ہوا کہ
آمین میں اصل اخفا ہے اور وہی مطلوب ہے اور وہی ہے مذہب
علماء حنفیہ کا کثرت کرے اون کی اللہ تعالے ساتھ احسان
اپنے کے اور کرم اپنے کے آمین آمین فصل دوسری بیچ ادلہ
جہر آمین کہنے کے مع جواب اوس کے اور اوس میں دو
مقصد ہیں مقصد اول بیچ استدلال کرنے کے ساتھ کتاب
اللہ تعالیٰ کے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیچ اخیر سورہ بنی اسرائیل
کے اور مت جہر کر ساتھ نماز اپنی کے اور مت کر اخفا ساتھ اوسکے
اور طلب کر درمیان اوسکے طریقہ کو وجہ استدلال کی اس آیت سے
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امر کیا اپنے نبی کو ساتھ متوسط ذکر کے
نماز میں اور روایت کیا ہے امام بخاری اور مسلم نے اور
اون کے غیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تحقیق آیت

بحث ۱۰۴ ادلہ جہر آمین
باب استدلال بآیت القرآن
تفسیر الآیۃ الاول

نزلت فی الدعاء واخرج الطبری من طریق اشعث
بن سوار عن عکرمة عن ابن عباس قال نزلت
فی الدعاء ومن طریق اخر عن ابن عباس مثله
ومن طریق عطاء ومجاهد وسعید ومکحول مثله
کذا نقله ابن حجر فی فتح الباری تحت هذه الاٰیة
ان الجهر علی سبیل التوسط مطلوب فی الدعاء
ومنه التامین فالتوسط فیه ایضًا مطلوب

وهو المطلوب ....

والجواب عنه ان المستدل لا یخلو اما ان یستدل
علی جهر التامین من ظاهر الفاظ الاٰیة فهو
فاسد لعدم الدلالة علیه واما ان یستدل من
حدیث عائشة رضی الله عنها وغیرها فهو ایضًا
کذلک وذلک لان الخصم لیس بقائل بجهر
الاذکار التی هی غیر التامین کالدعاء بین السجدتین
ونحوه واما ان یستدل بان المراد هو التامین
فهو ایضًا فاسد بل هو افسد من الاستدلالین
السابقین وذلک لان الاٰیة مجردة عنه وبان
حدیث عائشة المفسر لهذه الاٰیة قد فسر ان
المراد هو الدعاء فی التشهد فقد قال القسطلانی

نازل ہوئی ہی دعا کی حق میں اور روایت کیا ہی طبری نے
طریق اشعث بن سوار سے اونسے عکرمہ سے اونسے ابن عباس
سے کہا نازل ہوئی ہی یہ آیت دعا میں اور دوسرا طریق
سے ہی مثل اُسکی اور طریق عطا اور مجاہد اور سعید اور مکحول
مثل اسکی اسیطرح نقل کیا ہی اوسکو ابن حجر نے فتح الباری
نیچے اس آیت کی پس معلوم ہوا کہ جہر کرنا طریق توسط پر
ہی دعا میں اور اسی میں سے ہی آمین پس اوسط درجہ او
مطلوب ہی اور وہی مطلوب ہی اور جواب اوسکا یہ ہے
یا تو استدلال کرتا ہے جہر آمین پر ساتھ ظاہر الفاظ
آیت کے پس وہ استدلال فاسد ہی بسبب نہ
دلالت کے اوسپر اور یا کہ استدلال کرتا ہے
عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور غیر اوسکی کی پس وہ بھی
فاسد ہی اور وہ اسواسطے کہ خصم خود قائل نہیں ہی
جہر اون اذکار کی جو کہ آمین کے غیر ہیں جیسا کہ دعا
دو سجدہ کی[1] اور مانند اسکی اور یا یہ کہ دلیل پکڑتا ہی بایں
اُس سے فقط آمین ہی پس وہ بھی فاسد ہی بلکہ زیادہ فاسد
استدلالوں سے جو کہ اول گذری اور وہ اسواسطے کہ آیت شریف
سے اور بایں طور کہ حدیث عائشہ رض کی جو کہ اسکی تفسیر
کی ہی بایں طور کہ مراد دعا سے وہ دعا تشہد[2] میں ہی

الجواب عن الاستدلال

سلہ چنانچہ اللهم اغفرلی وارحمنی واهدنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی ونحو ذالک ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ یعنی آیت میں اوسکا
سلہ چنانچہ ربنا لک الحمد حمدًا کثیرا طیبا مبارکا فیه کما تحب وترضی ربنا ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ یعنی بطریق سرعا کا ...
میں پڑھی جاتی ہے وہ

فی شرح البخاری فی حدیث عائشۃ رض ھذا انہ
من اطلاق الجزء علی الکل اذ الدعاء من بعض اجزاء
الصلوۃ واخرج الطبری وابن جریر والحاکم من
طریق حفص بن غیاث عن ھشام الحدیث وزاد
فیہ فی التشھد وھو مخصص لحدیث عائشۃ اذ
ظاھرہ اعم من ان یکون داخل الصلوۃ اوخارجھا
وعند ابن مردویہ من حدیث ابی ھریرۃ کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی عند البیت
رفع صوتہ بالدعاء فنزلت ومرادہ معناہ اللغوی
انتھی وقد فصلہ ابن حجر فی فتح الباری بازید من
ھذا وبان تفسیر الآیۃ مختلف فیہ فقد اخرج البخاری
ومسلم وغیرھما عن ابن عباس فی قولہ تعالی ولا
تجھر بصلوتک الآیۃ قال نزلت ورسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم مختف بمکۃ وکان اذا صلی باصحابہ
رفع صوتہ بالقرآن فکان المشرکون اذا سمعوا
سبوا القرآن ومن انزلہ ومن جاء بہ فقال
اللہ لنبیہ ولا تجھر بصلوتک ای بقراءتک فیسمع
المشرکون فیسبوا القرآن ولا تخافت بھا عن

شرح بخاری میں بیچ شرح حدیث عائشہ رض کی جو کہ یہ ہی کہ یہ
اطلاق کل کا جزو پر ہی کیونکہ دعا بعض[٥١] اجزا نماز کا ہی اور
روایت کیا ہی طبری نی اور ابن جریر اور حاکم نی طریق حفص
بن غیاث سے اونہی ہشام سی آخر حدیث تک اور زیادہ
کیا اوس میں کہ یہ دعا تشہد میں ہی اور وہ حدیث تخصیص کرنی والی
ہی واسطی حدیث حضرت عائشہ رض کی کیونکہ ظاہر اوس حدیث کا عام ہے
اس سی کہ ہو داخل نماز میں یا کہ خارج[٥٢] اوس سی اور نزدیک ابن مردویہ کے
ہی حدیث ابی ہریرہ رض سی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھی جب نماز پڑھتی
نزدیک خانہ کعبہ کے تو بلند آواز کرتی اپنی ساتھ دعا کی پس نازل
ہوئی یہ آیت اور مراد اوس سی اوسکی معنی لغوی ہیں ختم ہوا کلام اوسکا
اور تفصیل کی ہی اوسکی ابن حجر نی فتح الباری میں زیادہ اس سی اور
نیز جواب اوسکا ایں طور ہی کہ تفسیر آیت کی مختلف فیہ ہی کیونکہ روایت
کیا ہی امام بخاری اور مسلم اور غیر اونکی نی ابن عباس رض سی بیچ تفسیر قول
اوس باری تعالی کی ولا تجہر بصلوتک آخر آیت تک کہا ابن عباس رض نی
نازل ہوئی یہ آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ تھی مکہ میں
اور تھی آپ جب نماز پڑھتی ساتھ صحابہ اپنی کی تو بلند کرتی آواز اپنی
ساتھ قرآن کے پس تھی مشرک لوگ جب سنتی اسکو تو گالیاں دیتی قرآن کو اور اسکو کہ
جس نی اتارا اسکو اور اسکو جو کہ لایا[٥٣] اسکو پس فرمایا اللہ تعالی نی واسطی نبی اپنی کی اور مت

[٥١] یعنی جبکہ صلوۃ کے معنی دعا کے ہوئے تو سب نماز دعا نہیں ہے بلکہ بعض اجزا نماز کا دعا ہے اور بعض نہیں ۱۲ منہ عفی عنہ
[٥٢] یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں دعا عام ہی کہ خارج ہو یا کہ داخل نماز میں اور اس حدیث نے خاص کر دیا کہ خاص تشہد کی
... اور کا واللہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ [٥٣] یعنی اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل کو ۱۲ منہ عفی عنہ

اصحابك وابتغ بين ذلك سبيلا[1] انتهى وقال الامام
النووى فى شرح صحيح مسلم ذكر مسلم حديث
ابن عباس وهو ظاهر فيما ترجمنا له وهو مراد مسلم
بادخال هذا الحديث ههنا وذكر حديث عائشة
ان الاية نزلت فى الدعاء واختاره الطبرى وغيره
لكن المختار الاظهر ما قاله ابن عباس انتهى و
اخرج سعيد بن منصور من طريق صحابى لم يسم
رفعه فى تفسير هذه الاية لا ترفع صوتك فى
دعائك فتذكر ذنوبك فتعير بها نقله ابن حجر
وبالجملة فهذه الاية بل وحديث عائشة فى
شان نزولها لا تعلق لهما باثبات جهر التامين
بل الحق ان جهر التامين شيئ اجنبى من القران
من اوله واخره والله اعلم المقصد الثانى
فى الاستدلال باحاديث النبى صلى الله عليه
وسلم واثار الصحابة رضي الله تعالى عنهم و
التابعين ومن بعدهم رحمة الله تعالى
عليهم اجمعين مع الجواب عنها ولنذكر
اولا مقدمة وتمهيدا ليسهل الجواب ثانيا
اما المقدمة فاعلم ايها اللبيب ان بلت

اصحابہ سے اور طلب کر درمیان اس[1] کے طریقہ کو اور کہا امام نووی نے
شرح صحیح مسلم میں کہ ذکر کیا مسلم نے حدیث ابن عباس رض کو
اور وہ حدیث ظاہر ہے اوسمیں جس کا ترجمہ کیا ہمنے اور وہی
مراد مسلم کی ہے ساتھ داخل کرنے اس حدیث کے اس جگہ میں اور
ذکر کیا حدیث حضرت عائشہ کو کہ آیت نازل ہوئی ہے دعا میں
اور اختیار کیا ہے اوسکو طبری نے اور غیر اوسکے نے مگر مختار زیادہ ظاہر وہ
ہے جو کہ تفسیر کہی ہے ابن عباس رض نے ختم ہوا کلام امام نووی کا اور روایت
کیا ہے سعید بن منصور نے ایک صحابی سے کہ نہ نام لیا اوسکا مرفوع کیا
اوسکو بیچ تفسیر اس آیت کے نہ بلند کر آواز اپنی کو دعا اپنی میں پس ہاں د
کریگا تو گناہ اپنے پس عار پاویگا تو ساتھ اوسکے نقل کیا اسکو ابن حجر نے
اور مجمل بات یہ ہے کہ یہ آیت بلکہ حدیث حضرت عائشہ رض کی جو کہ اوسکی
شان نزول میں ہے کچھ تعلق اونکو نہیں ساتھ ثابت کرنے جہر آمین کے
بلکہ حق یہ ہے کہ جہر آمین ایک اجنبی[2] چیز ہے قرآن سے اسکے اول سے آخر
تک واللہ اعلم بالصواب مقصد دوسرا بیچ استدلال کے ساتھ احادیث نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اور تابعین کے اور
جو کہ اون کے بعد ہیں رحمت کرے اللہ تعالیٰ اون سب پر مع
جواب کے اون سے اور ہم ذکر کرتے ہیں اول ایک مقدمہ اور
تمہید تو کہ آسان ہو جواب اون کا دوسری مرتبہ اپر
مقدمہ پس معلوم کر اے دانا کہ میں نے خریج کی ہے

[1] یعنی نماز میں قراءۃ درمیانہ طور پر ادا کر ۱۲ منہ عفی عنہ [2] وجہ اوسکی یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اصل دعا کا جہر ہے اور نہ کوئی آیت خاص کر کے
وارد ہوئی ہے کہ آمین نماز جہر طور پر ہو اور نہ یہ ثابت ہے کہ آمین دعا ہے گر نہیں ہے بہرحال جہر آمین نماز میں کتاب اللہ تعالیٰ کے مخالف ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ

عبادی عنی فانی قریب الاية ورواه ابن جرير عن محمد بن حميد الرازى عن جرير به ورواه ابن مردويه وابو الشيخ من حديث محمد بن حميد

الجہد فی دلّة جہر التّامین جہدًا بلیغًا ولکن لم یثبت لی الی الآن جہر التّامین بالحدیث القولی بان یّکون الشّارع قد رغّب فی جہرہ او رتّب الثواب المزید علیہ مالم یترتّب علی الاخفاء وکذلک لم یثبت الی الآن انّ الصّحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کانوا یجہرون بالتّامین خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ولو مرّۃ فلو کان جہر التّامین سُنّۃ او مستحبّۃ او اولیٰ من الاخفاء لثبت ہٰذان الامران واما التّمہید فاعلم انّی قد تتبّعت احادیث جہر التّامین فلم یثبت الا انّ الجہر لیس بمقصود ولا غرض للشّارع بل ہو امر وقع منہ صلی اللہ علیہ وسلّم بلا قصد التشریع بل علی غرض التعلیم کما دلّ علیہ قصّۃ وقوعہ وہی انّ وائل بن حجر یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کان یصلّی بالنّاس فلمّا فرغ عن قولہ ولا الضّالین قال اٰمین وجہر بہ بحیث سمع منہ من کان خلفہ من الصّحابۃ ممّن کان یلیہ من الصّف الاوّل

طاقت میں نے تتبع ادلہ جہر آمین کی تتبع بہت مگر نہیں ثابت ہوا واسطے میرے اب تک جہر کرنا آمین کا ساتھ حدیث قولی کے بایں طور کہ شارع نے رغبت دی ہو اوسکی جہر میں اور یا کہ مرتب کیا ہو ثواب زیادہ اوسپر جسقدر کہ نہیں مرتب اخفا پر اور اسیطرح نہیں ثابت ہوا اب تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جہر کرتے ساتھ آمین کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو پس اگر ہوتا جہر کرنا آمین کا سنت یا کہ مستحب یا کہ اولیٰ اخفاء سے تو البتہ ثابت ہوتے یہ دونوں امر[1] واللہ اعلم بالصواب اور اپر تمہید پس جان تو کہ میں نے تتبع کیا ہی جہر آمین کی حدیثوں کو پس نہیں ثابت ہوا مگر یہ کہ جہر کرنا نہیں مقصود اور نہ غرض شارع کی بلکہ وہ ایک ایسا امر ہی کہ واقع ہوا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے بغیر قصد تشریع کی بلکہ تعلیم کی غرض پر جیسا کہ دلالت کرتا ہی اوسپر قصہ وقوع آمین کا اور وہ یہ کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھاتی لوگوں کو پس جبکہ فارغ ہوئے آپ قول اپنے ولا الضالین سے فرمایا آپ نے آمین اور جہر کیا آپ نے ساتھ اوسکی اس حیثیت پر کہ سنا آپسے اون لوگوں نے جو کہ تھے پیچھے آپ کے صحابہ سے اونمیں سے جو کہ متصل تھے آپکو صف اول

---

[1] غرض کہ جب صحیح سند کیساتھ نہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حدیث قولی میں جہر کی ترغیب دی اور خود صحابہ رضی اللہ عنہم سے کچھ ایک بھی جہر آمین کا سند صحیح وارد نہوا تو معلوم ہوا کہ اگرچہ مستحب ہو اور اولیٰ نہیں بلکہ اپنے اصل پر باقی رہا کہ آمین دعا ہے اور اصل دعا کا اخفاء ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

فلمّا قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم سمع الله لمن حمده فعطس رجل من المؤتمين خلفه وهو رفاعة بن رافع الزرقيّ كما هو مصرّح عند النسائي وغيره من حديث رفاعة نفسه وقال ربّنا لك الحمد حمدا كثيرا طيّبا مباركا فيه ونحو ذلك من الالفاظ فسمع رسول الله صلّى عليه وسلّم ذلك منه فلمّا انصرف النبيّ صلى الله عليه وسلّم من صلوته قال من المتكلم بكلمة كذا وكذا فقال رفاعة بن رافع انا يا رسول الله فبشّره النبيّ صلّى الله عليه وسلّم بانّ قوله هذا قد ابتدرها بضعة عشر ملكا ايّهم يكتبها اوّلًا كما هو مذكور في موضعه وقصّة حديث رفاعة متحدّة مع قصّة حديث وائل بن حجر كما هو المصرّح عند النّسائي في تحديث جهر التّامين من طريق عبد الجبّار بن وائل عن وائل وقد صرّح رفاعة بن رافع انّ وقوع قصّة

میں سے پھر جبکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمع اللہ لمن حمدہ پس چھینک لی ایک مرد نے اونمیں سے جو کہ پیچھے آپ کے تھے اور وہ رفاعہ بن رافع زرقی تھے جیساکہ وہ تصریح کیا گیا ہے نزدیک نسائی کے اور غیر اوسکے کے حدیث خود رفاعہ کی سے اور کہا رفاعہ رض نے ربّنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیّبا مبارکا فیہ اور مانند اسکے الفاظ سے پس سنا وہ کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس شخص سے پس جبکہ پھرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فرمایا کہ کون ہے کلام کرنیوالا ساتھ کلمہ فلانے اور فلانے کے پس کہا رفاعہ بن رافع رض نے میں ہوں یا رسول اللہ پس بشارت دی اوسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں طور کہ کہنا تیرا اس کلمہ کو جلدی کی ہے ساتھ اوسکے دس اور چند فرشتوں نے کہ کونسا اونکا پکڑے اوسکو اوّل جیساکہ وہ مذکور ہے اپنی جگہ میں اور قصہ حدیث رفاعہ کا متحد ہے ساتھ قصہ حدیث وائل بن حجر رض کی جیساکہ وہ صریح ہے نزدیک نسائی کی بیچ حدیث جہر بالتامین کے طریقہ عبد الجبار بن وائل سے اور تصریح کی ہے رفاعہ بن رافع رض نے کہ وقوعہ قصہ

لہ قلت ورود قول رفاعة بن رافع حين عطس لقد اخرج الترمذي في جامعه حدثنا قتيبة بن سعيد نا رفاعة بن يحيى بن عبد الله بن رفاعة بن رافع الزرقي عن عم ابيه معاذ بن رفاعة عن ابيه قال صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم فعطست قلت الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه مباركا عليه كما يحب ربنا ويرضى فلما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وانصرف فقال من المتكلم في الصلوة فلم يتكلم احد ثم قالها الثانية من المتكلم في الصلوة فقال رفاعة بن رافع بن عفراء انا يا رسول الله قال كيف قلت قال الحمد لله حمدا الخ فقال النبي صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده لقد ابتدرها بضعة وثلاثون ملكا ايهم يصعد بها قال الترمذي وفي الباب عن انس ووائل بن حجر وعامر بن ربيعة ١٢ منه سے قلت اتحاد حديث وائل بن حجر مع حديث القائل ربنا لك الحمد حمدا كثيرا الخ فقد اخرج النسائي في سننه عن عبد الجبار بن وائل عن ابيه قال صليت خلف رسول الله صلعم فلما كبر رفع يديه حيال اذنيه فلما قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين فسمعته وانا خلفه فسمع رسول الله صلعم رجلا يقول الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه فلما سلم النبي صلعم من صلوته قال من صاحب هذه الكلمة في الصلوة فقال الرجل انا يا رسول الله وما اردت بها باسا قال النبي صلعم لقد ابتدرها اثنا عشر ملكا فما نهنهها دون العرش انتهى ١٢ منه عفي عنه سے تعداد ملائکہ میں اس حدیث میں اختلاف ہے کسی میں زیادہ کسی میں کم مگر وہ سب تصرف رواۃ کا ہے کیونکہ قصہ ایک ہی بار واقع ہوا ہے واللہ اعلم بالصواب ١٢ منہ عفی عنہ

تيناولك الحمد كان يومًا فقط لا انه يد
نه وافاد لبشر بن عمرو الزهراني في رواية
عن رفاعة بن يحيى ان تلك الصّلوٰة كانت
مغرب على ما حققه الحافظ ابن حجر في فتح
الباري تحت حديث رفاعة فهذا القدر هو
الثابت من حديث جهر التامين لا انه يد
عنه لا ان الرواة قد تصرفوا في بيان ادائه
بصيغ مختلفة والفاظ متعددة فمرة يقول
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
آمين ومرة يقول انه قال آمين فسمعناها
منه ومرة يقول قال آمين ومدّ بها صوته و
مرة يقول ورفع بها صوته ومرة يقول فجهر
بآمين ومرة يقول وسمعته وانا خلفه ومرة
يقول قال آمين يرفع بها صوته ومرة يقول
آمين حتى يسمع من يليه من الصف الاول
ومرة يقول كان النبي صلى الله عليه وسلم
اذا فرغ من ام القران رفع صوته وقال آمين

ربنا لك الحمد کا تھا ایک ہی روز فقط نہ زیادہ اوس سے
اور فائدہ دیا ہے بشر بن عمر زہرانی نے اپنی روایت میں
رفاعہ بن یحیی سے کہ وہ نماز تھی مغرب کی بنا کرنے کر اوپر
جو تحقیق کیا ہی اوس کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نیچے
حدیث رفاعہ رض کے پس اسی قدر وہ ثابت ہے جہر
آمین میں نہ زیادہ اوس سے مگر راویوں نے تصرف
کیا ہے بیچ بیان ادا کرنے اوس کے کے ساتھ صیغوں
مختلفہ کے اور الفاظ متعددہ کے پس کبھی کہتا ہی کہ سنا ہم
نے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا آپ نے آمین
اور کبھی کہتا ہی کہ فرمائی آپ نے آمین پس سنا ہم نے اوسکو
آپ سے اور کبھی کہتا ہی کہ فرمائی آپ نے آمین اور دراز کی آواز اپنی
ساتھ اوسکے اور کبھی کہتا ہی بلند کی آپ نے ساتھ اوسکے آواز اپنی اور کبھی
کہتا ہی پس جہر کیا آپ نے ساتھ آمین کے اور کبھی کہتا ہی کہ سنا میں نے
اوس آمین کو اور میں آپکے پیچھے تھا اور کبھی کہتا ہی فرمائی آپ نے آمین بلند کرتے
ساتھ اوسکے آواز اپنی کو اور کبھی کہتا ہی کہ فرمائی آپ نے آمین یہانتک کہ سنا اوسکو ان
لوگوں نے جو ملتے تھے آپکو صف اول میں سے اور کبھی کہتا ہی کہ تھے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم جب فارغ ہوتے ام القرآن سے بلند کرتے آواز اپنی اور فرماتے آمین

[illegible] خرج ابوداود والبخاری والنسائی عن رفاعہ بن رافع قال کنا یوما نصلی وراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رفع رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم راسہ من الرکوع قال سمع اللہ لمن حمدہ قال رجل وراءہ اللهم ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ فلما انصرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال من المتکلم بہا آنفا فقال الرجل انا یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد رأیت بضعة
وثلاثين ملكا يبتدرونها ايهم يكتبها اول انتهى ١٢ ١٥٤ اور بڑی سے بڑی دلیل
[illegible] زیادہ یہ ہے کہ جتنے صحابی صاحب قصہ کا نام ذکر کرتے ہیں تو بجز رفاعہ بن رافع کے کسی کا نام نہیں مقرر کرتے اور جبکہ نام ذکر نہیں کرتے تو مختلف
[illegible] بیان کرتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ واقع ایک بار ہوا اور بیان میں کم و بیش کیا ہی ١٢ منہ عفی عنہ

ونحوه ذلك من الالفاظ بالتصرّفات المتعدّدة بحيث يحصل من مجموع ماذكرنا انّ وقوع جهر التّامين كان مرّة كما يدلّ عليه اتّحاد قصّته مع قصّة رفاعة بجهر ربّنا ولك الحمد الخ نعم انّ الرّواة قد تصرّفوا بالفاظ منشتّتة لا يثبت منها تعدّد وقوعها ولا الترغيب من الشّارع الى الجهر بها فعلم انّ الجهر ليس بمقصود ولا غرض اذا تمهّد هذه المقدّمة والتّمهيد فنقول انّ القائلين بسنيّة الجهر قد استدلّوا على ماذهبوا اليه باحاديث جمع من الصّحابة رض فمنهم عائشة وابن عباس رضي الله عنهما في حديث حسد اليهود على السّلام والتّامين .... والجواب عنهما انّ حديث ابن عباس ضعيف جدًّا وحديث عائشة رضي الله عنها دليل لنا عليهم لا لهم

اور مانند انکی الفاظ ... ساتھ تصرفات متعددہ کی بایں حو... حاصل ہوتا ہے مجموع اوس چیز سے جو کہ ہمنے ذکر کیا ہی ک... جہر آمین کا تھا ایک ہی بار جیسا کہ دلالت کرتا ہی اوسپر متح... قصہ اوسکی کا ساتھ قصہ رفاعہ رض کی ساتھ جہر کرنی لفظ ربنا... الحمد الخ کی البتہ راویوں نی تصرف کیا ہی ساتھ الفاظ مختلفہ... ثابت ہوتا ہی اوس سی تعدد وقوع اوسکا اور نہ ترغیب کسی... شارع علیہ السلام سی طرف جہر اوسکی کی پس معلوم ہوا کہ جہر کرنا نہیں... اور نہ کچھ غرض ہی جبکہ ممہد ہوچکا یہ مقدمہ اور تمہید[1] پس کہتے... ہم کہ قائلین ساتھ جہر آمین کی دلیل پکڑتے ہیں اوپر جو کہ گ... ہیں طرف اوسکی ساتھ احادیث ایک جماعت کی صحابہ رضی ا... سے پس اونمیں سی ہیں حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ ع... نبیچ حدیث حسد کرنی یہود کی سلام اور آمین پر -- -- -- -- -- -- -- -- -- -- -- -- -- اور جواب اون دو... یہ ہی کہ حدیث ابن عباس رض کی نہایت ضعیف ہی اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل ہماری ہی اونپر نہ اون ک...

[1] غرض اس مقدمہ اور تمہید سے چند امور کا ثابت کرنا ہے اول یہ کہ قصہ جہر آمین کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متحد ہے سا... رفاعہ کہ کہ اونہوں نے بلند آواز سے ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً الخ کہا تھا آپ کے پیچھے دوسرا یہ کہ جب وقوعہ ربنا لک الخ کا ایک بار ہوا تھا تو جہر... آپ کا جو کہ متحد ہی ساتھ اوس کی وہ بھی تمام عمر بھر میں ایک بار ہوا تیسرا یہ کہ سبب کہنے رفاعہ بن رافع کا اوس کو پہنچنیک کا... جس سے ثابت ہوا کہ یہ قصد سے نہیں ہوا تو اسی طرح جہر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کو بطور قصد کی نہیں ہو... چوتھا یہ کہ جب ربنا لک الحمد الخ جس کو آنحضرت نے سنکر بشارت دی اور اوس پر ترغیب فرمائی ساتھ حدیث قولی کے عموم... جب اوس کا جہر کرنا خاص کرکے مقتدی کو جس کا یہ قصہ ہے مسنون اور مستحب کسی کے نزدیک نہیں ہے تو جہر کرنا آمین کا... ایک بار تمام عمر میں وارد ہوا ہی کسطرح مسنون اور مستحب قرار دیا جاوی کیونکہ اصول حدیث میں قاعدہ ہی الفعل لا عموم له کذا قال الحافظ ابن ح... فی فتح الباری فی مواضع متعددۃ وغیرہ من الفقہاء والمحدثین اور اگر کوئی شخص بہت سی بحث مباحثہ کری تو وہ تمام عمر میں ایک بار... منسوب ہوں اور وہ بھی فقط امام ہونی کی حالت میں نہ غیر میں اگر لے کیونکہ سنت سی تجاوز کرنا منع ہی جیسا کہ اوسمیں قصور کرنا منع ہی واللہ اعلم...

ص و ابطال الاصل علی باعلام جہر بیشتر ... ابن حجر بعینکہ بیان آخر ... باشتراکہ انشاء اللہ تعالیٰ
بحث حدیث حسد الیہود علی التامین

علينا . . . . ومنهم علیّ بن ابی طالب
رضی الله عنه فاخرج ابن ماجة فی سننه حدثنا
عثمان بن ابی شیبة ثنا حمید بن عبد الرحمان
ثنا ابن ابی لیلی عن سلمة بن کهیل عن حجیة بن
عدی عن علی رض قال سمعت رسول الله صلی
الله علیه وسلم اذا قال ولا الضالین قال
آمین انتهی والجواب عندنا ان حجیة بن عدی
صدوق یخطیٔ من الثالثة انتهی کما فی التقریب
وابن ابی لیلی هو محمد بن عبد الرحمن بن ابی
لیلی سیٔ الحفظ کثیر الخطأ عندهم بحیث
لا یحتجون به کما هو عند الترمذی والبخاری
فی رسالة رفع الیدین وسائر کتب اسماء الرجال
وحاله مشهور عند الکل و علی تقدیر صحته
الحدیث لا یدل علی الجهر بنفس قوله سمعت
وقد کان مذهب علی رضی الله عنه عدم الجهر
بالتامین کما مر اثره فی ادلة الاخفاء والراوی
اذا خالف مرویه فالعبرة لعمله لا لمرویه
وقد قال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل سألت
ابی عن هذا الحدیث قال هذا عندی خطاء و
ابن ابی لیلی سیٔ الحفظ انتهی کذا نقله صاحب
الفتح المبین ومنهم ام الحصین رضی الله عنها

ہم پر۔ . . . . اور اونمیں سی ہیں حضرت
علی رضی اللہ عنہ پس روایت کیا ہی ابن ماجہ نی اپنی سنن میں
حدیث کی ہمکو عثمان بن ابی شیبہ نی کہا حدیث کی ہمکو حمید بن
عبد الرحمن نی کہا حدیث کی ہمکو ابن ابی لیلی نی اونسی سلمہ بن کہیل سے
اونسی حجیہ بن عدی سی اونسی علی رضی اللہ سی کہا حضرت علی
نی کہ سنا میں نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ کہا ولا الضالین
کہا آمین ختم ہوا کلام اوسکا اور جواب اوسکا یہ ہی کہ حجیہ بن عدی
صدوق خطا کرتا ہی طبقہ ثالثہ سی انتہی جیسا کہ تقریب میں ہے
اور ابن ابی لیلی وہ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی ہی خراب
حفظ والا بہت خطا والا نزدیک اونکی باین طور کہ نہیں
حجت پکڑتے وہ لوگ ساتھ اوسکی جیسا کہ نزدیک ترمذی کی ہے
اور نزدیک بخاری کی رسالہ رفع یدین میں اور باقی تمام کتب
اسماء الرجال میں اور حال اوسکا مشہور ہی سب کے نزدیک اور
اوپر تقدیر صحت اوسکیکی پس حدیث نہیں دلالت کرتی جہر پر ساتھ
فقط قول اوس رضی اللہ عنہ کی جو کہ سمعت ہی اور اسیواسطی تھا مذہب حضرت
علی رض کا نہ جہر کرنا ساتھ آمین کے جیسا کہ گذرچکا اثر اونکا اخفا کی دلیلوں
میں اور راوی جب مخالف ہو روایت اپنی کا پس اعتبار روسطی عمل
اوسکیکی ہو نہ واسطے روایت اوسکیکی اسیواسطی کہا ابن ابی حاتم نے
کتاب العلل میں سوال کیا میں نی اپنی باپ سی اس حدیث سی
پس کہا یہ حدیث خطا ہی اور ابن ابی لیلی خراب حفظ والا ہی انتہی نقل
کیا اسکو صاحب فتح المبین نی اور اون ہی میں سی ہیں ام الحصین رض

.... ومنهم علیّ بن ابی طالب
عنہ فاخرج ابن ماجۃ فی سننہ حدّثنا
ابی شیبۃ ثنا حمید بن عبد الرّحمان
ابی لیلی عن سلمۃ بن کھیل عن حجیۃ بن
عن علی رض قال سمعت رسول اللّٰہ صلّی
وسلّم اذا قال ولا الضّالّین قال
انتھی والجواب عندانّ حجیّۃ بن عدي
یخطئ من الثّالثۃ انتھی کما فی التقریب
لیلی ھو محمّد بن عبد الرّحمٰن بن ابی
الحفظ کثیر الخطاء عندھم بحیث
یحتجّون بہ کما ھو عند التّرمذیّ والبخاریّ
رفع الیدین وسائر کتب اسماء الرّجال
مشھور عند الکلّ وعلی تقدیر صحّتہ
لایدلّ علی الجھر بنفس قولہ سمعت
ان مذھب علی رضی اللّٰہ عنہ عدم الجھر
کما مرّ اثرہ فی ادلّۃ الاخفاء والرّاوی
مرویہ فالعبرۃ لعملہ لا لمرویہ
قال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل سألت
ھذا الحدیث قال ھٰذا عندی خطاء و
ابی لیلی سیّئ الحفظ انتھی کذا نقلہ صاحب
مبین ومنھم امّ الحصین رضی اللّٰہ عنھا

اور اونمیں سی ہیں حضرت .... ہم پر
علی رضی اللہ عنہ پس روایت کیا ہی ابن ماجہ نی اپنی سنن میں
حدیث کی ہمکو عثمان بن ابی شیبہ نی کہا حدیث کی ہمکو حمید بن
عبد الرحمن نی کہا حدیث کی ہمکو ابن ابی لیلی نی اونسی سلمہ بن کہیل سی
اونسی حجیہ بن عدی سی اونسی علی رضی اللہ سی کہا حضرت علی نی
کہ سنا میں نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ کہا ولا الضالین
کہا آمین ختم ہوا کلام اوسکا اور جواب اوسکا یہ ہی کہ حجیہ بن عدی
صدوق خطا کرتا ہی طبقہ ثالثہ سی انتہی جیسا کہ تقریب میں ہے
اور ابن ابی لیلی وہ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی ہی خراب
حفظ والا بہت خطا والا نزدیک اونکی بایں طور کہ نہیں
حجت پکڑتے وہ لوگ ساتھ اوسکی جیسا کہ نزدیک ترمذی کی ہے
اور نزدیک بخاری کی رسالہ رفع یدین میں اور باقی تمام کتب
اسماء الرجال میں اور حال اوسکا مشہور ہی سب کے نزدیک اور
اوپر تقدیر صحت اوسکیکی پس حدیث نہیں دلالت کرتی جہر پر ساتھ
فقط قول اوس رضی اللہ عنہ کی جو کہ سمعت ہی اور اسیواسطی تھا حضرت
علی رض کا نہ جہر کرنا ساتھ آمین کے جیسا کہ گذر چکا اثر اونکا اخفا کی دلیلوں
میں اور راوی جب مخالف ہو روایت اپنی کا پس اعتبار واسطی عمل
اوسکیکی ہو نہ واسطے روایت اوسکیکی اسیواسطی کہا ابن ابی حاتم نے
کتاب العلل میں سوال کیا میں نی اپنی باپ سی اس حدیث سی
پس کہا یہ حدیث خطا ہی اور ابن ابی لیلی خراب حفظ والا ہی انتہی نقل
کیا اسکو صاحب التحقیق المبین نے اور اون میں سی ہیں ام الحصین رض

فاخرج اسحاق بن راهويه من طريق اسمٰعيل[١]
بن مسلم المكی عنها انها صلت خلف رسول[٢]
الله صلی الله عليه وسلم فلما قال غير المغضوب
عليهم ولا الضالين قال امين فسمعته وهی فی
صف النساء كذا نقله الحافظ ابن حجر فی تخريج
احاديث الهداية وروی الطبرانی فی معجمه الكبير
ولفظه هذا عن ام الحصين انها كانت تصلی
خلف رسول الله صلی الله عليه وسلم فی صف
النساء فسمعته يقول الحمد لله الی قوله ولا الضالين
قال امين حتی سمعته وانا فی صف النساء وكان
يكبر اذا سجد واذا ركع نقله صاحب التامين[٣]
بالتامين فی رسالته والجواب عنه ان فی اسناد
هذا الحديث اسماعيل بن مسلم المكی وهو ضعيف
قال الحافظ ابن حجر فی تقريبه اسماعيل بن مسلم
المكی ابو اسحاق كان من البصرة ثم سكن مكة
وكان فقيها ضعيف الحديث من الخامسة انتهی
وقال الترمذی فی جامعه اسماعيل بن مسلم المكی
يضعف فی الحديث من قبل حفظه انتهی وقال

جواب حدیث ام الحصین

پس روایت کیا ہی اسحاق بن راہویہ نے طریق اسماعیل
مکی سے اونسے ام الحصین سے کہ ام الحصین یعنی
گذاری پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس جبکہ کہا آپنے
علیہم ولا الضالین فرمایا آپنے آمین پس سنا اوس
اور وہ عورتوں کی صف میں تھی اسی طرح نقل کیا اوسکو حافظ
حجر نے تخریج احادیث الہدایہ میں اور روایت کیا ہی طبرانی
معجم کبیر میں اور لفظ اوسکا یہہ ہی روایت ہی ام الحصین
کہ وہ نماز پڑھتی پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں
صف میں پس سنا میں نے آپ کو پڑھتے تھے الحمد اللہ
قول اوس باری تعالی کے ولا الضالین تک کہا آپنے آمین
کہ سنا میں نے اوس آمین کو اور میں عورتوں کی صف میں تھی اور تکبیر
کہتی جب سجدہ کرتی اور رکوع کرتے نقل کیا ہی اوسکو مصنف
التامین بالتامین نے اور جواب اوسکا یہہ ہی کہ اوسکی اسناد میں
اسمٰعیل بن مسلم مکی ہی اور وہ ضعیف ہی کہا حافظ ابن حجر
تقریب میں اسماعیل بن مسلم مکی ابو اسحاق تھا بصرہ
سکونت کی اونے مکہ میں اور تھا فقیہ ضعیف حدیث
طبقہ پانچویں میں سی انتہی اور کہا ترمذی نے اپنی جامع میں
ابن مسلم مکی ضعیف کیا جاتا ہی حدیث میں سبب حفظ اوسکے

[١] قلت اسناده هكذا اخبرنا النضر بن شميل ثنا هارون الاعور عن اسماعيل بن مسلم عن ابی اسحاق عن ابن ام الحصين عن امه الحديث نقله الامام الزيلعی فی تخريج احاديث الهداية ١٢ منه عفی عنه [٢] قلت وفی سنده هارون الاعور وهو رافضی غال فی الرفض قال الذهبی فی ... هارون بن سعد العجلی صدوق فی نفسه لكنه رافضی بغيض روی عباس عن ابن معين قال هارون بن سعد من الغالية فی التشيع وعن ... بن ابی سعيد الخدری وعنه محمد بن ابی حفص العطار والمسعودی والحسن بن حی قال ابو حاتم لا باس به انتهی كلام الذهبی ١٢ [٣] التامين بالتامين ايك ... بے تقیف کسی غیر مقلد کا اثبات جہر بالتامین کے باب میں ١٢ منه عفی عنه

ابن حجر فی تخریج احادیث الهدایة فی باب الوتر
تحت حدیث عائشة وتر اللیل ثلاث فیه اسمٰعیل
ابن مسلم المکی وهو واهٍ انتهی قلت من اراد
البسط فعلیه بمیزان الذهبی ومنهم وائل
ابن حجر رضی الله عنه ولحدیثه طریقان الطریق
الاول اخرج ابن ماجة فی سننه حدثنا محمد
بن الصباح وعمار بن خالد الواسطی قالا حدثنا
ابوبکر بن عیاش عن ابی اسحاق عن عبد الجبار
ابن وائل عن ابیه قال صلیت مع النبی صلی
الله علیه وسلم فلما قال ولا الضالین قال
آمین فسمعناها منه واخرج النسائی فی سننه اخبرنا
قتیبة ثنا ابوالاحوص عن ابی اسحاق عن
عبد الجبار بن وائل عن ابیه قال صلیت خلف
رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما افتتح
الصلوة کبر ورفع یدیه حتی حاذتا اذنیه
ثم یقرأ الفاتحة فلما فرغ منها قال آمین
یرفع بها صوته واخرج النسائی اخبرنا
عبد الحمید بن محمد ثنا مخلد ثنا یونس
بن ابی اسحاق السبیعی عن ابیه عن عبد الجبار

ابن حجر نی تخریج احادیث ہدایہ میں بیچ باب وتر کے بیچ حدیث
عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہ وتر رات کی تین رکعت ہیں اوسکی اسناد
میں اسمٰعیل بن مسلم مکی ہی اور وہ واہی حدیث والا ہی انتہی میں
کہتا ہوں جو چاہی بسط پس لازم پکڑو میزان ذہبی کو اور ان
میں سے ہیں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور واسطی حدیث انکی کے
دو طریق ہیں طریق اول پس روایت کیا ہی ابن ماجہ نی اپنی
سنن میں حدیث کی ہمکو محمد بن صباح اور عمار بن خالد واسطی
نی کہا اون دونوں نی حدیث کی ہمکو ابوبکر بن عیاش نی اونسے
ابو اسحاق سے اونسے عبد الجبار سے اونسے اپنی باپ سے کہا وائل
ابن حجر نی نماز گذاری میں نی ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پس
جبکہ پڑھا آپ نی ولا الضالین فرمایا آپنے آمین پس سنا
ہمنے وہ آمین آنحضرت سے اور روایت کیا ہی نسائی نی اپنی سنن
میں خبر دی ہمکو قتیبہ نی کہا حدیث کی ہمکو ابوالاحوص نے اونسے ابو اسحاق
سے اونسے عبد الجبار بن وائل سے اونسے اپنی باپ سے کہا وائل بن
حجر نے نماز گذاری میں نی پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پس جب
شروع کی آپنے نماز تکبیر کہی اور رفع یدین کیا یہانتک کہ برابر ہوئے
دونو کانوں آپکی کو پھر فاتحہ کو پڑھا پس جب فارغ ہوئے اوس سے کہا آمین
بلند کیا ساتھ اوسکی آواز کو اور روایت کیا ہی نسائی نی خبر دی ہمکو عبد الحمید
بن محمد نی کہا حدیث کی ہمکو مخلد نی کہا حدیث کی ہمکو یونس بن ابی اسحاق سبیعی نے

ؔ قلت کلام الذهبی ہکذا قال ابو زرعة بصری ضعیف سکن مکة وقال احمد وغیره منکر الحدیث وقال النسائی وغیره متروک وقال الفلاس
کان یحیی وعبد الرحمن لا یحدثان عنه وقال ابن المدینی سمعت یحیی وسئل عن اسمعیل بن مسلم المکی قال کان لم یزل مختلطا یحدث بالحدیث الواحد علی
ثلثة اضرب وروی عباس عن ابن معین اسماعیل بن مسلم المکی لیس بشیء وعن علی المدینی لا یکتب حدیثه وقال السعدی واهٍ جدا انتهی کلام الذهبی مختصرا ملخصا غایة الاختصار

ابن وائل عن ابیه قال صلّیت خلف رسول
اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم فلمّا کبّر رفع یدیه
اسفل من اذنیه فلمّا قرأ غیر المغضوب
علیهم ولا الضّالّین قال آمین فسمعته
وانا خلفه فسمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه
وسلّم رجلا یقول الحمد للّٰه حمدا کثیرا
طیّبا مبارکا فیه فلمّا سلّم النبی صلی
اللّٰه علیه وسلّم من صلوته قال من صاحب
هذه الکلمة فی الصّلوٰة فقال الرّجل انا یا رسول
اللّٰه صلی اللّٰه علیک وسلّم وما اردت بها
باسا قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم لقد ابتدرها
اثنا عشر ملکا فما نهنهها دون العرش واخرج
الدارقطنی فی سننه حدّثنا عبد اللّٰه بن جعفر
بن حشیش ثنا الحسن بن احمد بن شعیب
حدّثنا محمّد بن مسلمة عن ابی عبد الرّحیم
عن زید بن ابی انیسة عن ابی اسحاق عن
عبد الجبّار بن وائل عن ابیه قال صلّیت
خلف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم
قال فلمّا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضّالّین

اوسنے اپنے باپ سے کہا وائل بن حجر رضی اللّٰہ عنہ نے نماز پڑھی
میں نے پیچھے رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے پس جبکہ تکبیر کہی رفع
یدین کیا نیچے دونو کانوں اپنے کے پس جبکہ پڑھا آپ نے غیر
المغضوب علیہم ولا الضّالّین فرمایا آپ نے آمین پس سنا
میں نے اُس آمین کو اور میں پیچھے آپ کے تھا پس سنا رسول
اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے ایک شخص کو کہتا ہے الحمد للّٰہ حمدا
کثیرا طیّبا مبارکا فیہ پس جبکہ سلام پھیرا نبی صلّی اللّٰہ علیہ
وسلّم نے اپنی نماز سے فرمایا کون ہے صاحب ان کلموں کا
نماز میں پس کہا اوس شخص نے میں ہوں یا رسول اللّٰہ اور
نہیں ارادہ کیا میں نے ساتھ اوسکے برائی کا فرمایا نبی صلی اللّٰہ
علیہ وسلّم نے البتہ جلدی کی اون کلمات کو بارہ فرشتوں نے
پس نہ روکا اونکو ورے عرش مجید سے اور روایت کیا ہے
دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو عبد اللّٰہ بن جعفر
ابن حشیش نے کہا حدیث کی ہمکو حسن بن احمد بن شعیب نے
کہا حدیث کی ہمکو محمد بن مسلمہ نے اونے ابو عبد الرّحیم سے اوس نے
زید بن ابی انیسہ سے اوسنے ابو اسحاق سے اوسنے عبد الجبّار
ابن وائل سے اوسنے اپنے باپ سے کہا وائل بن حجر رضی اللّٰہ عنہ
نے نماز گزاری میں نے پیچھے رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے
کہا وائل رضہ نے پس جبکہ کہا آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضّالّین

ف اس حدیث سے متحد ہونا حدیث وائل بن حجر رضہ کا جو جہر پر کسی قدر دال ہے ساتھ حدیث اوس شخص کے جس نے ربنا لک الحمد حضرت کے پیچھے کہا تھا ثابت ہوا اور وہ شخص رفاعہ بن رافع تھا اور اوسکا وقوعہ فقط ایک بار ہوا ہے تو آمین بالجہر کا وقوعہ بھی ایک ہی بار متعین ہوا وہ بھی برتقدیر ثبوت کے واللّٰہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ

قال آمين مدّ بها صوته والجواب عنه انّ
الحديث غير صحيح وذلك لانّ عبد الجبّار
بن وائل ليس له سماع من ابيه فقد قال الحافظ
ابن حجر فى تقريبه عبد الجبّار بن وائل بن حجر
بضم المهملة وسكون الجيم ثقة لكنّه ارسل
عن ابيه من الثالثة مات سنة اثنى عشرة
انتهى وقال النّسائى فى سننه فى باب كيفية
الخطبة يوم الجمعة قال ابو عبد الرحمٰن ابو
عبيدة لم يسمع من ابيه شيئا ولا عبد الرحمٰن
ابن عبد الله بن مسعود ولا عبد الجبّار بن
وائل انتهى وقد قدّمنا تفصيله فى ادلّة الاخفاء
بما لا مزيد عليه فما قال السمعانى فى الانساب
فى ترجمة وائل بن حجر حدّث عنه بنوه علقمة
وعبد الجبّار انتهى فلا يفيد للخصم فانّه وان
روى عنه ولكنّه بالارسال لا بالاتّصال و
امّا ما قال الدارقطنى بعد اخراج هذا الحديث
بهذا السند الماضى انّ هذا اسناد صحيح فكلام
امّا غير صحيح فانّ انقطاعه غير مدفوع عنه
وامّا تعصّب محض كما هو عادته فانّه رحمه الله
متعصّب غاية التعصّب لمذهب الشافعى

فرمایا آمین اور دراز کی ساتھ اوسکے آواز اپنی اور جواب اوس حدیث کا یہ ہے کہ وہ حدیث صحیح نہیں اور وہ اسواسطے کہ عبد الجبّار بن وائل کو نہیں سماعت ہی اپنے باپ سے کہا حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب میں عبد الجبّار بن وائل بن حجر ساتھ ضم حاے مہملہ کی اور سکون جیم کے ثقہ ہے مگر اوسنے مرسل روایت کیا ہی اپنے باپ سے طبقہ ثالثہ کا ہی فوت ہوا سنہ ایک سو بارہ میں ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا نسائی نے اپنی سنن میں درباب کیفیت خطبہ روز جمعہ کے کہا عبد الرحمٰن نے ابو عبیدہ نے نہیں سنا اپنے باپ سے کچھ چیز اور نہ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود نے اور نہ عبد الجبّار بن وائل نے ختم ہوا کلام اوسکا اور تحقیق پہلے بیان کر چکے ہیں ہم تفصیل اوسکی بیچ باب ادلہ اخفا کی ساتھ اوس قدر کی کہ نہیں زیادتی ہی اوسپر پس وہ جو کہا ہی امام سمعانی نے کتاب انساب میں بیچ بیان ترجمہ وائل بن حجر کے کہ حدیث کی ہی اوس سے اوسکے بیٹوں علقمہ اور عبد الجبّار نے انتہی پس نہیں مفید واسطے خصم کے کیونکہ اوسنے اگرچہ روایت کیا ہی اوس سے مگر وہ ساتھ ارسال کی ہے نہ ساتھ اتصال کے اور اسپر وہ جو کہا ہی دارقطنی نے بعد تخریج کرنے اس حدیث کو ساتھ اوسی سند گذری ہوئی کی کہ یہ حدیث صحیح ہی پس کلام اوسکی صحیح نہیں کیونکہ اوسکا منقطع ہونا دفع نہیں ہوا اور تعصب محض ہے جیسی کہ اوسکی عادت ہی کیونکہ وہ رحمۃ اللہ علیہ متعصب ہے نہایت درجہ تعصب

ف یعنی یہ اولاد الثلاثة لم یسمعوا من ابائہم شیئا فاحادیث ہؤلاء الثلاثة من ابائہم منقطعة لا متصلة ۱۲ منہ عفی عنہ ۔ ف۲ یعنی خود نسائی نے ۱۲ منہ عفی عنہ ۔ ف۳ غرض کہ ترمذی اور بخاری وغیرہ سے بیان اسکا بالتفصیل گذر اکہ علقمہ کو سماعت وائل بن حجر سے ہی اور عبد الجبار کو نہیں ۱۲ منہ ۔ ف۴ یعنی روایت کو سماع لازم نہیں بلکہ منقطع بھی ہوتی ہے

كما نص عليه العلامة الحلبي في شرح المنية
قلت من قال بصحة سماع عبد الجبار بن
وائل عن ابيه فكلامه ساقط عن درجة
الاعتبار فقد اخرج ابو داود في سننه في
باب رفع اليدين عن عبد الجبار بن وائل انه
قال كنت غلاما لا اعقل صلوة ابي فحدثني
وائل بن علقمة عن ابي وائل بن حجر الحديث
بتمامه وقال الحافظ ابن حجر المراد من وائل
ابن علقمة هو علقمة بن وائل انتهى ما في التقريب
وبالجملة فالصحيح ان علقمة بن وائل له
سماع ورواية عن ابيه لا لعبد الجبار بن
وائل وبان الحديث من مراسيل ابي اسحاق
السبيعي وقد قال الترمذي في جامعه في
كتاب العلل قال علي بن المديني سمعت يحيي
بن سعيد يقول مرسلات ابي اسحاق شبيه
لا شئ وبان ابا اسحاق لما كان من المختلطين

جیسا کہ نص کیا ہی اسپر علامہ حلبی نے شرح منیہ میں [۱] میں
کہتا ہوں جو شخص قائل ہو ساتھ صحت سماع عبد الجبار بن
وائل کو اپنے باپ سے پس کلام اوسکی ساقط ہو درجہ اعتبار سے
کیونکہ روایت کیا ہی ابوداود نے اپنی سنن میں بیچ باب
رفع یدین کے طریق عبد الجبار بن وائل سے کہ اونسے خود کہا ہے
کہ تھا میں لڑکا تھا نہ جانتا تھا میں نماز اپنے باپ کی [۲] پس حدیث کی
مجھکو وائل بن علقمہ نے میرے باپ سے جو وائل بن حجر ہے
آخر حدیث تک ساتھ تمام اوسکی اور کہا ابن حجر نے اپنی
تقریب میں کہ مراد وائل بن علقمہ سے اس جگہ وہ علقمہ بن وائل
ہی ختم ہوا کلام اوسکا جو اسکی تقریب میں ہی اور مجمل کلام یہ ہی کہ
علقمہ بن وائل کو سماعت ہی اپنے باپ سے اور روایت نہ واسطے
عبد الجبار کو اور نیز جواب [۳] یہ ہی کہ یہ حدیث منقطع ابی اسحاق
سبیعی کی ہی اور تحقیق کہا ترمذی نے اپنی جامع میں بیچ کتاب
العلل کے کہ کہا علی بن عبداللہ مدینی نے کہ سنا میں نے یحیی بن
سعید کو کہتا تھا کہ مرسلات ابو اسحاق سبیعی کی مثل لا شئ
کی ہیں اور نیز جواب [۴] یہ ہی کہ ابو اسحاق ہرگاہ کہ تھا وہ مختلطین سے جو

[۱] اور عبارت علامہ حلبی کی یہ ہی ان الآثار والاحادیث تدل على ان الفرض على المسافر ركعتان وان الاتمام منكر ولو كان جائزا لفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم مرة تعليما للجواز كما في الصيام فان قيل قال انس بن مالك كنا نحج مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فمنا الصائم ومنا المفطر ومنا من يتم ومنا من يقصر وعن عائشة رضي الله عنها قالت كل ذلك قد فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم صام وافطر وقصر واتم قلنا في طريقها زيد العمي وطلحة بن عمرو قال ابن عبد البر [illegible] فقال ابن الجوزي المعروف منا الصائم ومنا المفطر والزيادة من قول زيد العمي ولم يخرج الائمة الحديث من اصحاب الكتب الستة والامر [illegible] سوى الدارقطني وتعصبه لمذهب الشافعي معروف [illegible] كذا ذكره السروجي في شرح الهداية انتهى كلام الحلبي ملخصا ۱۲ منہ عفی عنہ [۲] غرض کہ عبد الجبار کی کلام سے صاف ظاہر ہی عدم روایت اسکی اپنے باپ سے [illegible] ثبوت سماع اور روایت علقمہ کا ۱۲ منہ عفی عنہ [۳] یہ علیحدہ وجہ ہے حدیث وائل بن حجر کا جو اس طریق سے ہی ۱۲ منہ عفی عنہ [۴] قلت فقد قال الحافظ ابن حجر في التقريب عمرو بن عبد الله الهمداني ابو اسحاق السبيعي بفتح المهملة وكسر الموحدة مكثر ثقة عابد اختلط باخره من الثالثة مات سنة تسع وعشرين ومائة وقيل قبل ذلك انتهى وقال الامام النووي في مقدمة شرح صحيح مسلم ومن المختلطين عطاء بن السائب وابو اسحاق السبيعي وسعيد الجريري وسعيد بن ابي عروبة وعبد الرحمن بن عبد الله المسعودي [illegible] وصالح مولى التوأمة [illegible] وسفيان بن عيينة [illegible] انتهى [illegible] ۱۲ منہ

بالخرہ قد اختلف فی انّ لفظ الحدیث هل
هو مدّ بها صوتہ کما فی حدیث الدّارقطنیّ
وهو لا یضرّنا او هو رفع بها صوتہ واللّٰہ اعلم
بالصواب الطّریق الثانی لحدیث وائل بن
حجر رضی اللّٰہ عنہ اخرج ابوداود فی سننہ
حدّثنا محمّد بن کثیر ثنا سفیان عن سلمۃ
ابن کهیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر
قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اذا
قرأ ولا الضّالّین قال اٰمین ورفع بها صوتہ
واخرج التّرمذیّ فی جامعہ حدّثنا بندار ثنا
یحیی بن سعید وعبد الرّحمٰن بن مهدیّ قالا
ثنا سفیان عن سلمۃ بن کهیل عن حجر بن عنبس
عن وائل بن حجر سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلّم قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضّالّین
وقال اٰمین ومدّ بها صوتہ انتهٰی حدّثنا ابوبکر
محمّد بن ابان ثنا عبد اللّٰہ بن نمیر عن العلاء
بن صالح الاسدیّ عن سلمۃ بن کهیل عن حجر
بن عنبس عن وائل بن حجر نحو حدیث سفیان
عن سلمۃ بن کهیل انتهٰی کلام التّرمذیّ بعینہ
واخرج ابوداود فی سننہ حدّثنا مخلد بن خالد
الشّعیری ثنا ابن نمیر ثنا العلاء بن صالح عن

اخیر عمر میں تو مختلف ہوا وہ الفاظ حدیث میں کہ وہ لفظ مد
بہا صوتہ ہے چنانکہ دارقطنی کی حدیث میں ہے اور وہ ہمکو
مضر نہیں اور یا کہ وہ رفع بہا صوتہ ہے واللہ اعلم بالصواب
طریق دوسرا واسطے حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے
روایت کیا ابوداؤد نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو محمد بن
کثیر نے کہا حدیث کی ہمکو سفیان نے اوس نے سلمہ بن
کہیل سے اوس نے حجر بن عنبس سے اوسنے وائل بن حجر رضی سے
کہا وائل بن حجر نے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ
پڑھتے ولا الضالین کہتے آمین اور بلند کرتے ساتھ اوسکے آواز اپنی
اور روایت کیا ترمذی نے اپنی جامع میں حدیث کی ہمکو بندار نے
کہا حدیث کی ہمکو یحیی بن سعید اور عبد الرحمن بن مہدی نے
کہا اون دونوں نے حدیث کی ہمکو سفیان نے اوسنے سلمہ بن کہیل سے
اوسنے حجر بن عنبس سے اوسنے وائل بن حجر رضی سے کہا وائل بن
حجر نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ پڑھا آپنے غیر
المغضوب علیہم ولا الضالین اور فرمایا آمین اور دراز کی
ساتھ اوسکے آواز اپنی حدیث کی ہمکو ابوبکر محمد بن ابان نے کہا حدیث کی
ہمکو عبد اللہ بن نمیر نے اوسنے علاء بن صالح سے کہ اوسنے سلمہ بن کہیل
سے اوسنے حجر بن عنبس سے اوسنے وائل بن حجر سے مانند حدیث سفیان کی
سلمہ بن کہیل سے انتہی کلام الترمذی بعینہ اور روایت کیا ابوداؤد نے
اپنی سنن میں کہا حدیث کی ہمکو مخلد بن خالد شعیری نے کہا
حدیث کی ہمکو ابن نمیر نے کہا حدیث کی ہمکو علاء بن صالح نے اوسنے

فا[illegible]

سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر
انه صلى خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم
فجهر بآمين وسلم عن يمينه وعن شماله انتهى
واخرج البخاري في جزء القراءة حدثنا محمود
قال ثنا البخاري قال ثنا عبد الله بن يوسف
قال ثنا سفيان عن سلمة بن كهيل عن حجر
بن عنبس عن وائل بن حجر سمعت النبي صلى
الله عليه وسلم يمد صوته بآمين اذا قال
غير المغضوب عليهم ولا الضالين حدثنا
محمود قال ثنا البخاري قال ثنا محمد بن كثير
وقبيصة قالا ثنا سفيان بهذا الاسناد نحوه و
قال ابن كثير في حديثه رفع بها صوته انتهى كلام
البخاري واخرج الدارقطني في سننه حدثنا
عبد الله بن داود السجستاني ثنا عبد الله
ابن سعيد الكندي ثنا وكيع والمحاربي قالا ثنا
سفيان عن سلمة بن كهيل عن حجر ابي العنبس
وهو ابن[ف] عنبس عن وائل بن حجر قال سمعت
النبي صلى الله عليه وسلم اذا قال غير المغضوب
عليهم ولا الضالين قال آمين يمد بها صوته

سلمہ بن کہیل سے اونہی حجر بن عنبس سے اونہی وائل بن حجر سے
کہ وائل بن حجر نے نماز گذاری پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پس جہر کیا آپ نے ساتھ آمین کے اور سلام دیا دہنی اپنی اور بائیں
انتہی روایت کیا بخاری نے جزء القراءۃ میں کہا حدیث کی ہمکو
محمود نے کہا حدیث کی عبد اللہ بن یوسف نے کہا حدیث کی ہمکو
(یعنی ہمکو بخاری نے کہا حدیث کی ہمکو)
سفیان نے سلمہ بن کہیل سے اوس نے حجر بن عنبس سے
اونہی وائل بن حجر سے یعنی کہا وائل بن حجر رض نے سنا میں نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز کرتے آواز اپنی ساتھ آمین کے جب
غیر المغضوب علیہم ولا الضالین حدیث کی ہمکو
کہا حدیث کی ہمکو بخاری نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن کثیر
اور قبیصہ نے کہا ان دونوں نے حدیث کی ہمکو سفیان نے ساتھ
اس اسناد مثل اسکی اور کہا ابن کثیر نے اپنی حدیث میں بلند کی
ساتھ اوسکے آواز اپنی کو ختم ہوا کلام بخاری کا اور روایت کیا دارقطنی
اپنی سنن میں کہا حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن داؤد السجستانی
نے کہا حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن سعید الکندی نے کہا حدیث کی ہمکو
وکیع اور محاربی نے کہا ان دونوں نے حدیث کی ہمکو سفیان نے اونہی سلمہ
بن کہیل سے اونہی حجر ابی العنبس سے حالانکہ وہ ابن عنبس ہے اونہی وائل
بن حجر سے کہا وائل بن حجر رض نے سنا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کہا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فرمایا آپ نے آمین اور دراز کی

[ف] قلت فيه رد على البخاري وغيره في قولهم ان حجر ابي العنبس خطأ من شعبة وانما هو حجر بن عنبس انتهى وجه الرد ان سفيان ايضا وافق له حجر ابي العنبس وهو ابن عنبس فعلم ان كنيته باسم ابيه كما نقلناه عن ابن حبان وغيره فاحفظ هذا فانه من سوانح الوقت ۱۲ منه عفى عنه ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

عنہ وکلاھما منظور فیہ اما طریق الثوری ففیہ امّا اوّلا فلانّ حدیثہ بلفظۃ مدّ بھا صوتہ ھو الصّحیح دون لفظۃ رفع بھا صوتہ وذلک لانّ ھذہ اللفظۃ شاذّۃ[1] لم یذکرھا من اصحاب الثوری الّا محمد بن کثیر العبدی وھو وان کان ثقۃ ولکنّہ لمّا خالف جمیع اصحاب الثوری الّذین ھم اعلیٰ منہ مرتبۃ واکثر منہ عددا فھذہ اللفظۃ لا شکّ فی شذوذہ فقد روی عن الثوری یحیی بن سعید القطّان وھو احفظ اصحابہ وعبد الرّحمٰن بن مھدیّ وھو احفظ واتقن من الخلق وعبد اللہ بن یوسف اثبت النّاس ووکیع بن الجرّاح امام الامّۃ فی العدالۃ والحفظ والمحاربیّ وھو من رجال الکتب السّتّۃ کل ھؤلاء لم یذکر رفع الصّوت بل رووا بلفظۃ مدّ بھا صوتہ وھذا القدر لا یدلّ علی الجھر بالتّامین کما لا یخفی وتصحیح البخاری والتّرمذی وغیرھما انّما ھو راجع الی اللفظۃ

اوس سلمہ بن کہیل سے اور یہ دونوں محل نظر ہیں۔ اما پہلا طریق سفیان ثوری کا پس اوسمیں اوّل اعتراض یہ ہے کہ حدیث اوسکی ساتھ لفظ مدّ بہا صوتہ وہی صحیح ہے نہ ساتھ لفظ رفع بہا صوتہ کی اور وہ اسواسطے کہ یہ لفظ شاذ ہے نہیں ذکر کیا اوسکو سفیان کے شاگردوں سے مگر محمد بن کثیر عبدی[2] نے اور وہ اگرچہ ثقہ ہے مگر ہرگاہ مخالف ہوا تمام اصحاب ثوری کا جو کہ بڑے اعلیٰ ہیں اوس سے ترتبہ میں اور اکثر ہیں اوس سے عدد میں پس یہ لفظ نہیں شک ہے اوس کے شذوذ میں کیونکہ روایت کی ہے سفیان ثوری سے یحییٰ بن سعید القطان نے اور وہ بڑا حافظ ہے تمام شاگردوں[3] اوسکے سے اور عبد الرحمٰن بن مہدی اور وہ بڑا حافظ اور اتقان والا ہے تمام خلق سے اور عبد اللہ بن یوسف جو کہ بڑا اثبت ہے لوگوں کا اور وکیع بن جراح جو کہ امام ہے تمام امت کا عدالت اور حفظ میں اور امام محاربی اور وہ اشیاخ صحاح ستہ والوں کا ہے کل اونکی نے نہیں ذکر کیا رفع الصوت کا بلکہ ذکر کیا ہی لفظ مدّ بہا صوتہ کا اور اسقدر نہیں دلالت کرتا جہر آمین پر جیسا کہ نہیں مخفی ہے اور صحیح کہنا بخاری اور ترمذی وغیرہما کا راجع ہے طرف لفظ

---

[1] قلت والشاذ من اقسام الضعیف عند الخصم ۱۲ امنہ عفی عنہ بسبب بحبہ بسر الدین و التہذیب لحفظہ کہیب ... [illegible]

[2] اس مقام پر ہمارے حنفی مذہب کے علما جو کہ غیر مقلدوں کے مقابلہ میں ہیں اون میں سے بعض نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ محمد بن کثیر ثقفی ہے اور اوس کو ابن حجر وغیرہ نے کثیر الغلط لکھا ہے چنانچہ بڑے بڑے نامی گرامی علما مثل مولوی محمد شاہ اور مولوی محمد عمر رامپوری وغیرہ نے بھی اس پر نص کی ہے مگر وہ حضرات اسمیں سخت غلطی پر ہیں کیونکہ ملازم صحبت سفیان ثوری کا محمد بن کثیر عبدی ہے نہ کہ محمد بن کثیر ثقفی والعلم

[3] غرض کہ حفاظ شاگرد سفیان کے مدّ بہا صوتہ روایت کرتے ہیں اور جہر کی مراد حاصل نہیں ہوتی اور لفظ رفع بہا صوتہ سے کی قطعی مراد ثابت ہو سکتی ہے مگر وہ شاذ ہے [illegible]

…دون الرفع واما ثانیا فلان حدیث الثوری
…رواه وکیع بلفظة خفض بها صوته کما مرّ
…فهو معارض لحدیث محمد بن کثیر[۱]
…وقد تابع لمحمد بن کثیر فی لفظة رفع بها
صوته محمد بن یوسف الفریابی عند الدارقطنی
…یخطی فی حدیث الثوری کما نص علیه
…حجر فی تقریبه واما ثالثا فلان الحدیث فیه
علة اخری وهی ما نقل الدارقطنی بعد اخراج
الحدیث من طریق عبد الرحمن بن مهدی قال
عبد الرحمن اشد شئ فیه ان رجلا لم یسم فکلام
عبد الرحمن بن مهدی یدل علی ان الحدیث مختلط
فیه غلط لم تمیز فیه بین کلام الثوری وبین کلام
ذلک الرجل المجهول فانه لا یدری من هو
واما طریق العلاء بن صالح الاسدی ففیه
اما اولا فلانه وهم کما قال ابن حجر فی تقریبه
وقال الحافظ الذهبی فی میزان الاعتدال قال

تمسک نہ طرف لفظ رفع کی اور اسپر دوسری وجہ پس حدیث
سفیان کو روایت کیا ہی وکیع نی ساتھ لفظ خفض بہا صوتہ جیسا
کہ گذر چکا ہی حال اوسکا پس وہ معارض ہی واسطی حدیث محمد بن کثیر
کی البتہ تابع ہوا ہی محمد بن کثیر کا درباب ذکر کرنی لفظ رفع بہا صوتہ کو
محمد بن یوسف فریابی نزدیک دارقطنی کے مگر وہ بہت خطا
والا ہی سفیان کی حدیث میں جیسا کہ نص کی ہی اوس پر
ابن حجر نی اپنی تقریب میں اور اسپر تیسرا جواب پس
اس حدیث میں ایک علت اور ہی اور وہ وہ ہی جو کہ
نقل کی ہی دارقطنی نی بعد روایت کرنے حدیث کے طریق عبد الرحمن
بن مہدی کی کہا عبد الرحمن بن مہدی نے کہ سخت شی کا اوس
میں یہ ہی کہ ایک شخص آخر کلام تک پس کلام عبد الرحمن
بن مہدی کا دلالت کرتا ہی اسپر کہ اس حدیث میں غلط
کیا گیا ہی نہیں تمیز ہوا اوسمیں درمیان کلام سفیان
ثوری کی اور درمیان کلام اوس رجل مجہول کی کیونکہ وہ نہیں جانا
گیا ہی کہ کون تھا اور طریق العلاء بن صالح اسدی کا پس اوسمیں کلام اول
یہ ہی کہ وہ وہمی ہی جیسا کہ کہا حافظ ابن حجر نی اپنی تقریب میں اور کہا حافظ ذہبی نے

[۱] قلت وهو اوثق وافقه واحفظ واتقن من ابن کثیر قال یحیی بن معین ما رأیت افضل من وکیع قیل الیس … ابن المبارک فضل … لابن المبارک فضل ولکن ما رأیت افضل من وکیع وقال ابن معین … ما رأینا من یحدث لله الا وکیعا والقعنبی انتهی وفضلت مناقبه واوصافه فی رسالتی تخریج العینین بمسئلة رفع الیدین بما لا مزید علیه وفقنا الله توفیقا تاما علی طبعه آمین ۱۲ منه عفی عنه [۲] قلت وقد مر تمامه ۱۲ منه عفی عنه [۳] قلت کلامه یکذبه العلاء بن صالح التیمی الاسدی الکوفی صدوق له اوهام من السابعة انتهی ۱۲ منه عفی عنه [۴] بلکہ حق اور صواب یہ ہے کہ وکیع احفظ اور اوثق ہے ابن کثیر سے تو اب اس وقت ابن کثیر اوس کا معارضہ نہیں کر سکتا پس روایت وکیع کی راجح اور اولی ہی اور روایت محمد بن کثیر کی مرجوح اور شاذ ہی ۱۲ منه عفی عنه [۵] اور عبارت ابن حجر کی یہ ہی محمد بن یوسف الفریابی ثقة فاضل یقال اخطأ فی شئ من حدیث سفیان وهو مقدم فیه مع ذلک عندهم علی عبد الرزاق انتهی ملخصا ۱۲ منه عفی عنه [۶] علت اہل حدیث کی اصطلاح میں کہتے ہیں اوس عیب کو جو کہ مخفی ہو حدیث میں اور اوسکی صحت کا قادح ہو یعنی ظاہر میں وہ حدیث بظاہر صحیح ہو اور در پردہ بہت مجروح ہے چنانچہ ظاہر میں متصل السند ہے اور باطن میں …

میزان الاعتدال …
نمبر … صفحہ …

ابوحاتم هو من عتق الشّيعة وقال علىّ بن
المدينىّ روى احاديث مناكير انتهى مختصراً[له]
ملخصًا فلعلّ لفظ رفع بها صوته وهم
منه واما ثانيًا فانّ حديث العلاء بن صالح
قد اختلف فيه هل هو مدّ بها صوته كما
اشار اليه الترمذى او رفع بها صوته كما هو
عند ابى داود وبالجملة فالذى هو راجح
عند الاكثر هو مدّ بها صوته ولا يثبت منه
غرض الخصم والذى يثبت منه غرضه فهو
مرجوح غير صحيح والله اعلم بالصّواب
قلت والّذى اقول بالانصاف خال عن
الاعتساف هو انّ حديث وائل بن حجر بلفظة
خفض بها صوته هو الصّحيح واما بلفظة رفع
بها صوته فالحكم بصحّة لفظ رفع بها صوته
فحسب كما صدر عن الدارقطنى وغيره لا
يخلو عن شائبة التعصّب او الغفلة وذلك
لانّ الحديث له فى الاصل طريقان الاوّل
ما رواه حجر بن عنبس عن علقمة بن وائل
عن وائل بن حجر وثانيهما ما رواه حجر بن
عنبس بنفسه عن وائل بن حجر فحديث علقمة
بن وائل لم يختلف فى الفاظه اصلا واما حديث

ابوحاتم رازی نے وہ ایک گروہ شیعہ کی ہے اور کہا علی بن مدینی نے
کہ وہ روایت کرتا ہے منکر حدیثیں ختم ہوا کلام اوسکا مختصر
خلاصہ کرکے پس شاید لفظ رفع بہا صوتہ کا وہم اوسی کا ہے اور یہ
دوسرا اعتراض پس حدیث علاء بن صالح میں اختلاف کیا گیا ہے
کہ وہ لفظ مدّ بہا صوتہ ہے جیسا کہ اشارہ کیا ہے طرف
اوس کی ترمذی نے اور یا کہ لفظ رفع بہا صوتہ ہے جیسا کہ
وہ نزدیک ابوداود کی ہے اور مجمل کلام یہ ہے پس وہ جو راجح ہے
نزدیک اکثر کی وہ لفظ مدّ بہا صوتہ کا ہے اور اوس سے نہیں ثابت
ہوتی ہے غرض خصم کی اور وہ جو ثابت ہوتی ہے اوس سے غرض اوسکی
پس وہ مرجوح ہے واللہ اعلم بالصواب میں کہتا ہوں اور
جو میں کہتا ہوں ساتھ انصاف کی جو خالی ہے تعصب سے وہ یہ
ہے کہ حدیث وائل بن حجر کی ساتھ لفظ خفض بہا صوتہ کی
وہی صحیح ہے اور لیکن ساتھ لفظ رفع بہا صوتہ کی پس حکم
کرنا ساتھ صحت لفظ رفع بہا صوتہ کی پس لبس جیسا کہ
صادر ہوا دارقطنی وغیرہ سے نہیں خالی ہے تعصب یا
غفلت سے اور وہ اس واسطے کہ یہ حدیث اوس کے
واسطے اصل میں دو طریق ہیں اول اون کا وہ جو کہ روایت
کیا ہے حجر عنبس نے علقمہ بن وائل سے اوس نے وائل بن حجر سے
اور دوسرا وہ جو کہ روائت کیا اوس کو خود حجر عنبس نے
وائل بن حجر سے پس حدیث علقمہ بن وائل کی نہیں
اختلاف ہے اوس کی الفاظ میں ہرگز اور لیکن حدیث

[له] قلت ومما يدل على انه شيعي غال فى التشيع ما نقل الذهبى بعد ذلك انه روى النبذه عن على بن ابى طالب انا عبد الله واخو رسول الله وانا الصديق الاكبر لا يقولها بعدى الا كذاب صليت قبل الناس بسبع سنين انتهى ۱۲ منه عفى عنه

حجر بن عنبس بنفسه عن وائل بن حجر ففيه
خلاف على ثلاثة اوجه هل هو مد بها صوته
او رفع بها صوته او خفض بها صوته فعلى
هذا فالحديث مضطرب من هذا الطريق
دون طريق علقمة مع كون ذكره صحيحاً كما
مر تحقيقه فما قال الشوكاني في نيل الاوطار
وروى الحديث احمد والدارقطني من طريق
اخر بلفظ خفض بها صوته وقد اعلت
باضطراب شعبة في اسنادها ومتنها ورواه
سفيان ولم يضطرب في الاسناد ولا المتن الخ
ثم قال وقد رجحت رواية سفيان بمتابعة
اثنين له بخلاف شعبة فلذلك جزم النقاد
بان روايته اصح كما روى عن البخاري و
ابي زرعة وقد حسن الحديث الترمذي
وقال ابن سيد الناس ينبغي ان يكون

خود حجر بن عنبس کی وائل بن حجر سے پس اوس میں اختلاف
ہے تین وجہ پر آیا وہ لفظ مد بہا صوتہ ہے اور یا کہ رفع
بہا صوتہ یا خفض بہا صوتہ پس بنا کر نی کر اس تقریر
پر پس حدیث مضطرب ہے اس طریق سے نہ ہیں مضطرب
ہے طریق علقمہ سے باوجود ہونے ذکر علقمہ کے صحیح جیسا کہ گذر
چکی ہے تحقیق اوس کی پس وہ جو کہا ہے شوکانی نے نیل الاوطار
میں اور روایت کیا ہے اس حدیث کو امام احمد اور دارقطنی نے
دوسرے طریق سے ساتھ لفظ خفض بہا صوتہ کے اور ضرور
معلول کی گئی ہے وہ روایت بسبب اضطراب شعبہ کے اوسکی سند
میں اور اوسکی متن میں اور روایت کیا ہے سفیان نے اور نہیں
اضطراب کیا اسناد میں اور نہ متن میں الی آخر کلام اوسکی تک پھر کہا شوکانی
نے اور ترجیح دی گئی ہے روایت سفیان کی بسبب متابعت دو شخصوں کی واسطے اوسکے
بخلاف شعبہ کے پس اسی واسطے یقین کیا نقادان حدیث نے یا ابن حجر نے کہ روایت
اوس سفیان کی اصح ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے بخاری اور ابو زرعہ سے
اور حسن کہا حدیث کو ترمذی نے اور کہا ابن سید الناس نے لائق ہے کہ ہو

اور درحقیقت منقطع ہے اور یا کہ ظاہر میں محفوظ اور معروف ہے اور درپردہ شاذ یا کہ منکر ہے اور یا کہ وہ حدیث سب جرح کی قسم سے سالم ہے مگر اجماعاً عادة متروک العمل ہے چنانچہ [illegible] علی الصدر اور قتل سارق بعد سہ بار کے اور جمع صلاتین بلا عذر سفر و مطر و مرض وغیرہ کو و نحو ذلک من الاسباب القادحة فی صحته و تفصیله فی کتب اصول الحدیث ۱۲ منه عفی عنه

[illegible] یعنی جبکہ سفیان کا کلام اور کلام اوس رجل مجہول کا دونو غلط ہے تو ثابت کیا معلوم کہ لفظ مد بہا صوتہ صحیح ہے یا کہ لفظ خفض بہا صوتہ اور یا کہ لفظ رفع بہا صوتہ ۱۲ منه عفی عنه

قلت اول عبارته ہکذا [illegible] الحدیث اخرجه ایضاً الدارقطنی وابن حبان وزاد ابو داود و رفع بہا صوته قال الحافظ وسنده صحیح وصححه الدارقطنی واعله ابن القطان بحجر بن عنبس وقال انه لا یعرف حاله الحافظ وقال انه ثقة معروف قیل له صحبة ووثقه یحیی بن معین وغیره ورواه الحدیث احمد الخ ۱۲ منه عفی عنه

قلت تمام عبارته بعده قال ابن القطان اختلف شعبة وسفیان فقال شعبة خفض وقال الثوری رفع وقال شعبة حجر ابو العنبس وقال الثوری حجر بن العنبس وصوب البخاری وابو زرعة قول الثوری وجزم ابن حبان فی الثقات ان کنیته کاسم ابیه لکن قال البخاری ان کنیته ابو السکن ولا مانع من ان یکون له کنیتان وقد ورد الحدیث من طریق ینتفی بها اعلال الاضطراب من شعبة ولم یبق الا التعارض بین شعبة وسفیان وقد رجحت روایة سفیان الخ کما نقلنا فی الکتاب ۱۲ منه عفی عنه

غرض کہ علقمہ کی واسطے چند کوئی ہے خواہ شعبہ کا طریق ہو اور خواہ کسی کو طریق سے اوسمیں کچھ اضطراب اور اختلاف نہیں اور اوس کی روایت کے علاوہ جو ہے خواہ سفیان کا طریق سے ہو اور یا علا بن صالح کا طریق سے ہو خواہ شعبہ کا طریق سے ہو جیسا کہ ابن ہمام کا دعوی ہے بیہقی سے نقل کرکے تو وہ مضطرب ہے اختلاف سے تو پس حکم اوسکی روایت کا درست ہو حدیث قال بعد اخراجه حدیث وائل من طریق علقمة بن وائل بلفظ خفض بہا صوته ہذا الحدیث صحیح علی شرط الشیخین انتہی اور اسی واسطے کہا علامہ دو لابی [illegible]
ابن زیلعی شارح کنز نے حدیث الجہر ضعیف ضعفه یحیی بن معین فلا یلزم حجة انتہی ۱۲ منه عفی عنه

صحیحًا انتهی کلام الشوکانی مختصرا ملخصًا فجهالة بینة او تعصب محض فان الاضطراب[1] قد وقع فی حدیث سفیان دون حدیث شعبة الذی هو من طریق علقمة ومدار الاستدلال انما کان من طریق شعبة من حدیثه لا من حدیث حجر بنفسه عن وائل ابن حجر سواء کان من طریق شعبة او سفیان او العلاء بن صالح فاحفظ هذا البحث فانه نافع جدًا لعلك لا تجده عند غیرنا والله اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب وله الحمد اولًا وآخرًا وظاهرًا وباطنًا وله الشکر و منهم عبد الله بن عمر رض ولحدیثه طریقان الطریق الاول فقد اخرج عبد الرزاق بن همام عن ابن جریج اخبرنا نافع ان ابن عمر کان اذا ختم ام القرآن قال آمین لا یدع ان یؤمن اذا ختمها ویحضهم علی قولها وسمعت منه فی ذلك خبرا انتهی وقال الامام البخاری

ذکر حدیث حضرت ابن عمر رض

صحیح ختم ہوا کلام شوکانی کا مختصر کرکے خلاصہ کرکے لیکن یہ وہ جہالت ہے یا کہ تعصب محض ہے کیونکہ اضطراب ضرور واقع ہی حدیث سفیان[2] میں نہ کہ شعبہ کی حدیث میں وہ جو کہ علقمہ کی طریق سے ہی اور مدار استدلال کا شعبہ کے طریق سے اوسی کی حدیث سے ہی نہ حدیث اوس کی نہیں جو کہ خود حجر بن عنبس نے روایت کی ہی وائل بن حجر سے برابر ہی کہ شعبہ[3] سے ہو اور یا کہ سفیان سے اور یا کہ علاء بن صالح سے پس یاد رکھ اس بحث کو کیونکہ وہ نفع مند ہی نہایت شاید نہ پاویگا تو اوسکو نزدیک غیر ہمارے کی واللہ اعلم بالصواب اور اوسی کی طرف ہے پھر جانا اور رجوع کی جگہ اور اوسی کو ہے حمد اول اور آخر اور ظاہر اور باطن اور اوسیکو شکر ہی اور اون میں سے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور اون کی حدیث کی دو طریق ہیں طریق اول پس روایت کیا ہے عبد الرزاق بن ہمام نے ابن جریج سے کہا خبر دی ہمکو نافع نے کہا نافع نے کہ تھے عبد اللہ بن عمر رض جب ختم کرتے فاتحہ کو نہ چھوڑتے آمین کہنا جب ختم کرتے اوسکو اور رغبت دیتے اونکو اوسکی کہنے پر اور سنتے ہیں نے اونسے اوس بارہ میں ایک حدیث تمام ہوا اور کہا امام بخاری نے

---

[1] قلت والحق ان الشوکانی بری من التعصب فانه قال فی اثنائه کلامه وقد ورد الحدیث من طریق ینتفی بها اعلاله بالاضطراب من شعبة فلم یبق الا التعارض بین شعبة وسفیان لکنه مادکره الشوکانی فی وجه الترجیح فیه نظر ظاهر کما بینته فی الکتاب فاحفظ ذلك ١٢ منه عفی عنه

[2] یعنی سفیان کی حدیث اور جو اوس کے مؤید ہے علاء بن صالح کی حدیث سے علاقہ نہیں ١٢ منه عفی عنه

[3] چنانچہ بیہقی کی روایت میں ابن ہمام وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ اوس میں شعبہ نے لفظ رفع بہا وغیرہ ذکر کیا ہے ١٢ منه عفی عنه

[4] حاصل یہ کہ جو علقمہ کی حدیث ہے اوسمیں اضطراب اور اختلاف نہیں ہے اور جو خود حجر بن عنبس کی ہو خواہ شعبہ کی ہو خواہ علاء بن صالح اسدی کی اوس میں سب طرح کا اختلاف ہی وہ حدیث محض جہر کی دلیل نہیں ہی بلکہ اوسمیں احتمال بھی ہی پس وہ مشترک ہے ١٢ منه عفی عنه

فی صحیحہ تعلیقا وقال نافع کان ابن عمر لا یدع
آمین ویحضهم وسمعت منه فی ذلك خبرًا
حتی قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری تختند
یشعر به ما اخرجه البیهقی کان ابن عمر اذا
امن الناس امن معهم ویری ذلك سُنّة
انتهے کلام الحافظ ابن حجر والجواب عنه ان
الحدیث لا یدل علی الجهر بل علی قوله امین
مع الناس مع السکوت عن الجهر وضدّه

....

.... الطریق الثانی

اخرج الدارقطنی فی سننه حدثنا عثمان بن الدقاق
ثنا محمد بن سلیمان الواسطی ثنا الحارث
بن منصور ابو منصور ثنا بحر السقا عن الزهری
عن سالم عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه
وسلم کان اذا قال ولا الضالین قال امین و
رفع بها صوته وعن الزهری عن ابی سلمة
عن النبی صلی الله علیه وسلم نحوه بحر السقا
ضعیف انتهے کلام الدارقطنی ومنهم

اپنی صحیح میں معلّق[1] کرکے اور کہا نافع نے تھے حضرت عبد اللہ بن عمر
نہ چھوڑتے تھے آمین کو اور رغبت دیتے تھے اونکو اور سنی ہے میں نے اونسے اوسمیں
ایک حدیث انتہی کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نیچے اوس
حدیث کے اور اشعار کرتا ہے ساتھ اوسکی وہ جو روایت کیا ہے بیہقی نے
تھے ابن عمر جب آمین کہتے لوگ آمین کہتے ساتھ اونکے اور جانتا
اوسکو سنت ختم ہوا کلام حافظ ابن حجر کا اور جواب اوسکا
یہ ہے کہ حدیث نہیں دلالت کرتی جہر پر بلکہ کہنے اونکے آمین پر
ساتھ لوگوں کے باوجود سکوت کے جہر سے اور ضد اوسکی سے[2]

....

.... طریق دوسرا از دواب

کیا ہے دارقطنی نے اپنی سنن میں کہا حدیث کی ہمکو عثمان بن
الدقاق نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن سلیمان واسطی نے کہا حدیث
کی ہمکو حارث بن منصور نے کہا حدیث کی ہمکو بحر السقا نے
زہری سے اونہے سالم سے اونہے ابن عمر سے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تھے جب کہتے ولا الضالین کہتے آمین اور بلند کرتے
ساتھ اوسکے آواز اپنی کو اور روایت ہے زہری سے اونہے ابی سلمہ
سے اونہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل اوسکے راوی حدیث بحر السقا ضعیف ہے
ختم ہوا کلام دارقطنی کا اور اون میں سے ایک حضرت

[illegible]

[1] معلق وہ حدیث ہے جس کی سند صاحب کتاب کی طرف سے حذف ہو ۱۲ منہ عفی عنہ
[2] غرض کہ اس حدیث میں خصم کی غرض حاصل نہیں اور اگر کوئی کہے کہ جب لوگ کہتے تب ابن عمر رض کہا کرتے تو لوگ با آواز بلند کہتے ہونگے تب ہی وہ سنکر کہتے ہونگے تو بات وہ کچھ نہیں کیونکہ قرینہ مقام کا اس کے تعین وقت پر صریح دال ہے کہ وہ وقت بعد کہنے امام کے لفظ ولا الضالین کیونکہ حضرت نے نص کیا ہے اذا قال الامام ولا الضالین تو آمین کہو فرما دیا تو آمین لوگوں کا بھی یہی وقت ہوا اور انکا بھی یہی وقت جہر ہو یا کہ نہ ہو ۱۲ منہ عفی عنہ

ابوهريرة رضي الله عنه ولحديثه طرق عند الائمة الطريق الاول اخرج النسائي في سننه اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال ثنا يزيد بن زريع قال ثنى معمر عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين فان الملائكة تقول امين وان الامام يقول امين فمن وافق تامينه تامين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه واخرج الدارمي في سننه من طريق الزهري عن سعيد بن المسيب وابي سلمة بن عبد الرحمن عن ابي هريرة مثله سواء بسواء واخرج النسائي من طريق الزهري عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة مثله قلت هذا الحديث اخرجه البخاري ومسلم واصحاب السنن الا ربعة وسائر المحدثين في كتبهم وذكروا الفاظه على انحاء شتى ففي بعضها اذا امن الامام فامنوا وفي بعضها اذا قال القارى ولا الضالين فقولوا امين وفي بعضها اذا قال احدكم امين و

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور اونکی حدیث کیواسطے چند طرق ہیں نزدیک ائمہ کی طریق اول روایت کیا ہی نسائی نی اپنی سنن میں خبر دی ہمکو اسمعیل بن مسعود نی کہا حدیث کی ہمکو یزید بن زریع نی کہا حدیث کی مجھ کو معمر نے زہری سی اوسنی سعید بن مسیب سے اوسنی ابوہریرہ سے کہا ابوہریرہ رضہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہی امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہو تم آمین کیونکہ فرشتے کہتے ہیں آمین اور امام کہتا ہے آمین پس جو شخص موافق ہو آمین اوس کی فرشتوں کو بخشے جاتے ہیں واسطے اوس کے جو گناہ اوسکی کہ گذر چکی ہیں اور روایت کیا ہی دارمی نے اپنی سنن میں زہری کے طریق سی اوس نے سعید بن مسیب سے اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے اون دونوں نی ابوہریرہ رضہ سی مثل اوسکی ہوبہو اور روایت کیا ہی نسائی نی طریق زہری سے اوس نے سعید بن مسیب سے اوسنی ابوہریرہ رضہ سی مثل اوسکی میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو روایت کیا ہی بخاری اور مسلم اور صاحبان سنن اربعہ والوں نے اور باقی محدثین نی اپنی کتابوں میں اور ذکر کیا اونہوں نے اوسکی الفاظ کو مختلف طور پر پس بعض اونمیں ہی اذا امن الامام فامنوا اور بعض اون میں ہی اذا قال القاری غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین اور اونکی بعض میں ہی اذا قال احدکم

سلہ قلت مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذا الحدیث من القاری ہو الامام دون غیرہ فعلم ان منصب القراءة للامام فقط لا للموتم فان اسم القاری لم یطلق علیہ فی الشرع اصلاً وتفصیل القراءة خلف الامام قد بیناہ فی کتابنا الدلیل المبین علی ترک القراءة للمقتدین واوردنا فیہ بالابحاث العجیبة لعلہا لیست فی غیرہ وفقنا اللہ تعالی علی طبعہ ونفع بذلک الخلق بمنہ وکرمہ ۱۲ منہ عفی عنہ

ت الملئكة فى السماء آمين فوافقت احدىهما
الاخرى غفرله ما تقدم من ذنبه ونحو ذلك
من الفاظ الحديث ووقع فى حديث مالك
فى موطا وابى داود ومسلم والبخاري بعد
تخريج هذا الحديث من طريق ابن شهاب
الزهري قال ابن شهاب وكان رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقول آمين انتهى وقال الحافظ
ابن حجر فى فتح الباري تحت شرح هذا القول
وقد روى روح بن عبادة عن مالك فى هذا
الحديث قال ابن شهاب وكان رسول الله
صلى الله عليه وسلم اذا قال ولا الضالين
جهر بآمين اخرجه السراج ولابن حبان
من رواية الزبيدي فى حديث الباب
عن ابن شهاب كان اذا فرغ من قراءة ام القرآن
رفع صوته وقال آمين وللحميدي من طريق
سعيد المقبري عن ابى هريرة نحوه بلفظ اذا
قال ولا الضالين انتهى كلامه وجه الاستدلال
من هذا الحديث على جهر التامين على ما نقله
الحافظ ابن حجر وغيره انه لو لم يكن التامين
مسموعا للماموم لم يعلم به وقد علق
تأمينه بتامين الامام انتهى وكذا لفظ

قالت الملائكة فى السماء آمين فوافقت احدٰىهما الاخرىٰ
غفر له ما تقدم من ذنبه اور اسی طرح الفاظ اس حدیث
کی اور واقع ہوا ہے بیچ حدیث امام مالک کے جو موطا میں
ہے اور حدیث ابو داود اور مسلم اور بخاری میں بعد
روایت کرنے اس حدیث کی ابن شہاب زہری کی
سند سے کہا ابن شہاب نے اور تھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرمایا کرتے آمین انتہی اور کہا حافظ ابن حجر نے
فتح الباری میں نیچے شرح اس قول کے اور روایت
کیا ہے روح بن عبادہ نے امام مالک سے بیچ اس حدیث
کے کہا ابن شہاب نے اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جبکہ کہتے آپ ولا الضالین جہر کرتے ساتھ
آمین کی روایت کیا ہے اس کو سراج نے اور واسطے
ابن حبان کی ہے زبیدی کی روایت سے بیچ حدیث اسی
باب کے ابن شہاب سے تھے حضرت جب فارغ ہوتے
قراءۃ فاتحہ سے بلند کرتے آواز اپنی اور فرماتے آمین اور
واسطے حمیدی کی ہے سند سعید مقبری سے اونہوں نے ابو ہریرہ سے
مانند اوسکی ساتھ اس لفظ کی کہ جب فرماتے ولا الضالین انتہی وجہ
استدلال کی اس حدیث سے جہر آمین پر اوس بنا پر ہے جو کہ نقل
کیا اوسکو حافظ ابن حجر وغیرہ نے کہ اگر نہ ہو آمین سنائی گئی
واسطے مقتدی کے تو نہ معلوم کریگا اوسکو اور حالانکہ
معلق کیا ہے آمین اوسکی کو ساتھ آمین امام کی انتہی اور سطر

فقولوا قرينة عليه فقد قال الحافظ ابن حجر
والقسطلانی فی شرح البخاريّ تحت هذا
الحديث انّ المناسبة بين الحديث وبين الترجمة
من جهة انّ الحديث وقع فيه الامر بقول
اٰمين والقول اذا وقع به الخطاب مطلقًا
حمل على الجهر ومتى اريد به الاسرار وحديث
النفس قيّد بذلك انتهى كلامهما كيف ومرسل
ابن شهابٍ يدلّ على الجهر فهو قرينة على انّ
المراد هو التّامين على ذلك السّبيل دون
الاخفاء واللّٰه اعلم بالصّواب والجواب
عند انّ الاستدلال بهذا الحديث غير صحيح
امّا بقوله صلّى اللّٰه عليه وسلّم اذا امّن الامام
فامّنوا بقرينة تعليق تامين المؤتمّ على تامين
الامام فقد قدّمنا بحثه[1] بانّ هذا اللّفظ
مؤوّل بالاجماع فانّ السنّة هو تامين المامومِ
مع تامين الامام .... عملًا
بظاهر قوله صلّى عليه وسلّم اذا قال الامام
ولا الضّالّين فقولوا اٰمين ولفظ الموافقة

فقولوا آمین کا قرینہ ہے اوسپر کہا حافظ ابن حجر او
قسطلانی نے شرح بخاری میں نیچے اس حدیث کے
کہ مناسبت درمیان اس حدیث کی اور درمیان ترجمۃ
الباب کے اس جہت سے ہے کہ یہ حدیث واقع ہوا ہے امر
ساتھ کہنے آمین کے اور قول جب واقع ہوتا ہے ساتھ خطاب
مطلق کے حمل کیا جاتا ہے جہر پر اور جب ارادہ کیا جاتا ہے
اوسکے اخفاء اور نفس کی بات تو مقید کیا جاتا ہے ساتھ اسکے
تمام ہوئی کلام ان دونوں کی کسطرح جہر نہو حالانکہ مرسل حدیث
ابن شہاب کی دلالت کرتی ہے جہر پر پس قرینہ ہے اس بات پر
کہ مراد حضرت کی آمین کہنا ہے اوسی طریق پر نہ اخفاء کی طور
واللہ اعلم بالصواب اور جواب اوسکا یہ ہے کہ استدلال ساتھ اس
حدیث کے صحیح نہیں ہے اوپر ساتھ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اذا امن الامام فامنوا بسبب قرینہ معلق کرنے
آمین مقتدی کے ساتھ آمین امام کے پس مقدم کر چکے ہیں ہم
بحث اوسکی باین طور کہ وہ لفظ بالاجماع تاویل کیا گیا ہے[2]
کیونکہ سنت یہ ہے کہ آمین مقتدی کی ساتھ آمین امام کے
ہے واسطے عمل کرنے کے ساتھ ظاہر قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین کے اور لفظ

جواب حدیث [illegible]

[1] قلت وقدمت من كلام الامام النووي وغيره ۱۲ منه عفی عنه

[2] یعنی اذا امن الامام فامنوا کا لفظ چاہتا ہے کہ آمین مقتدی کی بعد آمین امام کے ہو اور یہ معنی بالاجماع متروک ہیں کیونکہ اس طریقہ خاص میں امام اور ماموم کو مقارنت سنت ہے اسی واسطے امام نووی وغیرہ نے اس کی تاویل یوں کی ہے ای اذا اراد الامام التامین فامنوا لہذا خصم کا استدلال اس لفظ سے ثابت نہ ہوا ۱۲ منہ عفی عنہ

يؤيد ذلك وقد فرغنا عن بحثه
تفصيل واما الاستدلال بقوله صلى الله
عليه وسلم فقولوا آمين ففاسد منقوض
بقوله واذا قال الامام سمع الله لمن حمده
فقولوا ربنا لك الحمد ونحو ذلك من
الالفاظ الواردة في الاحاديث واما الاستدلال
بمرسل ابن شهاب الزهري ففاسد ايضاً
فانه منقطع والمنقطع من اقسام الضعيف
لا سيما عند المستدل وبان رواية الزبيدي
قد رواه النسائي ولم يذكر قول ابن شهاب
اصلاً ولعل لفظة رفع بها صوته من شذوذ
الراوي عنه وروح بن عبادة وان كان ثقة
فاضلاً من رجال الجميع ولكنه في روايته
عن مالك كثير الغلط قال الحافظ الذهبي في
ميزان الاعتدال وروى الكتاني عن ابي حاتم
لا يحتج به وقال النسائي في العتق وفي الكنى
روح ليس بالقوي وقال ابو عبيد الآجري
سمعت ابا داود يقول اكثر ما انكر القواريري

بھی تائید کرتا ہے اوسکی اور فراغت پا چکے ہیں ہم بحث اوسکی
سے ساتھ تفصیل کے اور ایپر دلیل پکڑنا ساتھ قول
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یعنی لفظ فقولوا آمین کے
پس فاسد ہے توڑا گیا ہے ساتھ قول آنحضرت کے اذا قال الامام
سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد کے اور ساتھ مثل اوسکی
کے اور الفاظ جو وارد ہیں حدیثوں میں ایپر استدلال پکڑنا
ساتھ مرسل حدیث ابن شہاب زہری کے پس وہ بھی فاسد ہے
کیونکہ منقطع ہے اور حدیث منقطع اقسام ضعیف سے ہے
خاصکر نزدیک مستدل کے اور بایں طور کہ روایت زبیدی
کی روایت کیا ہے اوسکو نسائی نے اور نہیں ذکر کیا اوسنے
قول ابن شہاب کا ہرگز اور شاید لفظ رفع بہا صوتہ کا
شذوذ راوی کا ہے اوس سے اور روح بن عبادہ اگرچہ
ثقہ فاضل ہے سب رجال سے مگر وہ مالک کی روایت میں
بہت غلط حدیث والا ہے کہا حافظ ذہبی نے میزان
الاعتدال میں اور روایت کیا ہے کتانی نے ابو حاتم سے
کہ نہیں حجت پکڑی جاویگی ساتھ اوسکے اور کہا نسائی
نے بیچ باب الکنی اور عتق کے نہیں وہ قوی اور کہا ابو عبید
آجری نے سنا میں نے ابو داود کو کہتا تھا اکثر اوسکا انکار کیا ہے

---

(۱) قلت وحديثه هكذا اخبرنا عمرو بن عثمان عن الزبيدي قال اخبرني الزهري عن ابي سلمة عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا امن الامام فامنوا فان الملائكة تؤمن فمن وافق تامينه تامين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه انتهى ۱۲ منه عفي عنه (۲) يعني لما لم يذكر الزبيدي كلام ابن شهاب اصلاً كما في رواية عمرو بن عثمان عنه فكيف يصح لفظة رفع بها صوته المتفرع عليه فعلم انه من شذوذ بعض الرواة قطعاً وسيجيء ذكره ان شاء الله تعالى ۱۲ منه (۳) يعني لفظة فمن وافق تامينه تامين الملائكة
(۴) یعنی خصم کا قول کہ امر ساتھ قول کے جو مطلق ہو قرائن سے وجہر پر دلالت کرتا ہو دفع ہوا (۵) جیسا کہ فقولوا مثل ما قال المؤذن اور جیسا کہ فقولوا التحیات للہ نحو
ذلک من الاوامر بالقول ۱۲ منہ عفی عنہ (۶) یعنی جبکہ ابن شہاب کا قول ہی شاذ ہے تو لفظ جہر یا رفع کا بدرجہ اولی شاذ ہوا ۱۲ منہ عفی عنہ

على رغم لتسعمائة حديث حدث بها عن
مالك سماعا انتهى مختصرا ملخصا واما ما
رواه الدارقطني في غرائب مالك مرسل
ابن شهاب باتصال السند من طريق حفص
بن عمر العدني عن مالك فقد قال الدارقطني
بعد اخراجه تفرد به حفص وهو ضعيف
انتهى وقال ابن عبد البر لم يتابع الحفص على
هذا اللفظ بهذا الاسناد انتهى والحاصل ان
هذا اللفظ من حديث الزهري ضعيف
من كل الوجوه انقطاعا واتصالا واما ما نقل
ابن حجر عن سعيد المقبري عن ابي هريرة
بالاتصال فهو من اشذ الشذوذ فقد روى
عن ابي هريرة نعيم بن عبد الله المجمر و
ابو سلمة بن عبد الرحمن والاعرج وسعيد
ابن المسيب وهمام بن منبه وابو صالح السمان
فلم يذكروا لفظ الرفع ولا الجهر فهو شاذ قطعا
وبالجملة فحديث ابي هريرة من هذه الطرق
لم يقع فيه لفظة رفع بها صوته ونحوه فان ذلك

روح بن عبادہ پر نو سو حدیث ہو کہ روایت کیا ہو انہوں
انکو امام مالک سے سماع کر کے ختم ہوا کلام ذہبی کا مختصر کر کے
اور وہ جو روایت کیا ہی اوسکو دارقطنی نے بیچ کتاب
غرائب امام مالک کو مرسل ابن شہاب کی ساتھ اتصال
سند کی طریق حفص بن عمر عدنی کی سے اوسنے امام مالک سے
پس کہا دارقطنی نے بعد روایت کرنے اوسکی متفرد ہوئے
ساتھ اوسکی حفص اور وہ ضعیف ہے انتہی اور کہا ابن عبد البر نے
نہیں متابعت کیا گیا حفص اس لفظ پر ساتھ اس سناد کے
انتہی اور حاصل یہ ہو کہ یہ لفظ زہری کی حدیث سے ضعیف ہے
ہر وجہ سے منقطع طور پر اور متصل طور اور لیکن وہ جو
روایت نقل کی ہے ابن حجر نے سعید مقبری سے اوسنے ابو ہریرہ رض
سے ساتھ اتصال کے پس وہ زیادہ شاذ ہے پس روایت
کیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نعیم بن عبد اللہ مجمر نے اور
ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے اور عبد الرحمن اعرج نے اور سعید بن المسیب
نے اور ہمام بن منبہ نے اور ابو صالح سمان نے پس نہیں
ذکر کیا اونہوں نے لفظ رفع بہا صوتہ کا اور نہ جہر کا پس
وہ شاذ ہے یقینا اور مجمل بات یہ ہے کہ پس حدیث ابو ہریرہ رض
کی ان طرق مذکورہ سے نہیں صحیح ہوا اور یہ لفظ رفع بہا صوتہ

سله كما هو عند البخاري في صحيحه ١٢ منه عفي عنه سله كما هو عند النسائي وغيره ١٢ منه عفي عنه سله كما هو عند النسائي وغيره ١٢ منه عفي عنه سله كما هو عند النسائي وغيره ١٢
سله كما هو عند مسلم وابي داود والنسائي وغيرهم ١٢ منه عفي عنه سله كما هو عند البخاري في صحيحه وعند غيره ايضا ١٢ منه عفي عنه سله يعني [illegible]
[illegible] لیعنی ابو ہریرہ کی حدیث جو بلفظ اذا امن الامام فامنوا [illegible]
[illegible] لیعنی طرق مذکورہ میں [illegible]
[illegible]

منقطع واما شاذ الطريق الثاني اخرج
الدارقطني في سننه حدثنا عثمان بن احمد الدقاق
حدثنا محمد بن سليمان الواسطي ثنا الحارث
بن منصور ابو منصور ثنا بحر السقا عن
الزهري عن سالم عن ابن عمر ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم كان اذا قال ولا الضالين
قال آمين ورفع بها صوته وعن الزهري
عن ابي سلمة عن ابي هريرة عن النبي صلى
الله عليه وسلم نحوه بحر السقا ضعيف انتهى
كلام الدارقطني لعينه والجواب عنه ان
بحر السقا ضعيف كما نص عليه الدارقطني
بعد اخراج حديثه وتفصيله في ميزان
الذهبي الطريق الثالث اخرج ابو داود
في سننه حدثنا نصر بن علي ثنا صفوان
بن عيسى عن بشر بن رافع عن ابي عبد الله
ابن عم ابي هريرة عن ابي هريرة قال كان
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تلا
غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال
آمين حتى يسمع من يليه من الصف الاول

منقطع ہے اور یا کہ شاذ ہے واللہ اعلم طریق دوسرا روایت کیا
ہے دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو عثمان بن الدقاق
نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن سلیمان واسطی نے کہا حدیث کی ہمکو
حارث بن منصور نے جو کہ ابو منصور ہے کہا حدیث کی ہمکو بحر السقا
نے زہری سے اوس نے سالم سے اونہے عبداللہ بن عمر سے یعنی کہا
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جب
کہتے ولا الضالین فرماتے آمین اور بلند کرتے ساتھ اوسکے آواز
اپنی اور روایت کیا ہے زہری نے اونسے ابو سلمہ سے اونسے ابو ہریرہ رضی
اونسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل اوسکی بحر السقا ضعیف ہے
ختم ہوا کلام دارقطنی کا بعینہ اور جواب اوسکا یہ ہے کہ بحر السقا
ضعیف ہے جیسا کہ نص کیا اوسپر دارقطنی نے بعد روایت
کرنے حدیث اوسکے اور تفصیل اوس کی میزان الذہبی میں
ہے طریق تیسرا روایت کیا ہے ابو داود نے اپنی سنن میں
حدیث کی ہمکو نصر بن علی نے کہا حدیث کی ہمکو صفوان بن
عیسے نے اونسے بشر بن رافع سے اونسے ابو عبداللہ بن عم ابی
ہریرہ سے اونسے ابو ہریرہ رضی سے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ نے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھتے غیر المغضوب
علیہم ولا الضالین فرماتے آمین یہاں تک کہ سن
لیتا وہ جو ملتا تھا آپ کو صف اول میں سے

ف کو حدیث الزہری ۱۲ منہ عفی عنہ ۲ کو حدیث سعید المقبری ۱۲ منہ عفی عنہ ۳ قلت کلامہ ہکذا بحر بن کثیر ابو الفضل السقا عن الحسن والزہری قال یزید بن زریع لا شیء وقال یحیی لیس بشیء لا یکتب حدیثہ کان الناس احبابی منہ وقال النسائی والدارقطنی متروک قال البخاری لیس بقوی عندہم روی ابن ابی خیثمہ عن ابن معین لا یکتب حدیثہ وقال ابو حاتم ضعیف وکان یحیی القطان لا یرضاہ وقال یزید بن زریع ما کتبت عن بحر الا حدیثا واحدا فجاورت اسنوہ فاحدثت علیہ وقال ابن عدی ہو الی الضعف اقرب انتہی کلام الذہبی مختصر الملتقا ۱۲ منہ عفی عنہ

واخرج ابن ماجة فی سننه حدثنا محمد بن بشار ثنا صفوان بن عیسیٰ ثنا البشر بن رافع عن ابی عبد الله بن عم ابی هریرة عن ابی هریرة قال ترک الناس التامین وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین حتی یسمع اهل الصف الاول فیرتج بها المسجد والجواب عنه من وجهین

جواب الطریق الثالث

الاول ان البشر بن رافع ضعیف قال الحافظ ابن حجر فی تقریبه البشر بن رافع الحارثی ابو الاسباط النجرانی بالنون والجیم ضعیف الحدیث من السابعة انتهی وقال الترمذی فی جامعه فی کتاب الجنائز تحت حدیث عبادة البشر بن رافع لیس بالقوی انتهی وقال شیخ الاسلام العینی فی شرح الهدایة قال یحیی بن سعید القطان البشر بن رافع ابو الاسباط النجرانی ضعیف وضعفه البخاری والترمذی والنسائی واحمد ویحیی بن معین انتهی کلامه[1] وقال الحافظ الذهبی فی میزان الاعتدال[2] قال

اور روایت کیا ہی ابن ماجہ نے اپنی سنن میں کہ خبر دی ہمکو محمد بن بشار نے کہا حدیث کی ہمکو صفوان بن عیسیٰ نے کہا حدیث کی ہمکو بشر بن رافع نے اوسنے ابو عبد اللہ بن عم ابو ہریرہ سے اوس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ترک کیا لوگوں نے آمین کو اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھا کرتے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو آمین یہانتک کہ سن لیتے صف اول والے پس گونج جاتی مسجد ساتھ اوس کے اور جواب اوسکا دو وجہ سے اول یہ کہ بشر بن رافع ضعیف ہے کہا ابن حجر نے اپنی تقریب میں بشر بن رافع حارثی ابو الاسباط نجرانی ساتھ نون اور جیم کے ضعیف حدیث والا ہے طبقہ ساتویں سے انتہی اور کہا ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب الجنائز میں نیچے حدیث عبادہ بن صامت رض کی بشر بن رافع نہیں قوی ہو انتہی اور کہا شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں کہا یحییٰ بن سعید قطان نے بشر بن رافع ابو الاسباط نجرانی ضعیف ہے ضعیف کیا اوس کو بخاری اور ترمذی اور نسائی اور احمد اور یحییٰ بن معین نے ختم ہوا کلام اوس کا اور کہا حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا .....

[1] وتمام عبارته هكذا البشر بن رافع ابو الاسباط النجرانی عن یحیی بن ابی کثیر وغیره وکان مفتی اهل النجران روی عنه صفوان بن عیسی وحاتم ابن اسماعیل قال البخاری الخ ۱۲ منه عفی عنه

[2] وتمام عبارته هكذا البشر بن رافع ابو الاسباط النجرانی الخ ۱۲ منه عفی عنه

ي لايتابع على حديثه وقال احمد
ضعيف وقال ابن معين حدث بمناكير و
قال النسائي ليس بالقوي وقال ابن حبان
اشياء موضوعة كانه معتمد لها
انتهى كلامه مختصراً ملخصاً والحاصل انه
خارج عن حيز الاحتجاج فما قال ابن عدي
لا بأس باخباره لم اجد له متناً منكراً انتهى
الذهبي وكذا قوله وقال ابن معين مرة
ليس به بأس انتهى وكذا ما قال الحافظ عبد العظيم
المنذري في الترغيب والترهيب[۱] ضعفه
احمد وغيره وقواه ابن معين وغيره
وقال ابن عدي لا بأس باخباره انتهى و
كذا ما قال في الخلاصة وثقه ابن معين
وابن عدي انتهى وكذا ما قال الذهبي في
الكاشف ضعفه احمد وقواه ابن معين
انتهى كلامه مختصراً فالجواب اما ابن معين
فكلامه فيه مختلف فيه فانه كما قال
لا بأس به فكذلك قال حديثه منكر
نعم كلام ابن عدي يشعر بظاهره انه

بخاری نے نہیں متابعت کیا جاتا اوس کی حدیث پر
اور کہا احمد نے کہ وہ ضعیف ہے اور کہا یحیی نے حدیث
کرتا ہے منکر روایتیں اور کہا نسائی نے نہیں قوی ہے وہ
اور کہا ابن حبان نے روایت کرتا ہے اشیاء موضوعہ گویا
کہ وہ اعتماد کرنے والا ہے اونکا ختم ہوا کلام اوسکا مختصر
خلاصہ کرکے اور حاصل یہ ہے کہ وہ خارج ہے حیز احتجاج سے
پس وہ جو کہا ابن عدی نے کہ نہیں حرج ہے ساتھ خبار
اوسکی نہیں پایا میں نے واسطے اوسکے متن منکر انتہے اور اسی
طرح قول اوس کا کہ کہا یحیی بن معین نے ایک بار کہ نہیں حرج
ساتھ اوسکے انتہی اور اسی طرح وہ جو کہا ہے حافظ عبد العظیم
منذری نے کتاب ترغیب اور ترہیب میں ضعیف کیا اوسکو
احمد وغیرہ نے اور قوی کیا اوس کو ابن معین نے اور کہا ابن عدی
نے نہیں حرج ساتھ اخبار اوسکے انتہی اور اسی طرح وہ جو کہا ہے
خلاصہ میں ثقہ کہا اوسکو ابن معین اور ابن عدی نے انتہے
اور اسی طرح وہ جو کہا ہے ذہبی نے کاشف میں ضعیف کیا
اوسکو احمد نے اور قوی کہا اوس کو ابن معین نے ختم ہوا کلام اوسکا مختصر
کرکے پس جواب اوسکا یہ ہے اما ابن معین پس کلام اوسکا مختلف فیہ ہے
کیونکہ جیسا کہ اوس نے کہا ہے لا بأس به پس اسیطرح کہا ہے حدیث اوسکی
منکر ہے ہاں کلام ابن عدی کا مشعر ہے ساتھ ظاہر ہی کہ کہ وہ

[۱] تمام عبارته ہکذا البشر بن رافع الحرثی ابو الاسباط امام مسجد نجران عن یحیی بن ابی کثیر وعنہ حاتم بن اسماعیل الخ ۱۲ منہ عفی عنہ ۵۲ عبارته ہکذا البشر بن رافع
ابو الاسباط الحرثی عن یحیی بن ابی کثیر وجماعۃ وعنہ عبد الرزاق وجماعۃ الخ ۱۲ منہ عفی عنہ

قائل بالاحتجاج بحديثه مطلقًا ولكنه مدفوع بوجهين الاوّل انه معارضٌ لكلام البخاريّ بانّه منكر الحديث ولكلام غيره بانّ رواياته موضوعة كما قال ابن حبان وغيرها من الائمة فعلى هذا فالجرح مقدّم على التعديل الثاني انّ ابن عدى ليس غرضه دفع النكارة عن حديثه مطلقا فانّ الذهبيّ قال في اثناء كلامه قال ابن عدى عند البخاريّ انّ لبشر بن رافع هو ابو الاسباط الحارثيّ وعند ابن معين انّ ابا الاسباط شيخ كوفيّ وانّ لبشر بن رافع آخر ولهما ان كانا اثنين عدة احاديث وكانّ احاديث لبشر انكر من احاديث ابي الاسباط انتهى فكلام ابن عديّ هذا بظاهره يدلّ على كون حديثه منكرا[1] فاذًا لم يبق من يوثق امر لبشر بن رافع على الاستقلال[2] من الائمة والله اعلم بالصواب[3]

قائل ہو ساتھ حجت پکڑنے کے ساتھ حدیث اوسکی کے مطلقًا وہ مدفوع ہو ساتھ دو وجہ کی وجہ اوّل یہ کہ معارض ہی کلام بخاری کے کو کہ وہ منکر حدیث والا ہی اور معارض ہے کلام غیر اوس بخاری کو بھی بایں طور کہ روایت اوسکی موضوع ہی جیسا کہا ابن حبان نے اور معارض ہی کلام غیر اونکیکو اور ائمہ سے پس بنا کرنے کے پس جرح مقدم ہی تعدیل پر وجہ دوسری یہ غرض ابن عدی کی نہیں ہی دفع کرنا نکارت کا اوس کی حدیث سے مطلقا کیونکہ ذہبی نے کہا ہی درمیان کلام اپنی کے کہ کہا ہی ابن عدی نے کہ بخاری کے نزدیک بشر بن رافع وہی ابو الاسباط حارثی ہی اور نزدیک ابن معین کے یہ ہے کہ ابو الاسباط شیخ کوفی ہے اور بشر بن رافع اور شخص ہے اور اون دونوں کے لیے اگر بالفرض وہ دو ہیں چند حدیثیں ہیں اور گویا کہ حدیثیں بشر بن رافع کی زیادہ منکر ہیں حدیثیں ابو الاسباط سے ختم ہوا کلام اوسکا پس کلام ابن عدی کا جو یہ ہی دلالت کرتا ہی ساتھ ظاہر کے اوپر ہونی حدیث اوسکی کے منکر[1] پس نہ باقی رہا جو شخص کہ ثقہ کہے اوسکو مستقل[2] طور پر ائمہ میں سے واللہ اعلم بالصواب

[1] میں کہتا ہوں کہ جب اس اسناد میں بشر بن رافع راوی ضعیف ہوا اور ابن عم ابی ہریرہ مجہول ہو تو اب کس طرح حدیث اونکی مقبول ہوگی اسی واسطے کہا ابن القطان نے بشر بن رافع ابو الاسباط الحارثی ضعیف وهو يروي هذا الحديث عن ابي عبد الله بن عم ابي هريرة وابو عبد الله لا يعرف له حال ولا يروي عنه غير بشر والحديث لا يصح لاجله انتهى كلامه كذا نقله الامام الزيلعي في تخريج احاديث الهداية ۱۲ منہ۔ [2] غرض کہ ابن عدی کا مطلب یہ ہے کہ بخاری کے نزدیک بشر بن رافع وہی ابو الاسباط ہی اور ابن معین کی نزدیک بشر بن رافع اور شخص ہے اور ابو الاسباط اور شخص ہے اور محقق ہی در بالفرض وہ دو ہی شخص ہوں جیسا کہ ابن معین کی غرض ہی تو ان میں سے بشر بن رافع کی حدیث زیادہ منکر ہی بہ نسبت ابو الاسباط کی پس ابن عدی کی نزدیک بھی وہ منکر الحدیث ہوا ۱۲ منہ عفی عنہ۔ [3] اگر کوئی کہے کہ پھر ابن عدی کی کلام کا کیا معنی ہے یعنی قوله لا باس بأخباره لم اجد له حديثا منكرا تو اوسکا جواب یہ ہی کہ یہ کلام ابن عدی کا اوسکی نکارت کے متعلق وہ نہیں کرتا بلکہ غرض اوسکی یہ ہے کہ بہ نسبت ابو الاسباط کو جیسا زیادہ منکر الحدیث ہے اور قادر اوس کی بہ نسبت شاید کم نکارت رکھتا ہی اگرچہ خود بھی منکر الحدیث ہے یعنی موضوع کی درجہ کو نہیں پہنچتا جیسا کہ ابن حبان نے سمجھا ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ عفی عنہ

قال الامام العینی فی شرح البخاری قال
ابن القطان فی کتابه لبشر بن رافع ابو الاسباط
الحارثی وهو یروی هذا الحدیث عن ابی
عبد الله بن عم ابی هریرة وابو عبد الله
هذا لا یعرف حاله ولا روی عنه غیر بشر
والحدیث لا یصح من اجله فسقط بذلك
قول الحاکم علی شرط الشیخین وتحسین الترمذی
انتهی کلامه قلت لم یحکم الترمذی
بتحسین لحدیث بشر بن رافع اصلا بل لحدیث
وائل الذی هو من غیر طریق لبشر من شاء
فلیرجع الیه الوجه الثانی ان شیخه اباعبد الله
ابن عم ابی هریرة مجهول فقد قال شیخ الاسلام
الذهبی فی میزان الاعتدال فی باب الکنی
ابو عبد الله الدوسی عن ابی هریرة لا یعرف
ما حدث عنه سوی لبشر بن رافع انتهی و
مع کونه مجهولا قد خالف سعید بن سمعان
فقد اخرج البخاری فی جزء القراءة باسناد
صحیح عن سعید بن سمعان عن ابی هریرة
ثلث قد ترکهن الناس ما فعلهن رسول

اور کہا امام عینی نے شرح صحیح بخاری میں کہ ابن
قطان نے اپنی کتاب میں کہا بشر بن رافع ابو الاسباط
حارثی وہ روایت کرتا ہے اس حدیث کو ابو عبد اللہ
سے جو ابوہریرہ کا چچازاد بھائی ہی اور اُس عبد اللہ
کا کچھ حال معلوم نہیں اور نہ سوائے بشر کو اس سے
کوئی شخص روایت کرتا ہے اور اُسیکی وجہ سے
یہ حدیث صحیح نہیں پس ساقط ہو گیا قول حاکم کا کہ یہ حدیث
شیخین کی شرط پر ہی اور اسیطرح ترمذی کا حسن کہنا ختم ہو کلام عینی کا
میں کہتا ہوں ترمذی نے بشر بن رافع کی حدیث کو ہرگز حسن نہیں کہا
بلکہ وائل کی حدیث کو حسن کہا ہی جو سوائے بشر کو دوسرے طریق سے
وجہ دوسری یہ کہ ابو عبد اللہ بن عم ابی ہریرۃ مجہول ہے
پس کہا شیخ الاسلام ذہبی نے میزان الاعتدال
میں بیچ باب الکنی کے ابو عبد اللہ دوسی روایت
کرتا ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں پہچانا جاتا نہیں
روایت کی اوس سے سوی بشر بن رافع کی ختم ہوا کلام اوسکا
اور باوجود ہونے اوسیکے مجہول تحقیق مخالفت کی ہی اوسنے
سعید بن سمعان کی پس روایت کیا ہی بخاری نے جزء القراءۃ
میں ساتھ اسناد صحیح کی سعید بن سمعان سے اوسنے ابوہریرہ رض
سے کہا تین چیزیں ہیں ترک کیا اونکو لوگوں نے جنکو کرتے تھے

الجواب الحدیث الی ابی ہریرۃ من الطریق الثانی الثابت

ـــــــــــــــ

سه قلت اسناده هٰذا حدثنا محمود قال ثنا البخاری قال ثنا ابو عاصم قال انبأنا ابن ابی ذئب عن سعید بن سمعان عن
ابی ہریرۃ رض ۱۲ منه عفی عنه

قائل بالاحتجاج بحدیثه مطلقا ولکنه
مدفوع بوجهین الاول انه معارض
لکلام البخاری بانه منکر الحدیث ولکلام
غیره بان روایاته موضوعة کما قال ابن
حبان وغیرهما من الائمة فعلی هذا فالجرح
مقدم علی التعدیل الثانی ان ابن عدی
لیس غرضه دفع النکارة عن حدیثه
مطلقا فان الذهبی قال فی اثناء کلامه
قال ابن عدی عند البخاری ان لبشر بن
رافع هو ابو الاسباط الحارثی وعند ابن
معین ان ابا الاسباط شیخ کوفی وان
لبشر بن رافع اٰخر ولهما ان کانا اثنین
عدة احادیث وکان احادیث بشر انکر
من احادیث ابی الاسباط انتهی فکلام ابن
عدی هذا بظاهره یدل علی کون حدیثه
منکرا فاذا لم یبق من یوثق امر بشر بن رافع
علی الاستقلال[1] من الائمة والله اعلم بالصواب

قائل ہے ساتھ حجت پکڑنے کے ساتھ حدیث اوسکی کے
وہ مدفوع ہے ساتھ دو وجہ کی وجہ اول یہ کہ معارض
بخاری ہے کو کہ وہ منکر حدیث والا ہے اور معارض
اوس بخاری کو بھی بایں طور کہ روایت اوسکی موضوع
کہا ابن حبان نے اور معارض ہے کلام غیر اونکے کو اور ائمہ
بنا کر اس کے پس جرح مقدم ہے تعدیل پر وجہ دوسری
غرض ابن عدی کی نہیں ہے دفع کرنا نکارت کا اوس
سے مطلقا کیونکہ ذہبی نے کہا ہے درمیان کلام
کہ کہا ہے ابن عدی نے کہ بخاری کے نزدیک بشر
وہی ابو الاسباط حارثی ہے اور نزدیک ابن معین کے
کہ ابو الاسباط شیخ کوفی ہے اور بشر بن رافع
شخص ہے اور اون دونوں کے لیے اگر با
دو ہیں چند حدیثیں ہیں اور گویا کہ حدیثیں بشر
کی زیادہ منکر ہیں حدیثیں ابو الاسباط سے ختم ہوا
اوسکا پس کلام ابن عدی کا جو یہ ہے دلالت کرتا ہے
ظاہر کو اوپر ہونی حدیث اوسکی کو منکر پس نہ باقی رہا جو شخص
کہ ثقہ کہے اوسکو مستقل طور پر ائمہ میں سے[1] واللہ اعلم بالصواب

---

[1] میں کہتا ہوں کہ جب سند میں بشر بن رافع راوی ضعیف ہے اور ابن عم ابی ہریرہ مجہول ہے تو اب کسطرح حدیث اونکی مقبول ہوگی اسیواسطے کہا ہے ... نے بشر بن رافع ابو الاسباط الحارثی ضعیف وهو یروی هذا الحدیث عن ابی عبد الله بن عم ابی هریرة وابو عبد الله لا یعرف له حال ولا یروی عنه غیر بشر والحدیث لا یصح لاجله انتهی کلامه کذا نقله الامام الزیلعی فی تخریج احادیث الهدایة ١٢ منه [2] غرض کہ ابن عدی کا مطلب یہ ہے کہ بخاری کے نزدیک بشر بن رافع وہی ابو الاسباط ہے اور ابن معین کے نزدیک بشر بن رافع اور شخص ہے اور ابو الاسباط اور شخص ہے پس بالفرض وہ دو ہی شخص ہوں جیسا کہ ابن معین کی غرض ہے تو ان میں سے بشر بن رافع کی حدیث زیادہ منکر ہے بنسبت ابو الاسباط کے پس ابن عدی کے نزدیک بھی وہ منکر الحدیث ہوا ١٢ منه عفی عنه [3] اگر کوئی کہے کہ پھر ابن عدی کے کلام کا کیا معنی ہو یعنی قوله لا باس باخباره لم اجد له حدیثا منکرا اس کی توجیہ کیا ہے کہ کلام ابن عدی کا اوسکی نکارت کے متعلق درجہ نہیں کرتا بلکہ غرض اوسکی یہ ہے کہ بہ نسبت ابو الاسباط کو جب زیادہ منکر الحدیث ہے تو ان دونوں کی بہ نسبت شاید کم نکارت رکھتا ہو اگرچہ خود بھی منکر الحدیث ہے یعنی موضوع کے درجہ کو نہیں پہنچتا جیسا کہ ابن حبان نے سمجھا ہے واللہ اعلم بالصواب ١٢ منه عفی عنه

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر اذا قام الی
الصلوٰۃ ویسکت بین التکبیر والقراءۃ ویسئل
اللہ من فضلہ وکان یکبّر فی کلّ خفضٍ ورفع
فقد ذکر ابو ہریرۃ فی ہٰذا الحدیث الصّحیح ما
ترک النّاس فعلہ بصیغۃ الحصر ولم یذکر
فیہ التّامین اصلاً فضلاً عن ذکر جہرہ
بالکیفیۃ المذکورۃ فعلم انّہ منکر وہو المطلوب
وامّا ما قال الحافظ ابن حجر فی تقریبہ ابو
عبد اللہ الدوسی ابن عم ابی ہریرۃ مقبول
من الثّالثۃ قیل اسمہ عبد الرحمٰن بن ہضہاض
وقیل ابن الصّامت انتہی کلام الحافظ فلا یدفع
عنہ النّکارۃ ولا یرفع عنہ الجہالۃ فانّ ابن
حجر قد ذکر فی خطبۃ کتابہ فی مراتب الجرح
والتعدیل المرتبۃ السّادسۃ من لیس لہ
من الحدیث الّا القلیل ولم یثبت فیہ ما
یترک حدیثہ من اجلہ والیہ الاشارۃ
بلفظ مقبول حیث یتابع والّا فلیّن الحدیث

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تکبیر فرماتے جب کھڑے ہوتے
طرف نماز کی اور سکوت[1] فرماتے درمیان تکبیر اور قراءۃ
اور سوال کرتے اللہ سے فضل اوسکا اور تکبیر کہتے تھے ہر ایک خفض
اور رفع میں پس ذکر کیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث صحیح میں
جو کچھ ترک کیا تھا لوگوں نے کرنا اوسکا ساتھ صیغہ[2] حصر کے
اور نہیں ذکر کیا آمین کو ہرگز حال ہونے اوسکی فضل یعنی
ذکر جہر اوسکے سے ساتھ کیفیت[3] مذکورہ کے پس معلوم ہوا کہ
وہ ذکر جہر کا منکر ہے اور یہی مطلوب ہے اور یہ جو کہا ہے حافظ
ابن حجر نے اپنی تقریب میں ابو عبد اللہ الدوسی ابن عم ابو ہریرہ
مقبول طبقہ ثالثہ سے ہے کہا بعض نے کہ نام اوسکا عبد الرحمٰن
بن ہضہاض ہے اور بعض نے کہا ابن صامت ہے ختم ہوا کلام
حافظ کا پس نہیں دفع کرتا اوس سے نکارت کو اور نہیں اٹھاتا
اوسکی جہالت کو کیونکہ ابن حجر نے خود ذکر کیا ہے بیچ خطبہ
کتاب اپنی کے مراتب جرح اور تعدیل میں اور کہا کہ مرتبہ چھٹا اوس
راوی کا ہے جو نہیں اوسکے واسطے حدیث مگر قلیل اور نہیں ثابت
اوس میں وہ عیب[4] جو ترک کیا جاوے بسبب اوسکے اور اوسکی حدیث
اشارہ ہے ساتھ لفظ مقبول کی جس جگہ متابعت کیا جاوے اور اگر

---

[1] اس سکوت کے معنی عدم جہر کے ہیں ساتھ اوس وظیفہ کے جو بعد تکبیر کے او قبل شروع فاتحہ کے ادا کیا جاتا ہے جیسا کہ سبحانک اللہم و بحمدک الخ وغیر ذلک اور وہ جو بعض اہل حدیث نے دعوی کیا ہے کہ یہ سکتہ واسطے قراءۃ مقتدی کے ہے تا کہ امام کے ساتھ اوسکو قراءۃ میں شراکت نہ ہو اور معارضہ کتب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلامت رہے وہ سراسر بے اصل اور پوچ بات ہے شارع سے قراءۃ خلف الامام جبکہ صحت کو نہیں پہنچا تو سکتات میں پڑھنا اور اوسکا تکلف سر پر لینا بے فائدہ ہے اور بحث قراءۃ خلف امام کے ساتھ لوازم تحقیق کے اور جواب ادلہ خصم کا عمدہ طور سے بالبسط و السعۃ میں نے اپنی کتاب الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین میں کی ہے وفقنا اللہ بطبعہ کما وفقنا بتصنیفہ آمین ۱۲ منہ [2] اگر کوئی کہے کہ العدد مفہوم لہ تو جہر نہ رہا جواب یہ ہے کہ تب بھی منکر ہے کیونکہ ضعیف راوی نے ثقہ پر زیادتی کی ہے وہو المعنی لکونہ منکر المعنیٰ ۱۲ منہ [3] یعنی جبکہ نفس جہر ثابت نہوا تو اوسکی کیفیت کہ مسجد گونج جاتی تھی کب صحیح ہوسکتی ہے ۱۲ منہ [4] یعنی اوس میں جرح معلوم نہیں اگرچہ تعدیل بھی معلوم نہیں ۱۲ منہ عفی عنہ [5] مگر واضح ہو کہ لین الحدیث بھی تب ہے جبکہ کسی ثقہ کی مخالفت نکرے نہ زیادتی اوس لفظ کے والا تب بھی منکر الحدیث ہوگا ۱۲ منہ عفی عنہ

ھذہ اشار ابن حجر الی ان المقبول عندہ
حیث یتابعہ غیرہ والا فلا وھھنا کذلک فعلم
انہ مجہول الطریق الرابع لحدیث ابی ہریرۃ
رواہ الدارقطنی فی سننہ حدثنا محمد بن
سہل ثنا عثمان بن صالح ثنا اسحاق بن ابراہیم
ثنا عمرو بن الحارث ثنا عبد اللہ بن سالم عن
الزبیدی ثنی الزہری عن ابی سلمۃ وسعید
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من قراءۃ
ام القرآن رفع صوتہ وقال آمین ھذا
اسنادہ حسن انتہی کلام الدارقطنی والجواب
ان عبد اللہ بن سالم صاحب الزبیدی
وان کان ثقۃ من حیث الحفظ ولکنہ ناصبی
قال الذہبی فی میزان الاعتدال قال ابوداود
کان یقول ان علیا اعان علی قتل ابی بکر و
عمر وجعل یذمہ ابوداود یعنی انہ ناصبی
انتہی اذا ثبت ھذا فنقول ان علی بن ابی
طالب لما کان مذہبہ اخفاء التامین

ختم ہوا کلام اوس کا پس اشارہ کیا ابن حجر نے اس بات کی طرف
کہ مقبول اوسکے نزدیک اوس جگہ ہے جبکہ متابع ہو اوسکو غیر اوس
کا اور اگر نہیں متابع ہوا اوسکو پس نہیں مقبول اور اس جگہ ایسی ہے
پس معلوم ہوا کہ وہ مجہول ہے طریق چوتھا واسطے حدیث ابوہریرہؓ
کے روایت کیا ہے دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو
محمد بن سہل نے کہا حدیث کی ہمکو عثمان بن صالح نے کہا حدیث
کی ہمکو اسحاق بن ابراہیم نے کہا حدیث کی ہمکو عمرو بن حارث نے
کہا حدیث کی ہمکو عبداللہ بن سالم نے اوس نے زبیدی اوس نے زہری
سے اوس نے ابوسلمہ اور سعید سے اونہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
ابوہریرہؓ نے کہا تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ
ہوتے قراءۃ ام القرآن سے بلند کرتے آواز اپنی اور فرماتے
آمین یہ اسناد حسن ہے ختم ہوا کلام دارقطنی کا اور جواب اوس
کا یہ ہے کہ عبداللہ بن سالم شاگرد زبیدی کا اگرچہ ثقہ ہے حفظ
کی جہت سے مگر وہ ناصبی ہے کہا ذہبی نے میزان الاعتدال
میں کہا ابوداؤد نے تھا وہ کہا کرتا کہ حضرت علی رضی اللہ
عنہ نے معاونت کی ہے اوپر قتل کرنے حضرت صدیق اکبر رضی
اللہ عنہ کے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اور شروع کیا
ابوداؤد نے کہ مذمت کرتا تھا اوسکی یعنی وہ ناصبی ہے انتہی جب ثابت ہوا یہ پس کہتے ہیں

سلہ قلت کونہ لین الحدیث فی حالۃ عدم المتابعۃ اذا لم یکن مخالفا لغیرہ ولا یزید علی حدیث من ہو اعلی منہ حفظا او اکثر منہ عددا
والا فالحدیث منکر لا محالۃ فعلی ھذا فلا شبہۃ فی کون الحدیث منکرا فان سعید بن سمعان ثقۃ حافظ وابو عبد اللہ مع کونہ مجہولا قد زاد علی
حدیثہ ذکر التامین جہرا فعلم انہ منکر ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ قلت الفرقۃ الناصبیۃ ہم المتدینون ببغض علی رضی اللہ عنہ نصبوا لہ ای عادوہ ۱۲ منہ
عفی عنہ سلہ یعنی اول تو اوسکا متابع کوئی نہیں اور دوسرے اوس نے سعید بن سمعان پر زیادتی کی ہے پس منکر ہوئی حدیث اوس کی ۱۲ منہ عفی عنہ

وعبد الله بن سالم ناصبيّ يبغض عليّاً ويفتري عليه فروايته في خلاف عليّ غير صحيحة مع ان النسائيّ اخرج حديث ابي هريرة من طريق عمرو بن عثمان عن الزبيدي وليس فيه جهر التامين والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب قلت من قال بتحسين حديث ابي هريرة هذا كالدار قطنيّ وغيره فكلامه مخدوش فيه وذلك لانّ الزبيديّ وان كان ثقة في نفسه ولكنه خالف جميع اصحاب الزهريّ فقد روى سفيان بن عيينة ومالك بن انس ومعمر ويونس بن يزيد الايلي هذا الحديث عن ابن شهاب امّا بالانقطاع كما في حديث مالك او مجردا عن الجهر كابن عيينة وغيره كما مرّ تحقيقه فلعلّ عبد الله بن سالم ادرج كلام ابن شهاب في كلام ابي هريرة ولم يفرّق بين كلامهما وبالجملة فلفظ رفع بها صوته بالاسناد المتصل شاذ وامّا بالاسناد المنقطع كما مرّ من حديث روح بن عبادة

اور عبد اللہ بن سالم ناصبی عداوت رکھتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور افترا باندھتا اون پر پس حدیث اوس کی بیچ مخالفت مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیح نہیں ہے، باوجود نسائی نے روایت کیا ہے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو عمرو بن عثمان کے طریق سے اوس نے زبیدی سے اور نہیں اوس میں ذکر جہر آمین کا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب میں کہتا ہوں کہ جو شخص قائل ہے ساتھ حسن کہنے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جو یہ ہے مثل دارقطنی وغیرہ کی پس کلام اوسکی مجروح ہے اور وہ اس واسطے کہ امام زبیدی اگرچہ ثقہ ہے فی نفسہ مگر وہ مخالف ہوا ہے تمام اصحاب زہری کو پس روایت کیا ہے سفیان بن عیینہ اور امام مالک بن انس اور معمر بن راشد اور یونس بن یزید ایلی نے ابن شہاب سے یا تو ساتھ انقطاع کے جیسا کہ امام مالک کی حدیث میں ہے یا خالی جہر سے جیسا کہ ابن عیینہ وغیرہ کی حدیث میں ہے جیسا کہ گذر چکی تحقیق اوسکی پس شاید عبد اللہ بن سالم نے مدرج کیا ہے کلام ابن شہاب کا بیچ کلام ابو ہریرہ کے اور نہ فرق کیا درمیان کلام اون دونو کے اور قصہ مجمل پس لفظ رفع بہا صوتہ کا ساتھ سند متصل کے شاذ ہے اور ایسے ساتھ اسناد منقطع کے جیسا کہ گذر چکا ہے روح

١ قلت حديثه عند النسائي ١٢ منه عفي عنه ٢ قلت حديثه عند البخاري وغيره ١٢ منه عفي عنه ٣ قلت حديثه عند النسائي ١٢ منه عفي عنه ٤ قلت حديثه عند ابن ماجة وغيره ١٢ منه عفي عنه ٥ اور نسائی کی حدیث اوپر گذر چکی ١٢ منه عفي عنه
٦ قلت حديثه عند ابن ماجة وغيره ١٢ منه عفي عنه

بل ومن حديث الزبيدي نفسه شاذ ومنقطع الطريق الخامس لحديث ابي هريرة رضي الله عنه اخرج النسائي في سننه اخبرنا محمد بن عبد الله بن الحكم ثنا شعيب ثنا الليث بن سعد ثنا خالد بن يزيد عن ابي هلال عن نعيم المجمر قال صليت وراء ابي هريرة فقرأ بسم الله الرحمن الرحيم ثم قرأ بام القران حتى قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين فقال الناس آمين ثم قال ابو هريرة والذي نفسي بيده اني لاشبهكم صلوة برسول الله صلى الله عليه وسلم واخرج الطحاوي في معاني الآثار حدثنا صالح بن عبد الرحمن قال ثنا سعيد بن ابي مريم قال اخبرنا الليث بن سعد قال اخبرني خالد بن يزيد عن ابي هلال عن نعيم المجمر نحو ما رواه النسائي بعينه والجواب عنه ان الحديث لا دليل فيه على الجهر وان كان من حيث السند مقبولا والدليل على ما ادعيناه ان اباهريرة قد قرأ البسملة

نزدیک سراج کے اور بلکہ خود زبیدی کی حدیث سے بھی پس شاذ اور منقطع ہے واللہ اعلم طریق پانچواں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا روایت کیا نسائی نے اپنی سنن میں خبر دی ہم کو محمد بن عبد اللہ بن حکم نے کہا حدیث کی ہم کو شعیب نے کہا حدیث کی ہم کو لیث بن سعد نے کہا حدیث کی ہمکو خالد بن یزید نے اوس نے ابو ہلال سے اوس نے نعیم مجمر سے کہا نعیم مجمر نے نماز پڑھی میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پس پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم پھر پڑھا اُمّ القرآن کو یہانتک کہ کہا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہا آمین پھر کہا لوگوں نے آمین پھر کہا ابو ہریرہ رض نے قسم ہے اوس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تحقیق میں زیادہ مشابہ ہوں نماز میں ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور روایت کیا طحاوی نے معانی الآثار میں حدیث کی ہمکو صالح بن عبد الرحمن نے کہا حدیث کی ہمکو سعید بن ابی مریم نے کہا خبر دی ہمکو امام لیث بن سعد نے کہا خبر دی ہمکو خالد بن یزید نے اوس نے ابو ہلال سے اوس نے نعیم مجمر سے جس طرح کہ روایت کیا اوس کو نسائی نے بعینہ اور جواب اوس سے یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں اوس میں کوئی دلیل جہر پر اگرچہ سند کی حیثیت سے مقبول ہے اور دلیل اوس پر جو کہ ہم نے دعوی کیا ہے وہ حدیث ہے جس کو

ے یہ کلام علی سبیل التنزل ہے ورنہ امام زہری اس سے بری ہے کیونکہ اوس سے عمرو بن عثمان کی روایت میں سکوت کہا ہے پس درحقیقت یہ غلطی عبد اللہ بن سالم کی ہے کہ [illegible] بیان کیا البتہ اگر زہری کا قول قرار دیتا تو بجا تھا کیونکہ [illegible] عبادہ [illegible] اوسکا متصل ہوجاتا ۱۲ منہ ے خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ لفظ [illegible] کا کسی طرح ان سندوں سے صحیح نہیں کیونکہ یا تو منقطع ہے جیسا کہ [illegible] عبادہ کی حدیث [illegible] قول زہری کا وکان رسول اللہ [illegible] جیسا کہ عبد اللہ بن سالم نے [illegible] عمرو بن عثمان کی [illegible] ۱۲ منہ عفی عنہ

امّا ما هو من جنسه فقد كان رسول الله
صلّى الله عليه وسلّم يجهر بالتكبير وعند كلّ
خفض ورفع وكذا لفظة سمع الله لمن حمده و
لفظة السلام عليكم ورحمة الله وكذا لفظة ربّنا
لك الحمد حمدًا كثيرًا الخ مع ورودها مع التامين
على سبيل الجهر كما مرّ فهذه الوظائف قد جهر
بها لحاجة المؤتمين لا لانّ الجهر فيها مسنون و
لا الفعل به المنفرد والمؤتمّ وهو خلاف الاجماع
وكذا جهر رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بسائر
الوظائف منها ما اخرجه النسائي وغيره عن
حذيفة بن اليمان انه صلّى مع النبيّ صلّى الله
عليه وسلّم ذات ليلة قال فسمعته حين كبّر
الله اكبر والجبروت الخ ومنها ما اخرج النسائي
وغيره عن البراء بن عازب كنّا نصلّي خلف
رسول الله صلّى الله عليه وسلّم الظهر فنسمع
منه الآية بعد الآية من سورة لقمان

اسپر وہ وظیفہ جو جنس آمین کی ہے پس بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جہر کیا کرتے تکبیر وقت ہر نیچے جانے اور اوپر آنے کے
اور اسی طرح لفظ سمع اللہ لمن حمدہ اور اسی طرح لفظ السلام
علیکم ورحمۃ اللہ اور اسی طرح لفظ ربنا لک الحمد حمدا
کثیرا طیبا مبارکا فیہ آخر تک باوجودیکہ ورود اوس کا
ساتھ آمین کے ہے جہر کے طور پر جیسا کہ گذر چکا پس ان وظائف
تحقیق جہر کیا ساتھ انکے واسطے حاجت مقتدیوں کی نہ واسطے
اس امر کے جہر کرنا انمیں مسنون ہے ورنہ کرتا اوسکو مقتدی اور
منفرد اور اون کا جہر اجماع کے خلاف ہے اور اسیطرح جہر کیا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ باقی وظائف کی اونمیں سے وہ جو
کہ روایت کیا اوسکو نسائی وغیرہ نے حضرت حذیفہ بن یمان
رضہ سے کہ اونہوں نے نماز پڑھی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ایک رات پس سنا میں نے آپ کو جب تکبیر کہی اللہ اکبر والجبروت
آخر تک اور انمیں سے وہ جو کہ روایت کی ہے نسائی وغیرہ نے براء ابن عازب
سے تھے ہم نماز پڑھتے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ظہر پس سنا کرتے ہم آپ سے ایک آیت بعد ایک کے سورۂ لقمان سے

تقبیہ ص ۱۲۷ (۱) آمین کی جنس جیسا کہ وہ وظائف کہ قرآن سے علاوہ ہیں اور مسنون ہیں نہ فرض واجب اور یا کہ فرض وجیب ہیں جیسا کہ قراءۃ یا تشہد ... بسبیل الاتفاق او الاختلاف ۱۲ منہ عفی عنہ (۲) بلکہ بعض وقت مسنون اسپر مواظبت کرنی مکروہ ہے چنانچہ اہل حدیث اوسکو خوب جانتے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ خیمہ صفحہ ۱۲۷

(۱) قلت ومن امثلته ما اخرج الامام محمد رح في كتاب الآثار اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان ناسا من اهل البصرة اتوا عمر بن الخطاب ... عن افتتاح الصلوة قال فقام عمر بن الخطاب فافتتح الصلوة وهم خلفه ثم جهر فقال سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك قال محمد وبهذا ناخذ في افتتاح الصلوة ولكنا لا نرى ان يجهر بذلك الامام ولا من خلفه وانما جهر عمر بن الخطاب ليعلمهم ما سالوه عنه انتهى كلامه قلت ونظيره ما قرن ابو هريرة ... من الوظائف على سبيل الجهر فقد قال الحافظ ابن حجر في مقدمة فتح الباري تحت حديث ... [illegible]

والذاريات ومنها ما اخرجه البخاري وغيره
عن ابي قتادة الانصاري انّ رسول الله
صلّى الله عليه وسلّم كان يصلّي بنا الظهر
فيقرأ في الركعتين الاولين ليسمعنا الآية
ونحو ذلك من الوظائف الكثيرة كالتسبيح
في الركوع والسجود والتشهد والادعية
فيه ممّا يطول ذكره ففي هذه الوظائف
ليس الجهر بمقصود مع صحته وامّا من
غير جنس التامين فكما اخرج مالك
في الموطّا وغيره في غيره عن ابي قتادة رضي
الله عنه انّ رسول الله صلّى الله عليه و
سلّم كان يصلّي وهو حامل امامة بنت
زينب بنت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم
الحديث وكما اخرج النسائي وغيره عن
ابن عباس كان رسول الله صلّى الله عليه
وسلّم يلتفت يمينا وشمالا ولا يلوي عنقه
خلف ظهره ونحو ذلك من الافعال المكروهة
وغيرها فهل يقول عاقل بسنّيّة كلّها مع

اور سورۂ والذاریات سے اور اونمیں سے وہ جو کہ روایت کیا ہے
بخاری وغیرہ نے ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے نماز پڑھاتے ہمکو ظہر کی پس قرأت
کرتے دونوں رکعتوں اول میں سناتے ہمکو آیت اور مانند
انکی اور وظائف سے جو کہ بہت ہیں جیسا کہ تسبیح رکوع
اور سجود میں اور جیسا کہ التحیات کا پڑھنا اور باقی دعاؤں
کا پڑھنا اوس میں اون میں سے جنکا ذکر طویل ہے پس ان وظائف میں جہر
کرنا مقصود نہیں ہے باوجود صحت اوسکے اور اسپر غیر جنس
آمین کا پس جیسا کہ روایت کیا ہے امام مالک نے موطا
میں اور غیر اوسکے نے اوسکے غیر میں ابو قتادہ رضہ سے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے نماز پڑھتے اور وہ
اٹھانیوالے تھے امامہ بنت زینب بنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر حدیث تک اور جیسا
کہ روایت کیا ہے نسائی وغیرہ نے ابن عباس رضہ
سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التفات
کیا کرتے داہنی طرف اور بائیں طرف اور نہ پھیرتے
آپ گردن اپنی پیٹھ کی جانب اور مانند ان کی اور افعال
مکروہ سہو اور غیر اون کے سے پس ہے کوئی عاقل کہ قائل ہو ساتھ

تقبیہ ص ۱۲۸ (ثم قال بعد ان سلم انا اشبهكم صلوة برسول الله صلى الله عليه وسلم انتهى وقد ان ابا هريرة جهر بالتعوذ بعد الفراغ من الفاتحة على ما رواه الامام الشافعي فما هو بدا بهم فهو جواب ... ۱۲ منه عفي عنه (۲) یعنی قصہ دونوں کا ایک ہے اسطرح پر کہ آپ کا آمین کہنا صحابی نے سنا اور ربنا لک الحمد الخ صحابی کا کہنا آنحضرت نے سنا ... (۱) رکوع اور سجود میں تسبیح کا سننا صحابہ کا آپ کی زبان مبارک سے بکثرت موجود ہے کما ... حواشی صفحہ ہذا ... [illegible]

ان کلہ من افعال الشارع فکذلك جہر التامین

واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

المقصد الثانی فی الاستدلال بآثار

الصحابۃ فقد اخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا

وکیع قال ثنا مطر بن میمون قال سمعت

عکرمۃ یقول ادرکت الناس ولهم رجّۃ

فی مساجدهم بآمین اذا قال الامام

ولا الضالین انتهی والجواب عنہ ان فی

سندہ مطر بن میمون وهو متروك اجماعًا

قال فی التقریب متروك من الخامسۃ انتهی

وقال الذهبی فی میزانہ قال البخاری وابو حاتم

والنسائی منکر الحدیث انتهی وقال ابن حجر

فی تهذیب التهذیب سئل ابو داود عنہ

فجعل یضحك انتهی واخرج ابن حبان

والبیهقی عن عطاء بن ابی رباح ادرکت

مائتین من الصحابۃ فی هذا المسجد اذا

قال الامام ولا الضالین سمعت لہ رجّۃ

بآمین وقال الامام البخاری فی صحیحہ

تعلیقا امّن ابن الزبیر وامّن من خلفہ

کل اونکا افعال شارع سے ہے پس اسی طرح حال ہے جہر آمین

کا واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وعندہ علم الکتاب

مقصد دوسرا بیچ استدلال کے ساتھ آثار صحابہ رضہ

کے پس تحقیق روایت کیا ابن ابی شیبہ نے حدیث کی ہمکو

وکیع نے کہا حدیث کی ہمکو مطر بن میمون نے کہا اونسے کہ سنا

میں نے عکرمہ کو کہتا تھا کہ پایا میں نے لوگوں کو اور اون کے

لیے آواز تھی اون کی مسجدوں میں ساتھ آمین کے جب

کہتا امام ولا الضالین انتہے اور جواب اوسکا یہ ہے کہ

اوسکی سند میں مطر بن میمون ہے اور وہ اجماعی متروک

ہے کہا تقریب میں کہ متروک ہے طبقہ خامسہ سے انتہے

اور کہا ذہبی نے میزان میں کہا بخاری اور ابو حاتم

اور نسائی نے کہ منکر الحدیث ہے انتہے اور کہا ابن حجر

نے تہذیب التہذیب میں سوال کیا گیا ابو داود سے حال

اوسکے سے پس شروع کیا ابو داود نے کہ ہنسی کرتا تھا انتہے

اور روایت کیا ہے ابن حبان اور بیہقی نے عطاء بن ابی رباح

سے کہ پایا میں نے دوسو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو اس مسجد میں جب کہتا امام ولا الضالین سنتا تھا میں

واسطے انکے آواز بلند ساتھ آمین کے اور کہا امام بخاری نے اپنی

صحیح میں معلق کرکے آمین کہی زبیر نے اور آمین کہی انہی سے جو اونکے

سلہ حق ادبیہ ہے کہ جو وظائف قرأۃ کو غیر میں کسی میں جہر مسنون نہیں ... [illegible] ... تسلیم جانا اگر جہر کرنا نماز میں

حتی ان للمسجد للجّۃ انتهی قلت قال الحافظ

ابن حجر فی فتح الباری هذا الاثر وصلہ عبد الرزاق

ابن همام عن ابن جریج عن عطاء قال قلت لہ

اکان ابن الزبیر یؤمّن علی اثر امّ القرآن قال

نعم وامّن من خلفہ حتی ان للمسجد للجّۃ

ثم قال انما آمین دعاء انتهی والجواب

عنہ ان هذا الاثر وان کان من اعظم

الادلۃ للمستدل بحیث یدعی اجماع

الصحابۃ علی سنیۃ جهر التامین ولکنہ

مدفوع بانہ لا یقول بحجیۃ الآثار اصلا

فکیف یلزم بہ غیرہ وبان ذلك واقعۃ

حال ولا عموم لہ کما مرّ وبان ابن الزبیر

قد ثبت عنہ ترك نفس التامین فضلا

عن جهرہ فقد اخرج الامام الطحاوی فی

معانی الآثار باسناد صحیح عن الازرق بن

قیس قال صلیت خلف ابن الزبیر فسمعتہ

یہانتک کہ واسطے مسجد کے بلند آواز تھی انتہے اور میں کہتا ہوں

کہ کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس اثر کو موصول روایت

کیا ہے عبد الرزاق بن ہمام نے ابن جریج سے اونسے عطا سے کہا

ابن جریج نے کہا میں نے اوسی عطا کو کیا تھا ابن زبیر آمین کہا کرتا

بعد ام القرآن کے کہا کہ ہاں اور آمین کہی اونسے جو پیچھے

اوسکے تھا یہانتک کہ واسطے مسجد کے آواز تھی پھر کہا عطا نے

بیشک آمین دعا ہے انتہے اور جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ اثر اگرچہ بہی بڑی

ادلہ سے واسطے مستدل کے باین طور کہ دعوے کرتا ہے اجماع

صحابہ رضہ کا سنت ہونے جہر آمین پر مگر وہ استدلال مدفوع

ہے باین وجہ کہ وہ مستدل خود قائل نہیں ہے ساتھ حجت ہونے

آثار کے ہرگز پس کسطرح الزام دیتا ہے ساتھ اوسکے غیر اپنے کو

اور ساتھ اسطرح کے کہ وہ واقعہ ایک حال کا ہے اور اوسکا عموم نہیں

ہوتا جیسا گذر چکا اور اسطرح پر کہ عبد اللہ بن زبیر سے تحقیق ثابت

ہوا ہے اوس سے ترک نفس آمین کا حال ہوا اوسکی زیادہ جہر سے

پس روایت کیا ہے امام طحاوی نے معانی الآثار میں ساتھ اسناد صحیح کے

ازرق بن قیس سے کہا نماز پڑھی میں نے پیچھے ابن زبیر کے پس سنا میں نے

اوسکو

افقط تعلیم تھی کہ ان مواضع میں یہ اسور محفوظ رکھیں اس کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ حضرت عمر رضہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے جہر کیا ساتھ سبحانک اللہم و

بحمدک الخ کے کما رواہ مسلم وغیرہ اور خود عمر رضی اللہ کا قول ہمارے بیچ پیچھے امام کے ذکر ہے سبحانک اللہم الخ کما ذکرناہ تو جہر کرنا علی وجہ التعلیم تھا فقد اخرج الطحاوی

فی معانی الآثار عن عمرو بن میمون قال صلی بنا عمر فقال اللہ اکبر سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک واخرج عن علقمۃ والاسود عن عمر مثلہ

وزاد یسمع من یلیہ ومن طریقهما عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کبر فرفع صوتہ وقال مثل ذلک لیتعلموا انتهی ما فی معانی الآثار بقدر الحاجۃ پس اسی طرح

قیاس کرنا چاہیے آمین کو ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ حاصل کلام کا یہ ہے کہ آمین کے ہمجنس اقوال اور افعال اور اسکی غیر جنس صحابہ میں سے ہیں اور کوئی اونکی

سنیت کا قائل نہیں مثل کرکے کو گود میں اٹھا کر نماز ادا کرنی اور دائیں بائیں التفات کرنا یہ امر کوئی مباح بھی نہیں کہتا چہ جائیکہ سنت کہے ... [illegible]

يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم غير المغضوب
عليهم ولا الضالين بسم الله الرحمن الرحيم
وبان فعل ابن الزبير ومن خلفه ليس بمرفوع
اصلا واما الاخفاء فهو فعل عمر وعلي رضي
الله عنهما فهو مرفوع حكما لقول رسول
الله صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتي و
سنة الخلفاء الراشدين ونحوه من الاحاديث
وبالجملة فلا يثبت منه سنية الجهر ولا
استحبابه قلت هذا الحكم صحيح قطعا و
خلافه باطل جزما فقد قال عطاء بعد ذكر
اثر ابن الزبير انما التامين دعاء انتهى فقد
اشار عطاء بن ابي رباح الى ان ابن الزبير و
من معه وان جهروا به ولكنه دعاء اى
وقد علم ان الاصل في الدعاء الاخفاء كيف
وقد قال ابن جريج الذي عليه مدار الاثر في
تفسير قوله تعالى واذكر ربك في نفسك
ان الله امر عباده ان يذكروه في الصدور

پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم غیر المغضوب علیہم ولا
الضالین بسم اللہ الرحمن الرحیم اور یاین طور کہ
فعل ابن زبیر کا اور جو اون کے پیچھے تھے نہیں وہ
مرفوع ہرگز اور ایپر اخفاء پس وہ فعل ہے حضرت عمر فاروق
اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا پس وہ مرفوع ہے حکما بسبب
فرمانے آنحضرت کے کہ لازم پکڑو تم سنت میری اور سنت
خلفاء راشدین کی اور مانند اسکی باقی احادیث سے اور مجمل
بات یہ ہے کہ نہیں ثابت ہوتا اوس اثر سے سنت ہونا جہر کا اور
نہ مستحب ہونا اوسکا میں کہتا ہوں کہ یہ حکم صحیح ہے قطعا اور
اوس کا خلاف باطل ہے جزما پس کہا عطا ابن ابی رباح نے بعد
ذکر کرنے اثر ابن زبیر کی کہ آمین تو ضرور دعا ہی ہے انتہے
پس تحقیق اشارہ کیا عطا بن ابی رباح نے اس بات کیطرف کہ
ابن الزبیر نے اور جو اوسکی ساتھ تھی اگرچہ جہر کیا ہی ساتھ اوسکے
مگر وہ آمین دعا ہے اور جانا گیا ہی کہ اصل دعا میں اخفا ہے کیس
طرح نہ ہو یہ امر حال یہ کہ کہا ابن جریج نے جسپر مدار اس اثر کا
ہے بیچ قول باری تعالی کی واذکر ربک فی نفسک کہ اللہ
تعالی نے امر کیا ہے اپنے بندوں کو یہ کہ ذکر کریں اوسکا بیچ دلوں

سلہ یعنی نہ حقیقۃ اور نہ حکما ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خلافت خلفاء اربعہ کی اور چھ ماہ امام حسن رضہ کی یہ تمام تیس برس تک خلافت راشدہ ہے یہ گویا کہ تتمہ نبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے انکا اتباع بعینہ حدیث مرفوع کا اتباع ہے اور ابن زبیر کی خلافت باین وجہ کہ وہ عادل اور با انصاف تھے اور حقوق شرعیہ میں فرق نہ کرتے اگرچہ وہ بھی اس وجہ سے راشدہ تھی مگر وہ تتمہ نبوت کا نہ تھی کیونکہ بعد تیس برس کے ہوئی ہے اور تفصیل علم خلافت کی زیادہ از حد ہمارے شیخ المشائخ اور پیران پیر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں بیان فرمائی ہے جو چاہے اوسمیں دیکھے ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ خیاچہ اقتدوا بالذین لبعدی ابا بکر و عمر وغیرہ ۱۲ منہ غرض کہ ابن زبیر کا اثر [illegible]
اوسکا شاگرد [illegible] ابن جریج اور [illegible]

بالتضرع والاستكانة دون رفع الصوت
والصياح بالدعاء انتهى نقله البغوي في
معالم التنزيل وقد مر في موضعه فثبت
بحمد الله سبحانه ان التامين دعاء و
الاصل في الدعاء الاخفاء وهو السنة واما
الجهر فلا يثبت سنيته لا من كتاب الله ولا
من سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم
ولا من سنة الخلفاء الراشدين والشاهد
العدل على ما قلنا هو حديث وائل بن حجر
رضي الله عنه بعينه فقد اخرج ابو البشر الدولابي
في كتاب الاسماء والكنى حدثنا الحسن بن
علي بن عفان بن عطية قال اخبرنا يحيى بن
سلمة بن كهيل عن ابيه عن ابي السكن
حجر بن عنبس قال سمعت وائل بن حجر
الحضرمي قال رايت رسول الله صلى الله
عليه وسلم حين فرغ من الصلوة حتى رايت
من هذا الجانب ومن هذا الجانب وقرأ غير
المغضوب عليهم ولا الضالين فقال امين
يمد بها صوته ما اراه الا ليعلمنا انتهى

ساتھ عاجزی اور تسکین کے نہ ساتھ بلند آواز کی اور سخت آواز
کیساتھ دعا کی ختم ہوا کلام اوسکا نقل کیا اوسکو بغوی نے معالم
التنزیل میں اور گذر چکا ہی اپنی جگہ پر پس ثابت ہوا ساتھ حمد
اللہ سبحانہ کی کہ آمین دعا ہی اور اصل دعا میں اخفا ہی اور یہی سنت
ہی اور اسے پر جہر کرنا پس نہیں ثابت ہوا سنت ہونا
اوسکا کتاب اللہ اور نہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اور نہ سنت خلفاء راشدین سے اور شاہد عدل ہمارے
قول پر وہی حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ہے
بعینہ پس روایت کیا ہے ابو بشر دولابی نے کتاب
الاسماء والکنی میں حدیث کی ہم کو حسن بن علی بن
عفان بن عطیہ نے کہا خبر دی ہم کو یحیی بن سلمہ
بن کہیل نے اوس نے اپنے باپ سے اوس نے
حجر بن عنبس ابو السکن سے کہا سنا میں وائل بن
حجر حضرمی کو کہا دیکھا میں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو جب فارغ ہوئے آپ نماز سے
یہانتک کہ دیکھا میں نے آپ کو اس جانب
سے اور اوس جانب سے اور پڑھا آپ نے غیر
المغضوب علیہم ولا الضالین پھر فرمایا آپ نے
آمین دراز کی ساتھ اوسکے آواز اپنی نہیں جانتا میں آپکو مگر تو

سلہ کیونکہ کتاب اللہ سے جہر آمین کو علاقہ نہیں اور حدیث نبوی سے اول صحیح نہیں ہوا اور علاوہ یہ کہ بعد صحت کے واقع ایک بار
[illegible] اور خلافت خلفا میں اس کا اصل نہیں اور باقی فقط ابن الزبیر کا اثر رہا مگر وہ بھی سنت ہونا جہر کا ثابت نہیں کرتا

فهذا الحديث وان كان ضعيفا بضعف يحيى
ابن سلمة ولكن يقوى الاحتمال المذكور باحسن
تاييد وهذا ما وعدناه فى اول هذا الباب
ولله الحمد اولا واخرا وظاهرا وباطنا والصلوة
والسلام على رسوله محمد واله واصحابه
واهل بيته اجمعين اللهم اعطنا سعادة
الدارين وفرحة الدارين والخاتمة بالخير
وتوفنا مسلما والحقنا بالصالحين برحمتك
يا ارحم الراحمين امين امين ثم امين

پس یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے بسبب ضعف یحیی بن
سلمہ کے لیکن قوی کرتی ہے احتمال مذکور کو ساتھ حسن
تایید کے اور یہ وہ جواب ہے جس کا وعدہ کیا تھا ہمنے
بیچ شروع اسی باب کے اور واسطے اللہ تعالی کے ہے حمد اول
اور آخر اور ظاہر اور باطن اور صلوۃ اور سلام اوسکے رسول پر
جو اسم پاک آپ کا محمد ہے اور اوپر آل آنحضرت کے اور اصحاب
آپکے اور اہل بیت آپکے تمام پر اے رب ہمارے دے ہمکو سعادت
دونو جہان کی اور خوشی دونو جہان کی اور خاتمہ بالخیر اور فوت کرنا
ہمکو مسلمان کر کے اور ملا ہمکو صالحین کے ساتھ ساتھ رحمت اپنی کے یا ارحم الراحمین

تمت

حاشیہ ۱۳۱ صفحہ کا :- سلہ قلت وجہ کونہ اعظم الادلۃ من حیث انہ لا یحتمل الضعف والتاویل ومن حیث ان اہل القدر من جماعتہم
لا یفعلونہ الا وقد تقرر عندہم سنیۃ الجہر من عند الشارع ونحو ذلک من الوجوہات ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ قلت مثالہ صلوۃ التراویح عشرین رکعۃ فانہا سنۃ الخلفاء
الراشدین وغیرہم کما ثبت علیہ اجماع الصحابۃ من لدن عمر رض الی آخرہم بل قال الامام الشافعی کذا ادرکت ببلدنا مکۃ یصلون عشرین رکعۃ ونحوہا من
المسائل الاجماعیۃ فحکمہا یقول المخالف انہا لیست بسنۃ ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ قلت اسنادہ حدثنا ابراہیم بن مرزوق قال ثنا ابو زید الہروی قال ثنا شعبۃ عن الازرق
بن قیس ۱۲ منہ عفی عنہ سلہ یعنی خود مستدل بلکہ اوسکی ہمقوم جب یہ قاعدہ مقرر کر چکے ہیں کہ فعل الصحابی وقولہ لیس بحجۃ تو دوسروں پر کیا الزام اور ہماری ابتک زمان کی
تصنیفات تو بالعلی ندایہ کہہ رہی ہیں کہ ہمکو تو آیت حدیث سے کام ہے چنانچہ اثر خلفاء کا یہی جواب دیتے ہیں فضلا عن اثر غیرہم اگر شک ہو تو انکی مذہب کی کتابیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لوليه والصلوة على نبيه وعلى اله
واصحابه وازواجه اجمعين الى يوم
الدين **اما بعد** فهذه رسالة سميتها
لعيون القرة فى وضع اليدين تحت السرة
وهى مرتبة على اربعة ابواب الباب الاول
فى وضع اليد اليمنى على اليسرى فى الصلوة
واعلم انه قد وردت احاديث كثيرة فى
هذا المعنى بحيث بلغت حد الشهرة او التواتر
المعنوى عن جماعة من الصحابة رض فاخرج
مالك فى الموطا حدثنا ابو حازم عن سهل
بن سعد الساعدى قال كان الناس يؤمرون
ان يضع احدهم يده اليمنى على ذراعه
اليسرى فى الصلوة قال ابو حازم ولا اعلم
الا انه ينمى ذلك انتهى واخرج البخارى
فى صحيحه حدثنا عبد الله بن مسلمة عن
مالك عن ابى حازم عن سهل بن سعد
قال كان ناس يؤمرون ان يضع اليد اليمنى

حمد ہے واسطے مستحق اوسکی کے اور درود نازل ہو اوسکے نبی پر
اور اوپر آل اوسکی کی اور اصحاب اوسکے اور ازواج آپکے
سب پر روز قیامت تک اسکے بعد حمد صلوۃ کے یہ رسالہ ہے
نام رکھا ہے میں نے اوسکا عیون القرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ
اور وہ رسالہ مرتب ہے چار بابوں پر باب اول بیچ رکھنے
ہاتھ داہنے کے بائیں پر نماز میں اور جان کہ تحقیق
وارد ہوئی ہیں بہت سی حدیثیں اس معنی میں بایں طور
کہ پہنچتی ہیں حد شہرت یا تواتر معنوی کو ایک جماعت
صحابہ رضی اللہ عنہم سے پس روایت کیا ہے امام
مالک رح نے موطا میں حدیث کی ہمکو ابو حازم نے
اونسے سہل بن سعد ساعدی سے کہا سہل نے کہ
تھے لوگ امر کیے جاتے یہ کہ رکھے ایک ایک انکا ہاتھ اپنا داہنا
یعنی بائیں کلائی پر نماز میں کہا ابو حازم نے میں نہیں جانتا
مگر یہ کہ وہ مرفوع کرتا تھا اوسکو انتہی اور روایت کیا ہے بخاری
نے اپنی صحیح میں حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن مسلمہ نے اونسے مالک
نے اونسے ابو حازم سے اونسے سہل بن سعد سے کہا سہل
نے تھے لوگ امر کیے جاتے یہ کہ رکھیں ہاتھ داہنا اپنا

لا اعلمه الا ينمى ذلك الى النبى صلى
الله عليه وسلم انتهى واخرج مسلم
فى صحيحه حدثنا زهير بن حرب قال ثنا
عفان قال ثنا همام قال حدثنا محمد بن
جحادة قال حدثنى عبد الجبار بن وائل
عن علقمه بن وائل ومولى لهم انهما حدثاه
عن ابيه وائل بن حجر انه راى النبى صلى
الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل
فى الصلوة كبر وصف همام حيال اذنيه
ثم التحف بثوبه ثم وضع يده اليمنى على
اليسرى الحديث واخرج الترمذى فى
جامعه حدثنا قتيبة ثنا ابو الاحوص عن
سماك بن حرب عن قبيصة بن هلب
عن ابيه قال كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم يؤمنا فيأخذ شماله بيمينه قال وفى
الباب عن وائل بن حجر وغطيف بن الحارث
وابن عباس وابن مسعود وسهل بن سعد
قال ابو عيسى حديث هلب حديث حسن
والعمل على هذا عند اهل العلم من اصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم والتابعين

نہیں جانتا میں مگر کہ مرفوع کرتا تھا اوسکو طرف نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی انتہے اور روایت کیا ہی مسلم نے اپنی صحیح
میں حدیث کی ہمکو زہیر بن حرب نے کہا حدیث کی ہم کو
عفان نے کہا حدیث کی ہم کو ہمام نے کہا حدیث کی ہمکو
محمد بن جحادہ نے کہا حدیث کی مجھ کو عبد الجبار بن وائل
نے اوسنے علقمہ بن وائل اور ایک غلام آزاد کردہ سے تحقیق ان
دونو نے حدیث کی انکے باپ سے یعنی روایت ہے وائل
بن حجر رضہ سے کہ اوسنے دیکھا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو رفع یدین کیا جبکہ داخل ہوئے نماز میں تکبیر کہی
بیان کیا ہمام نے کہ برابر دونو کانوں اپنے کی پھر لپٹایا
ساتھ کپڑے اپنے کے پھر رکھا ہاتھ اپنا دہنا بائیں
پر آخر حدیث تک اور روایت کیا ترمذی نے اپنی جامع
میں حدیث کی ہمکو قتیبہ نے کہا حدیث کی ہمکو ابو الاحوص نے
سماک بن حرب سے اوسنے قبیصہ بن ہلب سے اوسنے اپنے باپ سے
اُسنے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت
کرتے ہماری پس پکڑتے بایاں ہاتھ اپنا ساتھ داہنے اپنے کی
کہا ترمذی نے اس باب میں روایت ہی وائل بن حجر اور غطیف
بن حارث اور ابن عباس اور ابن مسعود اور سہل بن سعد سے
کہا ابو عیسی ترمذی نے کہ حدیث ہلب کی حدیث حسن ہے اور
عمل اسی پر ہے نزدیک اہل علم کی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

على شماله فى الصلوة وراى بعضهم ان
يضعهما فوق السرة وراى بعضهم ان
يضعهما تحت السرة وكل ذلك واسع عندهم
واسم هلب يزيد بن قنافة الطائى
انتهى كلام الترمذى واخرج ابن ماجة فى
سننه حدثنا عثمان بن ابى شيبة حدثنا
ابو الاحوص عن سماك بن حرب عن
قبيصة بن هلب عن ابيه قال كان رسول
الله صلى الله عليه وسلم يؤمنا فيأخذ
شماله بيمينه حدثنا على بن محمد حدثنا
عبد الله بن ادريس ح وحدثنا بشر بن معاذ
الضرير ثنا بشر بن المفضل قالا حدثنا عاصم
بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر رض قال
رايت النبى صلى الله عليه وسلم يصلى
فاخذ شماله بيمينه حدثنا ابو اسحاق الهروى
ابراهيم بن عبد الله بن حاتم انبأ هشيم
انبأ الحجاج بن ابى زينب السلمى عن ابى
عثمان النهدى عن عبد الله بن مسعود رض
قال مر بى النبى صلى الله عليه وسلم وانا
واضع يدى اليسرى على اليمنى فاخذ بيدى اليمنى

اپنی بائیں پر نماز میں اور دیکھا بعض اونکو نے کہ رکھے اون
دونوں کو ناف کے اوپر اور دیکھا بعض نے کہ رکھی
اون دونوں کو ناف کے نیچے اور یہ کل عمل اوسکا وسیع
ہے نزدیک اونکو اور ہلب صحابی کا نام یزید بن قنافہ طائی
ہے ختم ہوا کلام ترمذی کا اور روایت کیا ابن ماجہ نے اپنی
سنن میں حدیث کی ہمکو عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث کی
ہمکو ابو الاحوص نے سماک بن حرب سے اوسنے قبیصہ
بن ہلب سے اوسنے اپنے باپ سے کہا اسنے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت کرتے ہماری پس
پکڑتے بایاں ہاتھ اپنا ساتھ داہنے اپنے کی حدیث کی ہمکو علی
بن محمد نے کہا حدیث کی ہمکو عبد اللہ بن ادریس نے اور حدیث
کی ہمکو بشر بن معاذ ضریر نے کہا حدیث کی ہمکو بشر بن مفضل
کہا اون دونوں نے حدیث کی ہمکو عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے
اوسنے وائل بن حجر رضی سے کہ کہا اس نے دیکھا میں نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے پس پکڑا آپ نے بایاں ہاتھ اپنا
ساتھ داہنے اپنے کی حدیث کی ہمکو ابو اسحاق ہروی ابراہیم
بن عبد اللہ بن حاتم نے خبر دی ہشیم نے خبر دی حجاج بن ابی زینب
سلمی نے ابی عثمان نہدی سے اوسنے عبد اللہ بن مسعود رضہ سے
کہا عبد اللہ بن مسعود رضہ نے کہ گذرے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم اور میں رکھنے والا تھا ہاتھ بایاں دہنے پر پس پکڑا

في سننه حدثنا نصر بن علي اخبرنا ابو احمد عن
العلاء بن صالح عن زرعة بن عبد الرحمن
قال سمعت ابن الزبير يقول صف القدمين
ووضع اليد على اليد من السنة حدثنا
محمد بن بكار بن الريان عن هشيم بن
بشير عن ابي عثمان النهدي عن ابن مسعود
انه كان يصلي فوضع يده اليسرى على اليمنى
فرآه النبي صلى الله عليه وسلم فوضع يده
اليمنى على اليسرى انتهى كلام ابي داود
وقال النسائي في سننه حدثنا سويد بن نصر
قال ثنا عبد الله عن موسى بن عمير العنبري
وقيس بن سليم العنبري قالا حدثنا علقمة بن وائل عن ابيه قال رأيت
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان
قائما في الصلوة قبض بيمينه على شماله
اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا عبد الرحمن
قال ثنا هشيم عن الحجاج بن ابي زينب قال سمعت
ابا عثمان يحدث عن ابن مسعود رضي الله عنه
قال رآني النبي صلى الله عليه وسلم و
قد وضعت شمالي على يميني في الصلوة
فاخذ بيميني فوضعها على شمالي حدثنا سويد

اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو نصر بن علی نے کہا خبر دی ہمکو
ابو احمد نے علاء بن صالح سے اونسے زرعہ بن عبد الرحمن سے
کہا زرعہ بن عبد الرحمن نے کہ سنا میں نے عبد اللہ ابن زبیر کو کہتے
تھے صف باندھنا قدمونکا اور رکھنا ہاتھ کا ہاتھ پر سنت
ہے حدیث کہا ہمکو محمد بن بکار ابن ریان نے ہشیم بن بشیر سے اونسے
ابی عثمان نہدی سے اونسے ابن مسعود رض سے کہ عبد اللہ ابن مسعود
تھے نماز پڑھتے پس رکھا ہاتھ بایاں دہنے پر پس دیکھا
اونکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس رکھا آپ نے ہاتھ اونکا
دایاں بائیں پر ختم ہوا کلام ابو داود کا اور کہا نسائی
نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو سوید بن نصر نے کہا حدیث
کی ہمکو عبد اللہ نے موسیٰ بن عمیر العنبری سے اور قیس بن
سلیم العنبری سے کہا ان دونو نے حدیث کی ہمکو علقمہ بن وائل نے
اپنے باپ سے اوس نے دیکھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو جب ہوتے کھڑے نماز میں پکڑتے ہاتھ دہنا اپنا بائیں پر
خبر دی ہمکو عمرو بن علی نے کہا حدیث کی ہمکو عبد الرحمن نے کہا حدیث
کی ہمکو ہشیم نے حجاج بن ابی زینب سے کہا اونسے سنا میں نے ابا عثمان
کو کہ حدیث کرتا تھا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا ابن مسعود
نے دیکھا مجھکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور رکھا تھا میں
نے بایاں ہاتھ اپنا دائیں اپنے پر نماز میں پس پکڑا
آپ نے ہاتھ دہنا میرا پس رکھا اوسکو میرے بائیں پر
[illegible]

قال حدثنا عاصم بن كليب قال حدثني ابي
ان وائل بن حجر اخبره قال قلت لانظرن
الى صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم
كيف يصلي فنظرت اليه فكبر ورفع يديه
حتى حاذتا باذنيه ثم وضع يده اليمنى على
كفه اليسرى الحديث بطوله واخرج الدارقطني
في سننه حدثنا ابو محمد ثنا علي بن مسلم
ثنا اسمعيل بن ابان الوراق ثني مندل عن
ابن ابي ليلى عن القاسم بن عبد الرحمان
عن ابيه عن عبد الله بن مسعود رض ان النبي
صلى الله عليه وسلم كان ياخذ شماله بيمينه
في الصلوة حدثنا عبد الله بن محمد بن
عبد العزيز ثنا شجاع بن مخلد ثنا هشيم قال
منصور حدثنا عن محمد بن ابان الانصاري
عن عائشة قالت ثلاثة من النبوة تعجيل
الافطار وتاخير السحور ووضع اليمنى على
اليسرى في الصلوة حدثنا ابن صاعد ثنا
زياد بن ايوب ثنا النضر بن اسمعيل عن ابن
ابي ليلى عن عطاء عن ابي هريرة قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم امرنا معاشر الانبياء
ان نعجل الافطار ونؤخر السحور ونضرب

کہا حدیث کی ہمکو عاصم بن کلیب نے کہا حدیث کی مجھکو
میرے باپ نے یہ کہ خبر دی اسکو وائل بن حجر نے کہا وائل
نے کہا میں نے البتہ نظر کرونگا میں طرف نماز رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ کسطرح پڑھتے ہیں پس دیکھا
میں نے آپ کی طرف پس تکبیر کہی آپنے اور دونو ہاتھ
اٹھائے کہ برابر ہوئے دونو کانوں آپکے پھر رکھا آپنے
ہاتھ اپنا دہنا اپنی ہتھیلی بائیں پر آخر حدیث دراز تک اور
روایت کیا دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو ابو محمد
نے کہا حدیث کی ہمکو علی بن مسلم نے کہا حدیث کی ہمکو اسمعیل
بن ابان الوراق نے کہا حدیث کی مجھکو مندل نے ابن ابی لیلی سے
اونسے قاسم بن عبد الرحمن سے اونسے اونکے باپ سے اونسے عبد اللہ
بن مسعود رض سے کہا ابن مسعود رض نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
تھے پکڑتے بایاں ہاتھ اپنا ساتھ دائیں کے نماز میں حدیث
کی ہمکو عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز نے کہا حدیث کی ہمکو شجاع
بن مخلد نے کہا حدیث کی ہمکو ہشیم نے کہا منصور نے حدیث کی ہمکو
محمد بن ابان الانصاری نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا عائشہ
نے کہ تین خصلت نبوۃ کی ہیں جلدی افطار کرنا روزہ کا اور دیر کرنا
سحری کا اور رکھنا ہاتھ دہنا بائیں پر نماز میں حدیث کی ہمکو
ابن صاعد نے کہا حدیث کی ہمکو زیاد بن ایوب نے کہا حدیث کی ہمکو
نضر بن اسمعیل نے اونسے ابن ابی لیلی سے اونسے عطا سے اونسے ابو ہریرہ
سے کہا ابو ہریرہ نے فرمایا رسول اللہ نے کہ حکم کیے گئے ہیں ہم جماعت انبیاء کی

بایماننا علی شمائلنا فی الصلوٰۃ حدثنا ابن
السکن ثنا عبد الحمید بن محمد ثنا مخلد
ابن یزید ثنا طلحۃ عن عطاء عن ابن عباس
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا معاشر
الانبیاء امرنا ان نؤخر السحور ونعجل الافطار
وان نمسك بایماننا علی شمائلنا فی الصلوٰۃ
حدثنا احمد بن عیسیٰ الخواص حدثنا
محمد بن محبوب ثنا عبد الواحد بن زیاد
عن عبد الرحمان بن اسحاق عن سیار ابی الحکم
عن ابی وائل عن ابی ہریرۃ قال وضع الکف
علی الکف فی الصلوٰۃ من السنۃ حدثنا
محمد بن مخلد ثنا محمد بن اسمٰعیل الحسانی
ثنا وکیع ثنا یزید بن زیاد بن ابی الجعد عن
عاصم الجحدری عن عقبۃ بن ظہیر عن
علی رضی اللہ عنہ فصل لربك وانحر قال وضع
الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ حدثنا ابو محمد
بن صاعد حدثنا یعقوب بن ابراهیم
الدورقی ثنا عبد الرحمن بن مهدی عن
سفیان ح وحدثنا محمد بن مخلد ثنا محمد
ابن اسمعیل الحسانی ثنا وکیع ثنا سفیان
عن سماك عن قبیصۃ بن هلب عن ابیہ

دہنے ہاتھ اپنے بائیں ہاتھوں پر نماز میں حدیث کی ہمکو ابن السکن
نے کہا حدیث کی ہمکو عبد الحمید بن محمد نے کہا حدیث کی ہمکو مخلد
بن یزید نے کہا حدیث کی ہمکو طلحہ نے عطا سے اوسنے ابن عباس رض
سے اوسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آپ نے کہ ہم جماعت
انبیاء کی امر کیے گئے ہیں یہ کہ دیر کریں سحور میں اور جلدی کریں فطار
میں اور رکھیں دہنے ہاتھ اپنے بائیں ہاتھوں پر نماز میں حدیث
کی ہمکو احمد بن عیسیٰ الخواص نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن محبوب نے
کہا حدیث کی ہمکو عبد الواحد بن زیاد نے عبد الرحمن بن اسحاق
سے اوسنے سیار ابی الحکم سے اوسنے ابی وائل سے اوسنے
ابو ہریرہ رض سے کہا کہ رکھنا ہتھیلی کا
ہتھیلی پر نماز میں سنت سے ہے حدیث کی ہمکو محمد بن
مخلد نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن اسمٰعیل حسانی نے کہا حدیث
کی ہمکو وکیع نے کہا حدیث کی ہمکو یزید بن زیاد بن ابی الجعد نے
عاصم الجحدری سے اوسنے عقبۃ بن ظہیر سے اوسنے علی یعنی
اللہ عنہ سے پوچھی یعنی آیت فصل لربك وانحر کے کہا رکھنا
ہاتھ بائیں پر نماز میں حدیث کی ہمکو ابو محمد بن صاعد نے
کہا حدیث کی ہم کو یعقوب بن ابراہیم دورقی نے
کہا حدیث کی ہمکو عبد الرحمن بن مہدی نے سفیان
سے اور دوسری سند حدیث کی ہم کو محمد بن مخلد نے کہا حدیث
کی ہمکو محمد بن اسمٰعیل حسانی نے کہا حدیث کی ہمکو وکیع نے کہا
کی ہمکو سفیان نے سماک سے اوسنے قبیصہ بن ہلب سے اوسنے اپنے باپ

قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واضعا یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ لفظہما واحد
حدثنا الحسین بن اسمٰعیل وعثمان بن جعفر
بن محمد الاحول قالا ثنا یوسف بن موسیٰ
ثنا وکیع ثنا موسیٰ بن عمیر العنبری عن علقمۃ
بن وائل الحضرمی عن ابیہ قال رایت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضعا یمینہ علی
شمالہ فی الصلوٰۃ حدثنا محمد بن عبد اللہ
بن زکریا الانصاری والحسن بن الخضر ثنا
عبد اللہ عن موسیٰ بن عمیر وقیس بن سلیم
قالا حدثنا علقمۃ بن وائل عن ابیہ قال رایت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان قائما
فی الصلوٰۃ قبض بیمینہ علی شمالہ حدثنا محمد
والحسن قالا ثنا احمد بن شعیب اخبرنا عمرو
بن علی ثنا عبد الرحمٰن ثنا هشیم عن الحجاج بن
ابی زینب قال سمعت ابا عثمان یحدث عن
عبد اللہ رض قال رانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وضعت شمالی علی یمینی فی الصلوٰۃ فوضعها
علی شمالی حدثنا احمد بن محمد بن جعفر

کہا اوس نے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو کہ رکھنے والے تھے آپ دہنا ہاتھ اپنا اپنے بائیں پر نماز میں
لفظ اون دونوں کا ایک ہے حدیث کی ہمکو حسین بن اسمٰعیل اور
عثمان بن جعفر بن محمد الاحول نے کہا اون دونوں نے حدیث کی
ہمکو یوسف بن موسیٰ نے کہا حدیث کی ہمکو موسیٰ بن عمیر العنبری نے
علقمہ بن وائل الحضرمی سے اوسنے اپنے باپ سے کہا
اوس نے دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھنے والے
تھے دہنا اپنا بائیں پر نماز میں حدیث کی ہمکو محمد بن عبد اللہ
بن زکریا انصاری اور حسن بن خضر نے کہا حدیث کی ہمکو
عبد اللہ نے موسیٰ بن عمیر اور قیس بن سلیم سے کہا اون دونوں
نے حدیث کی ہمکو علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے کہا وائل رض نے
کہا دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہوتے تھے
آپ کھڑے نماز میں پکڑتے ساتھ دہنے اپنے کے بائیں پر حدیث
کی ہمکو محمد اور حسن نے کہا اون دونوں نے حدیث کی ہمکو احمد بن شعیب
نے کہا خبر دی ہمکو عمرو بن علی نے کہا حدیث کی ہمکو عبد الرحمٰن نے
کہا حدیث کی ہمکو ہشیم نے حجاج بن ابی زینب سے کہا اوسنے سنا میں نے
ابو عثمان کو حدیث بیان کرتے عبد اللہ رض سے یعنی ابن مسعود رضی سے
کہا کہ دیکھا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رکھا میں نے بایاں ہاتھ اپنا اپنے دہنے پر
نماز میں پس رکھا آپ نے اوسکو میرے بائیں پر حدیث کی ہمکو احمد بن محمد بن جعفر

(۱) یعنی وکیع اور عبد الرحمان بن مہدی جو سفیان ثوری کے شاگرد ہیں۔ دونوں نے لفظ ایک ہی [illegible]

الجوزی ثنا مضرب بن محمد ثنا یحیی بن معین
ثنا محمد بن الحسن الواسطی عن الحجاج بن
ابی زینب عن ابی سفیان عن جابر قال مر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برجل وضع شمالہ علی
یمینہ مثلہ وذکر ابن صاعد قال حدثنا عمار بن
خالد ثنا محمد بن یزید الواسطی عن الحجاج
ابن ابی زینب عن ابی عثمان عن ابن مسعود رضہ
قال مر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو واضع
شمالہ علی یمینہ فاخذ یمینہ فجعلھا علی شمالہ
انتہی کلام الدارقطنی بعینہ مختصرا ملتقطا وقد اخرج
سائر الائمۃ فی کتبھم اکثر من ذلک بحیث لا
تعد ولا تحصی واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابی الدرداء
انہ قال من اخلاق النبیین وضع الیمین علی الشمال
فی الصلوۃ واخرج عن الحسن انہ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانی نظر الی احبار
بنی اسرائیل واضعی ایمانھم علی شمائلھم فی
الصلوۃ کذا نقلہ خاتم المحدثین محمد اسمعیل
الدھلوی الشھید فی تنویر العینین واخرج امام
الائمۃ الامام محمد فی کتاب الآثار اخبرنا
ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتمد باحدی یدیہ

الجوزی نے کہا حدیث کی ہمکو مضرب بن محمد نے کہا حدیث کی ہمکو یحیی
بن معین نے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن الحسن الواسطی نے حجاج بن
ابی زینب سے اونہوں نے ابی سفیان سے اونہوں نے جابر رضہ سے کہا جابر رضہ
نے کہ گذرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے
جو رکھتا اونکا بایاں ہاتھ داہنے پر مثل اوسی حدیث کی اور ذکر کیا
ابن صاعد نے حدیث کی ہمکو عمار بن خالد نے کہا حدیث کی ہمکو
محمد بن یزید الواسطی نے حجاج بن ابی زینب سے اونہوں نے ابی عثمان
سے اونہوں نے ابن مسعود رضہ سے
کہ گذرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اوسکے اور وہ رکھنے
والا تھا بایاں ہاتھ اپنا اپنے دائیں پر پس پکڑا آپ نے
دایاں اوسکا پس کیا اوسکو اوسکے بائیں پر ختم ہوا کلام دارقطنی کا بعینہ
مختصر خلاصہ کرکے اور روایت کیا ہے باقی ائمہ نے اپنی کتابوں میں
اکثر اوس سے بایں طور کہ نہیں شمار کی جاتی اور روایت کیا ہے ابن
ابی شیبہ نے ابو الدرداء رضہ سے کہ انہوں نے کہا کہ خلق انبیاء سے ہے رکھنا
دایاں ہاتھ بائیں پر نماز میں اور حسن بصری سے روایت ہے کہ کہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا میں دیکھ رہا ہوں علماء بنی اسرائیل
کو رکھنے والے دائیں اپنے بائیں پر نماز میں اسیطرح نقل کیا اسکو
خاتم المحدثین محمد اسمعیل دہلوی شہید نے تنویر العینین میں اور روایت
کیا امام الائمہ امام محمد نے کتاب الآثار میں کہا خبر دی ہمکو ابو حنیفہ نے حماد سے
اونہوں نے ابراہیم سے یعنی کہا ابراہیم نخعی رحمہ نے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے رکھتے ایک ہاتھ اپنا

علی الاخری فی الصلوۃ یتواضع للہ تعالی فھذا
الحدیث وان کان مرسلا ولکن مراسیل النخعی
متصلۃ صحیحۃ عند اھل الحدیث وتفصیلہ
فی موضع آخر فھذہ الاحادیث والآثار علی
سبیل التواتر والشھرۃ تدل علی ان وضع الیمین
علی الشمال فی الصلوۃ سنۃ مستقرۃ بل من
سنن المرسلین قبل رسولنا ایضا فھذہ الاحادیث
حجۃ علی من ارسل یدیہ وسیاتی بعض الدلائل
بعد ھذا الباب قریبا انشاء اللہ تعالی فان
قیل قد اخرج ابن ابی شیبۃ وغیرہ عن یزید
ابن ابراھیم قال سمعت عمرو بن دینار قال کان
ابن الزبیر اذا صلی یرسل یدیہ واخرج ابن
ابی شیبۃ وغیرہ عن الحسن البصری وابراھیم
وسعید بن المسیب وابن سیرین وسعید بن
جبیر الارسال کذا نقلہ المحدث الکامل النبیل
الغازی فی سبیل اللہ مولانا محمد اسمعیل
الشھید الدھلوی فی تنویر العینین کیف و
قد عمل بالارسال امام دار الھجرۃ مالک بن انس
کما ھو روایۃ عنہ عند اصحابہ المصریین و
کذا روی عنہ عبد الرحمن بن القاسم وبہ اخذہ

دوسرے پر نماز میں تواضع کرتے اللہ تعالی کی پس یہ حدیث
اگرچہ مرسل ہے مگر ابراہیم نخعی کی مرسل متصل صحیح ہوتی ہیں نزدیک
اہل حدیث کے اور تفصیل اوسکی اور جگہ میں ہے پس یہ
احادیث اور آثار بطور تواتر اور شہرت کے دلالت
کرتے ہیں اس پر کہ رکھنا ہاتھ دہنا بائیں پر نماز میں
سنت مقررہ سے ہے بلکہ سب انبیاء کی سنتوں میں
سے ہے جو قبل زمانہ ہمارے رسول صلعم سے تھے پس
یہ تمام آثار حجت ہیں اوس شخص پر جو ہاتھ چھوڑکر پڑھتا
ہے اور جلد آوینگے دلائل بعض بعد اس باب کے قریب انشاء اللہ
تعالی پس اگر اعتراض کیا جاوے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ وغیرہ
نے یزید بن ابراہیم سے کہا سنا میں نے عمرو بن دینار سے کہ کہا
تھا ابن زبیر رضہ جب نماز پڑھتا چھوڑ دیتا ہاتھ اپنے اور
روایت کیا ابن ابی شیبہ وغیرہ نے حسن بصری اور ابراہیم
اور سعید بن مسیب اور ابن سیرین اور سعید بن جبیر
سے ارسال کرنا ہاتھوں کا جیساکہ نقل کیا اوسکو محدث
کامل عالم غازی فی سبیل اللہ مولانا محمد اسمعیل شہید
دہلوی رحمہ نے تنویر العینین میں کسطرح نہ ہووے اور حال
یہ کہ عمل کیا ساتھ ارسال کے امام دار الہجرہ امام مالک بن
انس نے جیساکہ وہ روایت ہے اوس سے نزدیک شاگردوں
مصریوں کے اور اسیطرح روایت کیا ہے اوس سے عبد الرحمن بن قاسم نے اور ساتھ اوسکے

المتاخرون من الفقهاء المالكية
لكن انقله خاتم المحدثين محمد
اسمعيل الشهيد الدهلوي في
كتابه المذكور فعلم ان ارسال
اليدين لا اصل في الشرع قلنا قد
اجاب عنه خاتم المحدثين المذكور
في كتابه المذكور جوابا شافيا حيث
قال ان الارسال لم يثبت عن النبي
صلى الله عليه وسلم ولا عن اصحابه
بل ثبت الوضع بروايات صحيحة
ثابتة عن النبي صلى الله عليه وسلم
كما روى مالك في الموطا والبخاري
في صحيحه عن سهل بن سعد الساعدي
الحديث كما مر منا ذكره الخ الى ان قال و
اما ما روي من الارسال عن بعض التابعين
المذكورين فان بلغ عندهم حديث الوضع
فمحمول على انهم لم يحسبوه من سنن الهدى
بل حسبوه عادة من العادات فمالوا الى الارسال
لا صالتهم جواز الوضع وان لم يبلغ عندهم
حديث الوضع فمحمول على انه لم يثبت عندهم

متاخرین نے فقہا مذہب مالکی سے جیسا نقل کیا
اوس کو خاتم المحدثین محمد اسمعیل شہید
دہلوی نے کتاب مذکور میں پس جانا گیا کہ
ارسال کرنا ہاتھوں کا اوس کے لیے اصل
ہے شرع میں ہم کہتے ہیں کہ جواب دیا اوس کا
خاتم المحدثین مذکور نے اپنی کتاب مذکور میں
جواب شافی جس جگہ کہا ہے کہ ارسال نہیں ثابت
ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ آپ کے
اصحاب سے بلکہ ثابت ہوا ہے رکھنا ساتھ روایات
صحیحہ کے جو ثابت ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا
کہ روایت کیا ہے موطا میں امام مالک رحمۃ اللہ
علیہ نے اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں
سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے آخر حدیث
تک جیسا کہ گزرا ہم سے ذکر اوس کا الخ یہانتک کہ
کہا اور اوپر وہ جو روایت کیا گیا ہے ارسال بعض تابعین سے
جو مذکور ہوئے ہیں پس اگر پہنچی اونکو حدیث وضع کی پس
محمول ہوگی اس پر کہ اونہوں نے نہیں جانا اوس کو
سنن ہدی سے بلکہ شمار کیا اوس کو ایک عادت عادات
آپ کی سے پس مائل ہوئے ارسال کی طرف بسبب اصل ہونے
اونکے باوجود جواز وضع کو اور اگر نہیں پہنچی اونکو حدیث وضع کی

اذ الوضع امر جديد يحتاج الى الدليل واذ
لا دليل لهم فاضطروا الى الارسال لانه ثبت
عندهم الارسال والى ذلك يشير قول ابن
سيرين حيث سئل عن الرجل يمسك بيمينه
شماله قال انما فعل ذلك لاجل الروم كما اخرج
ابن ابي شيبة واما ما اخرج ابن ابي شيبة عن
يزيد بن ابراهيم قال سمعت عمرو بن دينار
الحديث فهي رواية شاذة مخالفة لما روى
الثقات عنه كما اخرجه ابو داود عن زرعة
بن عبد الرحمن عنه كما مر في الباب الاول الخ
الى ان قال واما مالك بن انس فقد اضطربت
الروايات عنه فالمدنيون من اصحابه رووا
عنه الوضع مطلقا سواء كان في الفرض او النفل
كما يشهد به حديث الموطا عن سهل بن
سعد واثره عن عبد الكريم بن ابي المخارق
البصري والمصريون من اصحابه رووا عنه
الارسال في الفرض والوضع في النفل وعبد الرحمن
بن القاسم روى عنه الارسال مطلقا و
اشهب روى عنه الوضع وتلك الروايات اي
رواية المصريين وابن القاسم عنه وان

کیونکہ وضع امر جدید ہے محتاج طرف دلیل کی اور جبکہ نہیں
ہے دلیل واسطے اون کے پس لاچار ہوئے وہ طرف ارسال
کی نہ یہ کہ ثابت ہوا نزدیک اونکے ارسال اور اسی کی طرف اشارہ
کرتا ہے قول ابن سیرین کا جبکہ پوچھی گئی اوس شخص سے جو پکڑتا
ہے ساتھ داہنے اپنے کے بایاں اپنا تو کہا کہ کیا گیا تھا وہ واسطے
روم کے جیسا کہ روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اور وہ جو روایت کیا
ہے ابن ابی شیبہ نے یزید بن ابراہیم سے کہا یزید نے سنا میں نے
عمرو بن دینار سے آخر حدیث تک پس وہ روایت شاذ ہے مخالف
ہے واسطے اوسکے جو روایت کیا ثقوں نے اوس سے جیسا کہ روایت کیا
ابو داؤد نے زرعہ بن عبد الرحمن سے اوسنے اوس سے جیسا کہ گذرا
باب اول میں آخر تک یہانتک کہ کہا اور اوپر امام مالک بن انس کے
پس مضطرب ہیں اون سے روایات پس اہل مدینہ جو اونکے شاگرد
ہیں روایت کیا اوس سے وضع مطلق برابر ہے کہ ہو فرض یا کہ نفل
جیسا کہ شہادت دیتی ہے اوس کی حدیث موطا کی جو روایت ہے
سہل بن سعد سے اور اثر اوسکا جو کہ روایت ہے عبد الکریم بن
ابی المخارق بصری سے اور مصر کے شاگرد اونکے اونہوں نے روایت
کیا اوس سے ارسال کو نماز فرض میں اور وضع کو نماز نفل میں اور
عبد الرحمن بن قاسم نے روایت کیا اوس سے ارسال کو مطلق طور پر
اور اشہب نے روایت کیا اوس سے وضع کو اور وہ روایات یعنی مصریوں کی
اور ابن القاسم کی جو مروی ہیں اوس سے اگرچہ

شاذة مخالفة لجمهور اصحابه فلا تخرق
الاجماع ولا تصادم ما ادعينا من الاطباق
وكونها شاذة اولها ابن الحاجب فی مختصره
فی الفقه بالاعتماد علی الارض اذا رفع رأسه
من السجدة ونهض الی القيام انتهی كلامه
مختصرا ملخصا قلت وقد ذكر ازيد من
هذا المحدثون فی كتبهم ولكن لا حاجة الی
تفصيله فان هذا القدر كاف شاف وبالجملة
فالسنة المقررة من الشارع هو الوضع واما
الارسال فليس فيه شائبة السنية لا حقيقة
ولا حكما الباب الثانی فی وضع اليدين
تحت السرة فی الصلوة واعلم ايها المتبع لسنة
رسول الله صلی الله عليه وسلم ان وضع
اليدين تحت السرة قد وردت فيه احاديث
متعددة برواية جمع من الصحابة فمنهم
وائل بن حجر الحضرمی رضی الله تعالی عنه فقد
اخرج الامام ابوبكر بن ابی شيبة فی مصنفه
حدثنا وكيع عن موسی بن عمير عن علقمة
ابن وائل عن ابيه قال رأيت رسول الله صلی
الله عليه وسلم وضع يمينه علی شماله تحت

شاذ مخالف ہی جمہور شاگردوں اونکیکو پس نہیں خرق کرتا
اجماع کو اور نہیں مقابلہ کر سکتا اوسکا جو ہم نے دعوی کیا ہی
اتفاق سے اور بسبب ہونے اوسکے کی شاذ تاویل کی اوس کی
شیخ ابن حاجب نے اپنی مختصر میں جو علم فقہ میں ہے ساتھ اعتماد کرنے
کی زمین پر جبکہ اوٹھائے سر اپنا سجدہ سے اور کھڑا ہو طرف قیام
کی ختم ہوا کلام اوسکا مختصر خلاصہ کرکے میں کہتا ہوں اور
تحقیق اس سے زیادہ ذکر کیا ہی محدثوں نے اپنی کتابوں میں لیکن
اونکو مفصل بیان کرنیکی حاجت نہیں ہے اسی قدر کافی وشافی ہے
اور حاصل یہ کہ سنت مقرر کی گئی شارع صلعم سے تو وہی وضع
الیدین ہے اور ارسال کرنا پس نہیں اوسمیں کچھ شائبہ سنیت سے
نہ حقیقۃً اور نہ حکماً باب دوسرا بیچ بیان رکھنے دونوں
ہاتھونکی ناف کے نیچے نماز میں اور جان تو اے متبع سنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تحقیق رکھنا دونو ہاتھونکا نیچے ناف کے
وارد ہیں اوس میں چند احادیث ساتھ روایت ایک جماعت
کے صحابہ سے پس اون میں سے ہیں وائل بن حجر حضرمی رضی
اللہ تعالے عنہ پس روایت کیا ہی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے
بیچ مصنف اپنی کی حدیث کی ہمکو وکیع نے اوس
نے موسی بن عمیر سے اوس نے علقمہ بن وائل سے
اوس نے اپنے باپ سے کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھا آپ نے داہنا اپنا اپنے

رجاله ثقات فی الدرجة العليا اما وكيع بن
الجراح فامام ثقة ثبت فقيه فاضل بل هو
ركن الاسلام وقطب من اولياء الكرام قال الحافظ
ابن حجر فی تقريب التهذيب وكيع بن الجراح
ابن مليح الرؤاسی بضم الراء وهمزة ثم مهملة
ابو سفيان الكوفی ثقة عابد من كبار التاسعة
انتهی مختصرا قلت كلام المحدثين فی وصفه و
ثنائه لا حد له ولا نهاية وكماله وجلالته
بحر عميق لا ساحل له عند ارباب الولاية
واما موسی بن عمير فقد قال الحافظ ابن حجر فی
تقريب التهذيب موسی بن عمير التميمی العنبری
الكوفی ثقة من كبار السابعة انتهی وقال
شيخ الاسلام الذهبی فی ميزان الاعتدال
موسی بن عمير العنبری الكوفی التميمی عن
الشعبی وعنه وكيع فثقة قاله ابن معين
وابو حاتم انتهی كلامه وقال الشيخ قاسم
ابن قطلوبغا الحنفی المحدث المجتهد فی
تخريج احاديث الاختيار هذا سند جيد
وكيع احد الاعلام وموسی بن عمير قد
وثقه ابو حاتم انتهی قلت قال صاحب
[illegible] وثقه يحيی بن معين

راوی اوسکی سب ثقہ ہیں درجہ عالی میں لیکن وکیع بن
جراح پس امام ہی ثقہ ثبت فقیہ فاضل بلکہ وہ ایک
رکن ہے اسلام کا اور قطب ہے اولیاء کرام رحمہم سے
کہا حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں کہ وکیع بن
جراح بن ملیح رؤاسی ساتھ ضمہ رائے کے اور ہمزہ کے اوسکے
بعد پھر مہملہ ابو سفیان کوفی ثقہ عابد کبار طبقہ تاسعہ سے ہے
میں کہتا ہوں کلام محدثین کا اوس کی وصف اور ثنا
میں نہ تو اوس کی حد ہے اور نہ نہایت اور کمال اوسکا
اور جلالت اوسکی دریا عمیق بے کنارہ ہی نزدیک
صاحب ولایت کی اور لیکن موسی بن عمیر پس کہا حافظ ابن حجر
نے تقریب التہذیب میں کہ موسی بن عمیر تمیمی عنبری
کوفی ثقہ ہے کبار سابعہ سے ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا
شیخ الاسلام ذہبی نے میزان الاعتدال میں موسے
بن عمیر عنبری کوفی تمیمی روایت کرتا ہے شعبی سے اور
اوس سے وکیع نے ثقہ ہے کہا ابن معین اور
ابو حاتم نے ختم ہوا کلام اوسکا اور کہا شیخ قاسم بن
قطلوبغا حنفی محدث مجتہد نے تخریج احادیث اختیار
میں کہ یہ سند جید ہے وکیع یکتا اعلام سے ہے
اور موسے بن عمیر ثقہ کہا اوس کو ابو حاتم نے
ختم ہوا کلام اوس کا میں کہتا ہوں کہا صاحب
نور الہدایہ نے کہ ثقہ کہا اوسکو یحیی بن معین نے

والبوحاتم الرازی ومحمد بن عبد الله ابن نمیر وابو بکر الخطیب والعجلی والدولابی وقال ابو زرعۃ الرازی لا بأس بہ انتہی قلت ہو ممن اجمع اہل الحدیث علی توثیقہ و تعدیلہ لا اختلاف فیہ لاحد من اہل العلم باسماء الرجال واللہ اعلم واما علقمۃ بن وائل بن حجر فقال ابن حجر فی التقریب صدوق وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن سعد ثقۃ قلیل الحدیث انتہی کذا نقلہ ابن حجر فی تہذیب التہذیب قلت ہو ثقۃ عند المخالف والموافق ومن رجال مسلم وغیرہ فالحدیث صحیح وللہ الحمد اولا واخرا ویرد علیہ من المخالفین ایرادات شتی الاول ان لفظۃ تحت السرۃ شاذ فقد روی عن وائل بن حجر کلیب بن شہاب ومولی وائل فلم یذکرا فیہ ہذہ اللفظۃ فالعلقمۃ منفرد بہا من اصحاب وائل وکذا موسی بن عمیر منفرد بہا من اصحاب علقمۃ فقد رواہ عبد الجبار بن وائل وقیس بن سلیم عنہ ولیست عندہما ہذہ اللفظۃ وکذلک وکیع منفرد من اصحاب

اور ابو حاتم رازی اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر اور ابو بکر خطیب اور عجلی اور دولابی نے اور کہا ابو زرعہ رازی نے نہیں جرح ساتھ اوس کے انتہے میں کہتا ہوں کہ وہ اون میں جو اجماع کیا ہے اہل حدیث نے اونکی توثیق پر اور عدالت پر نہیں اختلاف اوسمیں کسی اہل علم کو جو واقف ہیں ساتھ اسماء رجال کے واللہ اعلم اور علقمہ بن وائل بن حجر پس کہا ابن حجر نے تقریب میں کہ صدوق ہے اور ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات میں اور کہا ابن سعد نے ثقہ ہے کم حدیث والا انتہی اسیطرح نقل کیا اوسکو ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں میں کہتا ہوں کہ وہ ثقہ ہے نزدیک مخالف اور موافق کی اور مسلم کے رجال سے ہے اور غیر کے پس حدیث صحیح ہوئی اور اللہ ہی کو ہے حمد اول اور آخر اور وارد ہوتے ہیں اوسپر مخالفین کی جانب سے چند اعتراضات مختلفہ اول یہ لفظ تحت السرۃ کا شاذ ہے پس روایت کیا ہے وائل بن حجر سے کلیب بن شہاب اور مولی وائل کے نے پس نہیں ذکر کیا ان دونو نے اوسمیں یہ لفظ پس علقمہ منفرد ہے ساتھ اوسکے وائل کے راویوں سے اسیطرح موسی بن عمیر منفرد ہے ساتھ اوسکے علقمہ کے راویوں سے کیونکہ روایت کیا اوسکو عبد الجبار بن وائل و قیس بن سلیم نے اوس سے اور نہیں اونکے نزدیک یہ لفظ اور اسیطرح ہے وکیع منفرد ہے

وعبد الرحمن بن مہدی بل وکیع بنفسہ عنہ اولم یذکروہا فہذہ اللفظۃ شاذۃ وان کانت رواتہا من اعلی الثقات والشاذ من اقسام الضعیف عند اہل الحدیث واللہ اعلم بالصواب والجواب عنہ ان ہذا من قبیل زیادۃ الثقۃ وہی مقبولۃ اذا کانت رواتہا حفاظا عادلا ضابطا علی الصحیح وانما ترد الزیادۃ فی الصورۃ المخصوصۃ وہی التی تخالف ما رواہ الثقات او من ہو اضبط منہ وہہنا لیس کذلک فان ہذہ الزیادۃ لا یلزم من قبولہا رد روایۃ الحفاظ فہی فی حکم الحدیث المستقل کما فصلہ ابن حجر فی شرح النخبۃ وغیرہ فی غیرہ الایراد الثانی ان علقمۃ بن وائل لم یسمع من ابیہ شیئا فہی روایۃ منقطعۃ قال ابن حجر فی تقریبہ علقمۃ بن وائل الحضرمی الکوفی صدوق

اور عبد الرحمن بن مہدی نے بلکہ وکیع نے خود اوس سے اور نہیں ذکر کیا اوس لفظ کو پس یہ لفظ شاذ ہے اگرچہ ہیں راوی اوس کے سب ثقہ اعلی درجہ ثقات سے اور شاذ قسم ہے اقسام حدیث ضعیف سے نزدیک اہل حدیث کے واللہ اعلم بالصواب اور جواب اوسکا یہ ہو کہ یہ قبیلہ زیادتی ثقہ سے ہے اور وہ مقبول ہے جبکہ ہوں سب راوی ثقہ حافظ عادل ضابط صحیح مذہب پر اور بیشک رد کی جاتی ہے زیادتی بیچ صورت مخاص کے اور وہ صورت وہ ہے جو مخالف ہو اوس حدیث کو جسکو بہت ثقہ روایت کریں یا کہ بڑا ضابط اوس سے اور اس جگہ اسطرح نہیں ہے کیونکہ یہ زیادتی نہیں لازم آتی قبول کرنے اوسکے سے رد روایت حفاظ کا پس یہ زیادتی بیچ حکم حدیث مستقل کے ہے جیسا کہ تفصیل کیا اسکو ابن حجر نے شرح نخبہ میں اور غیر اوسکے نے اوسکے غیر میں اعتراض دوسرا یہ کہ علقمہ بن وائل نے نہیں سنا ہے باپ اپنے سے کوئی چیز پس وہ روایت منقطعہ ہے کہا ابن حجر نے تقریب میں کہ علقمہ بن وائل حضرمی کوفی صدوق ہے

ف اور عبارت ابن حجر کی یہ ہے و زیادۃ راویہما ای الحسن والصحیح مقبولۃ ما لم تقع منافیۃ لروایۃ من ہو اوثق ممن لم یذکر تلک الزیادۃ لان الزیادۃ اما ان تکون لا تنافی فیہا بینہا وبین روایۃ من لم یذکرہا فہذہ تقبل مطلقا لانہا فی حکم الحدیث المستقل الذی تفرد بہ الثقۃ ولا یرویہ عن شیخہ غیرہ واما ان تکون منافیۃ بحیث یلزم من قبولہا رد الروایۃ الاخری فہذہ التی یقع الترجیح بینہا وبین معارضہا فیقبل الراجح ویرد المرجوح انتہی کلام الحافظ بقدر الحاجۃ حاصل یہ کہ نزدیک اہل حدیث کے مشہور زیادتی ثقہ کی نہ تو مطلقا ہر طرح مقبول ہے اور نہ مطلقا ہر طرح مردود ہے بلکہ اوسمیں تفصیل ہے کہ جو اسطرح پر ہو کہ روایت راجح کو معارض ہو تو مردود ہے اور اگر معارض نہیں تو مقبول ہے [illegible] سب [illegible] لہذا جس حدیث میں ہم بحث کر رہے ہیں وہ صحیح ہے [illegible] قسم مقبول سے ہے اور نیز واضح ہو کہ یہ زیادتی [illegible] ضعیف ہے [illegible] حافظ ضابط ہو تو اوسکی زیادتی غیر ثقہ ہو ہرگز مقبول نہیں ہے چنانچہ حافظ ابن حجر کلام مذکور کے اخیر میں فرماتے ہیں وانما تقبل من الحافظ انتہی اور زیادہ تفصیل کتب

الا انہ لم یسمع من ابیہ انتہی وقال ابن حجر
فی تہذیب التہذیب وحکی العسکری عن
یحیی بن معین انہ قال علقمۃ عن ابیہ
مرسل انتہی وقال الامام ابن الہمام فی فتح القدیر
قال الترمذی فی علل الکبیر سالت محمد
ابن اسمٰعیل اسمع علقمۃ بن وائل عن
ابیہ فقال ولد علقمۃ بعد ابیہ بستۃ
اشہر انتہی والجواب عنہ بوجہین الاول
ان ائمۃ النقل قد حققوا ان علقمۃ
لہ روایۃ عن ابیہ وان الذی یرسل عن ابیہ
ھو اخوہ عبد الجبار بن وائل قال الشیخ
عبد الحق المحدث الدہلوی فی الاکمال
انہ تابعی ذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات
روی عن ابیہ والمغیرۃ بن شعبۃ وعنہ اخوہ
عبد الجبار وسلمۃ بن کہیل وعمرو بن مرۃ و
عاصم بن کلیب روی لہ البخاری فی الادب
المفرد وفی رفع الیدین ومسلم فی صحیحہ
فی کتاب الصلوۃ وفی کتاب الامارۃ فی
الاصول دون المتابعات والترمذی فی
جامعہ فی ابواب الاحکام وقال حسن
صحیح انتہی کلامہ وقال علی القاری فی شرح

مگر اوسنے نہیں سنا ہے اپنے باپ سے انتہی اور کہا ابن حجر
نے تہذیب التہذیب میں اور حکایت کیا عسکری نے
یحیی بن معین سے کہ اوس نے کہا ہے علقمہ کی روایت
اپنے باپ سے مرسل ہی انتہی اور کہا امام شیخ ابن الہمام
نے فتح القدیر میں کہ کہا ترمذی نے اپنی کتاب علل کبیر میں
کہ پوچھا میں نے محمد بن اسمٰعیل بخاری سے کہ کیا سنا ہی علقمہ بن وائل
نے اپنے باپ سے پس کہا کہ پیدا ہوا علقمہ بعد وفات اپنے
باپ کے چھ ماہ انتہی اور جواب اوسکا ساتھ دو وجہ کے ہے
وجہ اول یہ کہ ائمہ نقل نے تحقیق کیا ہی کہ علقمہ کو روایت
ہے اپنے باپ سے اور وہ جو مرسل کرتا ہے اپنے باپ
سے وہ اوسکا بھائی عبد الجبار بن وائل ہے کہا شیخ
عبد الحق محدث دہلوی نے اکمال میں کہ وہ تابعی ہی ذکر
کیا اوس کو ابن حبان نے کتاب ثقات میں روایت
کرتا ہی اپنے باپ سے اور مغیرہ بن شعبہ سے اور روایت کی اوس سے اوسکی
بھائی عبد الجبار اور سلمہ بن کہیل او عمرو بن مرہ او عاصم
بن کلیب نے روایت کیا اسکی بخاری رح نے ادب المفرد
اور رفع الیدین میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الصلوٰۃ
میں اور کتاب الامارۃ میں اور اصول میں نہ
متابعات میں اور روایت کیا ترمذی نے اپنی
جامع میں بیچ ابواب الاحکام کے اور کہا کہ یہ حدیث
حسن صحیح ہے ختم ہوا کلام انکا اور کہا ملا علی قاری نے شرح

المشکوۃ والصحیح ان علقمۃ سمع من ابیہ
وان الذی لم یسمع من ابیہ ھو عبد الجبار
ابن وائل ولد بعد وفات ابیہ بستۃ اشہر
کذا نقلہ الترمذی عن البخاری ذکرہ میرک
انتہی کلام علی القاری قلت اخرج الترمذی
فی جامعہ حدیث علقمۃ عن ابیہ ان
امرأۃ خرجت علی عہد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الحدیث ثم قال الترمذی
ھذا حدیث حسن غریب صحیح وعلقمۃ
ابن وائل بن حجر سمع من ابیہ وھو اکبر
من عبد الجبار وعبد الجبار لم یسمع من
ابیہ انتہی اذا ثبت ھذا فما نقل ابن الہمام
عن الترمذی لا یخلو عن خدشۃ واضحۃ
وتفصیلہ فی رسالتنا الفوز المبین بالاخفاء
بالتامین الوجہ الثانی ان ائمۃ الحدیث
قد رووا احادیث علقمۃ عن ابیہ بالاسانید
المتصلۃ المصرحۃ بالسماع منہا ما رواہ
البخاری فی رسالتہ رفع الیدین حیث
قال علقمۃ حدثنی ابی قال صلیت مع النبی

مشکوۃ میں اور صحیح یہ ہی کہ علقمہ نے سنا ہی اپنے باپ سے
اور وہ جسنے نہیں سنا اپنے باپ سے وہ عبد الجبار بن
وائل ہی جو پیدا ہوا بعد وفات باپ اپنے کے چھ ماہ
جیسا کہ نقل کیا اوسکو ترمذی نے امام بخاری سے ذکر کیا
اوسکو علامہ میرک نے ختم ہوا کلام ملا علی قاری کا میں کہتا ہوں
روایت کیا ترمذی نے اپنی جامع میں حدیث علقمہ کی
اپنے باپ سے کہ ایک عورت نکلی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میں آخر حدیث تک پھر کہا ترمذی رح نے
کہ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے اور علقمہ بن وائل بن
حجر رح نے سنا ہے اپنے باپ سے اور وہ بڑا ہی
عبد الجبار سے اور نہیں سنا عبد الجبار نے اپنے
باپ سے انتہی جب ثابت ہوا یہ امر پس وہ جو نقل کیا
ہے ابن ہمام نے ترمذی سے نہیں خالی خدشہ ظاہرہ سے
اور تفصیل اوس کی بیچ رسالے ہمارے کے ہی جسکا نام
ہی الفوز المبین بالاخفاء بالتامین وجہ دوسری یہ کہ ائمہ
حدیث نے روایت کی ہیں چند احادیث علقمہ کی اپنے
باپ سے ساتھ سندوں متصلہ کے جو تصریح کرنیوالی ہیں ساتھ
سماع کی ازانجملہ ہی وہ جو روایت کیا بخاری رح نے رسالہ
رفع الیدین میں جس جگہ کہا علقمہ نے حدیث کی مجھکو باپ میرے نے کہا نماز

ف اوسند حدیث ترمذی کی یہ ہے حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل عن سماک بن حرب عن علقمہ بن وائل الکندی
عن ابیہ انتہی [illegible] ۱۲ منہ عفی عنہ

صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث ومنها ما اخرج النسائی فی باب رفع الیدین حیث قال علقمة حدثنی ابی الحدیث ومنها ما اخرج النسائی فی باب القود احدهما من طریق سماك حرب عن علقمة بن وائل ان اباه حدثه قال انی لقاعد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث وثانیهما من طریق اسمٰعیل بن سالم عن علقمة بن وائل ان اباه حدثهم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی برجل قد قتل رجلا الحدیث ومنها ما اخرجه مسلم فی باب وضع الید الیمنیٰ علی الیسریٰ من طریق عبد الجبار بن وائل عن علقمة ومولی لهم انهما حدثاه عن ابیه انه رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث ففی هذه المواضع ونحوها تصریح بسماع علقمة عن وائل بن حجر فبطل قول من قال ان علقمة ولد بعد وفات ابیه بستة اشهر نعم روایة عبد الجبار بن وائل عن ابیه مرسل لا محالة فهی منقطعة بالضرورة وبالجملة فالحدیث صحیح ومن حکم بضعفه

صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حدیث تک اور اون میں سے وہ جو روایت کیا ہے نسائی نے باب رفع الیدین میں جس جگہ کہا علقمہ نے کہ حدیث کی مجھ کو میرے باپ نے آخر حدیث تک اور اون میں سے وہ جو روایت کیا ہے نسائی نے باب قود میں ایک اون سے سماک بن حرب کے طریق سے اوس نے علقمہ بن وائل سے کہ اوس کے باپ نے حدیث کی اوسکو کہا کہ میں بیٹھنے والا تھا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حدیث تک اور دوسری حدیث روایت کی طریق اسمٰعیل بن سالم سے اوس نے علقمہ بن وائل سے کہ اوسکے باپ نے حدیث کی اونکو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا ایک شخص کہ قتل کیا تھا ایک شخص کو آخر حدیث تک اور اون میں سے وہ جو روایت کی مسلم نے باب وضع الید الیمنی علی الیسری میں طریق عبد الجبار بن وائل سے اوس نے علقمہ اور اون کے غلام سے کہ اون دونوں نے حدیث کی اوسکو اوس کے باپ سے کہ اوس نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر حدیث تک پس ان مواضع میں اور مانند ان کی تصریح ہے ساتھ سماع علقمہ کے وائل بن حجر سے پس باطل ہوا قول اوس شخص کا جو کہتا ہے کہ علقمہ پیدا ہوا ہے بعد وفات باپ اپنے کے چھ ماہ ہاں روایت عبد الجبار بن وائل کی باپ اپنے سے مرسل ہے ضرور پس وہ منقطع ہے ضرور اور مجمل یہ ہے کہ پس یہ حدیث صحیح ہے اور جس نے حکم

فقوله مردود ومنهم علی بن ابی طالب رضی خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد اخرج الامام احمد بن حنبل فی مسنده حدثنا محمد بن سلیمان الاسدی ثنا یحیی بن ابی زائدة ثنا عبد الرحمن بن اسحاق عن زیاد بن زید السوائی عن ابی جحیفة عن علی انه قال السنة وضع الکف علی الکف تحت السرة واخرج ابو داود فی سننه علی ما رواه ابو سعید بن الاعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر حدثنا محمد بن محبوب ثنا حفص بن غیاث عن عبد الرحمن بن اسحاق عن زیاد بن زید عن ابی جحیفة ان علیا قال السنة وضع الکف علی الکف تحت السرة وقال الدارقطنی فی سننه حدثنا یعقوب بن ابراهیم البزاز ثنا الحسن بن عرفة عن عبد الرحمن بن اسحاق ح وحدثنا محمد بن القاسم بن زکریا المحاربی ثنا ابو کریب ثنا یحیی بن ابی زائدة عن عبد الرحمن بن اسحاق ثنا زیاد بن زید السوائی عن ابی جحیفة عن علی رضی اللہ عنه قال ان من السنة فی الصلوة وضع الکف

پس قول اوسکا مردود ہے اور اون میں سے ہیں حضرت علی رض جو کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں پس روایت کیا ہے امام احمد رح نے اپنی مسند میں حدیث کی ہمکو محمد بن سلیمان اسدی نے کہا حدیث کی ہمکو یحیی بن ابی زائدہ نے کہا حدیث کی ہمکو عبد الرحمن بن اسحاق نے اوس نے زیاد بن زید سوائی سے اوس نے ابو جحیفہ سے اوس نے حضرت علی رض سے فرمایا حضرت علی رض نے سنت ہے رکھنا ہتھیلی کا ہتھیلی پر نیچے ناف کے اور روایت کیا ابو داود نے اپنی سنن میں بنا کر کے اوپر جو روایت کیا ابو سعید بن اعرابی نے جن کا نام احمد بن محمد بن زیاد بن بشر ہے کہا حدیث کی ہمکو محمد بن محبوب نے کہا حدیث کی ہمکو حفص بن غیاث نے اوس نے عبد الرحمن بن اسحاق سے اوس نے زیاد بن زید سوائی سے اوس نے ابو جحیفہ سے کہ علی رض نے فرمایا کہ سنت ہے رکھنا ہتھیلی کا ہتھیلی پر نیچے ناف کے اور کہا دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو یعقوب بن ابراہیم بزاز نے کہا حدیث کی ہمکو حسن بن عرفہ نے عبد الرحمن بن اسحاق سے اور حدیث کی ہمکو محمد بن قاسم بن زکریا محاربی نے کہا حدیث کی ہمکو ابو کریب نے کہا حدیث کی ہمکو یحیی بن ابی زائدہ نے عبد الرحمن بن اسحاق سے کہا حدیث کی ہمکو زیاد بن زید سوائی نے ابو جحیفہ سے اوس نے علی سے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ سنت ہے نماز میں رکھنا ہتھیلی کا

سله وہم من علی حدیث علی رضی اللہ عنه ان زیاد بن زید السوائی مجهول کذا نقله الحافظ ابن حجر فی تقریبه والجواب عنه قد تابعه النعمان بن سعد

على الكف تحت السرة واخرج ابن شاهين و
ابو محمد الابراهيمي في كتاب الصلوة عن
علي رضي الله عنه قال ثلاث من اخلاق النبوة
تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع الكف
على الكف تحت السرة في الصلوة انتهى كذا نقله
صاحب كنز العمال حدثنا محمد بن القاسم
ثنا ابو كريب ثنا حفص بن غياث عن عبد الرحمن
ابن اسحاق عن النعمان بن سعد عن علي انه
كان يقول ان من سنة الصلوة وضع اليمين
على الشمال تحت السرة فهذا الحديث شاهد
لحديث وائل بن حجر ويرد عليه ايرادان
الاول ان الحديث مداره على عبد الرحمن
بن اسحق الواسطي الكوفي وهو ضعيف قال
الحافظ ابن حجر في تقريبه عبد الرحمن بن
اسحاق بن الحارث الواسطي ويقال كوفي
ضعيف من السابعة انتهى وقال ابن حجر
في تهذيب التهذيب قال ابوداود سمعت
احمد يضعفه وقال ابوطالب عن احمد
ليس بشئ منكر الحديث وقال الدوري عن
ابن معين ضعيف ليس بشئ وقال ابن سعد
ويعقوب بن سفيان وابوداود والنسائي

ہتھیلی پر نیچے ناف کی اور روایت کیا ابن شاہین اور ابو محمد ابراہیمی نے
کتاب الصلوۃ میں علی رضی اللہ عنہ سے یعنی فرمایا حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے کہ تین چیزیں ہیں نبوت کے اخلاق سے ہیں افطار
میں جلدی کرنا اور سحری دیر سے کھانی اور رکھنا ہتھیلی کا ہتھیلی پر
نیچے ناف کی نماز میں انتہی اسی طرح نقل کیا اوسکو صاحب
کنز العمال نے حدیث کی ہمکو محمد بن قاسم نے کہا حدیث کی ہمکو
ابو کریب نے کہا حدیث کی ہمکو حفص بن غیاث نے عبد الرحمن
بن اسحق سے اونے نعمان بن سعد سے اونے علی سے حضرت
علی رضی اللہ عنہ تھے فرماتی کہ سنت نماز سے ہی رکھنا ہاتھ دایاں
بائیں پر ناف کی نیچے پس یہ حدیث شاہد ہی واسطے حدیث
وائل بن حجر کے اور وارد ہوتی ہیں اوسپر دو اعتراض اول
یہ کہ اس حدیث کا مدار عبد الرحمن بن اسحق واسطی کوفی
ہی اور وہ ضعیف ہے کہا حافظ ابن حجر نے تقریب میں
کہ عبد الرحمن بن اسحق بن حارث واسطی اور کہا
جاتا ہے کہ کوفی ہے ضعیف ہے طبقہ ساتویں
سے انتہی اور کہا ابن حجر نے تہذیب التہذیب
میں کہا ابوداود نے کہ سنا میں نے امام احمد کو ضعیف
کہتے اوس کو اور کہا ابوطالب نے نقل کر کے امام احمد سے
کہ نہیں وہ کوئی شی منکر الحدیث ہے اور کہا دوری نے
روایت ہی ابن معین سے کہ وہ ضعیف ہے نہیں کوئی شی اور
کہا ابن سعد اور یعقوب بن سفیان اور ابوداود اور نسائی نے

الاعتراض الاول

ليس بذاك وقال البخاري فيه نظر وقال
ابو زرعة ليس بقوي وقال ابوحاتم ضعيف
الحديث منكر الحديث يكتب ولا يحتج به و
قال ابن خزيمة لا يحتج به انتهى كلام ابن
حجر وقال شيخ الاسلام الذهبي في ميزانه
عبد الرحمن بن اسحق ابوشيبة الواسطي صاحب
النعمان بن سعد ضعفوه قال ابوطالب
سالت احمد بن حنبل عنه فقال ليس بشئ
منكر الحديث يروي عن الشعبي وغيره
وروى عبد الله بن احمد عن ابيه قال
روى عنه ابن ادريس وابومعاوية وابن
فضيل له مناكير وليس هو في الحديث بذاك
وروى عباس عن يحيى ضعيف ومرة قال
متروك وروى معوية بن صالح كوفي ضعيف
وقال البخاري فيه نظر وقال النسائي وغيره
ضعيف انتهى وقال الامام النووي في شرح
صحيح مسلم انه ضعيف بالاتفاق انتهى
والجواب عنه انا نقول ماذا اراد المورد
من قوله ان عبد الرحمن بن اسحاق ضعيف
ان اراد انه ضعيف مطلقا اي حفظا و

کہ نہیں وہ ویسا اور کہا بخاری نے اوس میں نظر ہے اور
کہا ابوزرعہ نے قوی نہیں اور کہا ابوحاتم نے ضعیف
حدیث والا ہے منکر الحدیث ہے لکھی جاویگی اور نہیں
حجت ساتھ اوسکے اور کہا ابن خزیمہ نے نہیں حجت
ساتھ اوسکے ختم ہوا کلام ابن حجر کا اور کہا شیخ الاسلام ذہبی
نے اپنی میزان میں کہ عبد الرحمن بن اسحق ابوشیبہ واسطی
شاگرد نعمان بن سعد کا ضعیف کیا اونہوں نے اوس کو
کہا ابوطالب نے سوال کیا میں نے امام احمد سے اوس کا حال
پس کہا کہ وہ نہیں کوئی شی منکر الحدیث ہے روایت کرتا ہی
شعبی وغیرہ سے اور روایت کیا عبد اللہ بن احمد نے اپنے
باپ سے کہا روایت کیا اوس سے ابن ادریس اور ابومعاویہ
اور ابن فضیل نے اوسکے لیے منکر ہیں اور نہیں وہ حدیث
میں ویسا اور روایت کیا عباس نے یحیی سے کہ ضعیف ہے
اور کبھی کہا کہ متروک ہے اور روایت کیا معویہ بن صالح نے
کہ کوفی ہے ضعیف ہے اور کہا بخاری نے اوسمیں نظر ہی اور کہا
نسائی وغیرہ نے کہ وہ ضعیف ہے انتہی اور کہا امام نووی نے
شرح صحیح مسلم میں کہ وہ ضعیف ہے بالاتفاق انتہی اور
جواب اوسکا یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ کیا ارادہ کیا ہی معترض
نے قول اپنے سے کہ عبد الرحمن بن اسحاق ضعیف ہے۔
اگر ارادہ کیا ہی کہ وہ ضعیف ہے مطلقا یعنی از روے حفظ

السیوطی فی تعقباتہ علی ابن الجوزی قال الحافظ
ابن حجر فی القول المسدد فی الذب عن مسند
احمد عبد الرحمٰن بن اسحاق حسن لہ الترمذی
حدیثا غیر ہذا مع قولہ انہ تکلم فیہ من قبل
حفظہ وصحح لہ الحاکم حدیثا اخر واخرج لہ
ابن خزیمۃ فی صحیحہ لکن قال فی القلب منہ
شئ انتہی کلام السیوطی وان اراد المورد
انہ ضعیف من قبل حفظہ فقط کما یدل
علیہ کلام الشیخ ابی المحاسن قائم بن
صالح السندی ثم المدنی فی رسالتہ فوز
الکرام بما ثبت فی وضع الیدین تحت السرۃ
او فوقہا تحت الصدر عن الشفیع المظلل
بالغمام حیث قال من ضعف عبد الرحمٰن
ابن اسحاق الواسطی راوی حدیث وضع الیدین
تحت السرۃ المخرج فی سنن ابی داود انما
ضعفہ لانہ خالف فی بعض المواضع الثقات
وتفرد ببعضہا بالروایات وہو لا یضر وانما
تضرہ کثرۃ المناکیر وکثرۃ مخالفتہ الثقات ولم
تثبت انتہی کلامہ کذا نقلہ الفاضل اللکھنوی
فی کتاب الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل

سیوطی رحمہ نے اپنے تعقبات میں جو ابن جوزی پر ہیں کہ کہا حافظ
ابن حجر نے اپنی کتاب القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں
کہ عبد الرحمٰن بن اسحاق حسن کہا ہے ترمذی نے اس کی حدیث
کو بجز اس کے باوجود قول اس کے کہ انہیں کہا گیا ہے
بہ سبب حفظ اوسکیکی اور صحیح کیا حاکم نے اوسکی دوسری
حدیث کو اور روایت کیا ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں مگر کہا کہ
دل میں اوس سے کچھ ہے ختم ہوا کلام سیوطی کا اور اگر ارادہ
کیا ہو معترض نے کہ وہ ضعیف ہو بہ سبب حفظ کے فقط جیسا
کہ دلالت کرتا ہو اوسپر کلام شیخ ابو المحاسن قائم بن صالح
سندی پھر مدنی کا اپنی رسالہ فوز الکرام بما ثبت فی
وضع الیدین تحت السرۃ او فوقہا تحت الصدر عن
الشفیع المظلل بالغمام میں جس جگہ کہ کہا جس نے
ضعیف کیا ہو عبد الرحمٰن بن اسحاق واسطی کو جو راوی
ہے حدیث وضع الیدین تحت السرۃ کا جو روایت
کی گئی ہے سنن ابو داود میں تو اوس نے ضعیف
کیا ہے اوس کو اس واسطے کہ وہ مخالف ہوا ہے
بعض مواضع میں ثقوں کا اور متفرد ہوا ہے ساتھ بعض روایات
کے اور وہ مضر نہیں اور مضر ہوتا ہے اوسکو کثرت مناکیر کی اور
کثرت مخالفت ثقوں کی اور وہ ثابت نہیں ہوا ہے ختم ہوا کلام
ایسا ہی نقل کیا اوسکو فاضل لکھنوی نے اپنی کتاب الرفع والتکمیل

فانہ لم تثبت مخالفتہ للثقۃ الحافظ ولا الزیادۃ
علیہ من اصحاب لنعمان بن سعد وزیاد
ابن زید حتی تجری فیہ قاعدۃ ترجیح الراجح
وتردید المرجوح وہذا امام الائمۃ ابو عیسیٰ
الترمذی قد حکم بتحسین حدیثہ فی مواضع
عدیدۃ من جامعہ مع ان البعض من
اسانیدہ مثل سند ہذا الحدیث بعینہ
فمنہا ما رواہ الترمذی فی باب الحجامۃ بعد
اخراج حدیث ابن مسعود فی قصۃ لیلۃ
المعراج قال ابو عیسیٰ ہذا حدیث حسن غریب
من حدیث ابن مسعود انتہی ومنہا ما اخرج
فی باب سوق الجنۃ من طریق عبد الرحمٰن
بن اسحٰق عن النعمان بن سعد عن علی قال
ابو عیسیٰ ہذا حدیث حسن غریب انتہی
ومنہا فی باب فضل التسبیح والتہلیل بعد اخراج
حدیث ابن مسعود مرفوعا لقیت ابراہیم
الحدیث قال ابو عیسیٰ ہذا حدیث حسن
غریب انتہی ومنہا ما اخرجہ فی باب الدعوات
عن عبد الرحمن بن اسحاق عن سیار ابی الحکم
عن ابی وائل عن علی ان مکاتبا جاءہ الحدیث

احادیث التی قال فیہا الترمذی حسن

کیونکہ نہیں ثابت ہوئی مخالفت اوسکی واسطے ثقہ حافظ
کے اور نہ زیادتی ثقہ پر نعمان بن سعد اور زیاد بن زید کے
شاگردوں پر تو جاری ہو اوسمیں قاعدہ ترجیح راجح اور تردید
مرجوح کا اور یہ امام الائمہ ابو عیسیٰ ترمذی اوس نے
حکم دیا ہے ساتھ حسن ہونے حدیث اوسکی کو چند مواضع
میں اپنی جامع میں باوجودیکہ بعض سندیں اوس کی
مثل اسی سند کی ہیں بعینہ پس اون میں وہ ہی جو روایت
کیا ترمذی نے باب الحجامۃ میں بعد روایت ابن مسعود
کے بیچ قصہ لیلۃ المعراج کے کہا ابو عیسیٰ نے
یہ حدیث حسن غریب ہے حدیث ابن مسعود رضی
انتہے اور اون میں سے وہ جو روایت کیا اوس کو
باب سوق الجنۃ میں طریق عبد الرحمٰن بن اسحاق
سے اوس نے نعمان بن سعد سے اوس نے حضرت علی رضی اللہ
عنہ سے کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہے انتہے اور
اون میں سے باب فضل التسبیح والتہلیل میں بعد بیان
کرنے حدیث ابن مسعود رضی مرفوع کر کے کہ ملاقات
کی میں نے ابراہیم سے آخر حدیث تک کہا ابو عیسیٰ نے یہ حدیث
حسن غریب ہے انتہی اور اون میں سے وہ جو روایت کیا
باب دعوات میں عبد الرحمٰن بن اسحاق سے اوس نے سیار ابی الحکم
سے اوس نے ابو وائل سے اوس نے علی رض سے کہ ایک مکاتب آیا اون کے پاس آخر حدیث

ثم قال ابو عیسی هٰذا حسن غریب انتهی و
منها ما اخرج فی باب صوم المحرم من
طریق عبد الرحمن بن اسحاق عن النعمان
بن سعد عن علی قال جاء رجل فقال ای
شهر تامرنی ان اصوم الحدیث ثم قال ابو عیسی
هٰذا حدیث حسن غریب انتهی ففی هٰذه المواضع
قد حکم الترمذی بتحسین هٰذه الاحادیث
ولم یحکم بالضعف اصلاً ولو فی موضع واحد
فعلم انه حسن الحدیث فان قیل لعل الترمذی
حکم بالتحسین فی هٰذه المواضع بالشواهد
او المتابعات قلنا فما معنی لقوله غریب والله
اعلم الایراد الثانی ان الحدیث موقوف علی
علی رضی الله عنه ولیس بمرفوع الی النبی صلی
الله علیه وسلم والجواب عنه ان الصحابی
اذا اطلق السنة فالمراد بها سنة رسول الله
صلی الله علیه وسلم وکذا اذا اطلقه غیر
الصحابی وشید ارکانه الحافظ ابن حجر
فی شرح النخبة وفی فتح الباری وغیره فی غیرهما
وتفصیله فی کتب الاصول لا حاجة الی

پھر کہا ابو عیسی نے یہ حدیث حسن غریب ہے انتہی اور
اون میں سے ہی وہ جو روایت کی باب صوم المحرم میں طریق
عبد الرحمن بن اسحاق سے اوس نے نعمان بن سعد
سے اوس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آیا ایک
شخص پس کہا کہ کونسا ماہ امر فرماتے ہیں آپ مجھ کو کہ روزہ
رکھوں میں آخر حدیث تک پھر کہا ترمذی نے یہ حدیث
حسن غریب ہے انتہی پس ان مواضع میں حکم کیا ہے ترمذی نے
ساتھ حسن ہونے ان احادیث کی اور نہیں حکم لگایا ضعف
کا ہرگز اگرچہ ایک ہی جگہ میں ہوتا پس معلوم ہوا کہ وہ حسن
حدیث والا ہے پھر اگر کہا جاوے کہ شاید ترمذی نے حکم کیا ساتھ
تحسین کے ان مواضع میں بہ سبب شواہد اور متابعات کے تو ہم
کہتے ہیں پھر کیا معنی ہیں اوسکے قول کے کہ غریب ہے واللہ اعلم
اعتراض دوسرا یہ کہ یہ حدیث موقوف ہے علی رضی اللہ عنہ پر اور
نہیں مرفوع ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک اور جواب اوس کا
یہ ہے کہ صحابی جبکہ مطلق بولتا ہے لفظ سنت پس مراد اوس سے
سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے اور اسی طرح
جب اطلاق کرے اوسکا غیر صحابی اور مضبوط کیا ارکان
اوسکے کو حافظ ابن حجر نے بیچ شرح نخبہ اور فتح الباری کے اور
غیر اوسکے کی اور انکی غیر میں اور تفصیل اوسکی کتب اصول میں ہے نہیں حاجت

الایراد الثانی — الجواب عنہ

¹ یہ سند بھی وہی ہے جو وضع الیدین تحت السرۃ کی ہے کما مر ۱۲ منہ عفی عنہ ... اور حق یہ ہے کہ معترض کو اصل حدیث سے ... کی حدیث ... لفظ ... تلا ثۃ من اخلاق النبوۃ الخ اور اوس میں ... سنت کو ذکر کیا ہے ... ۵۳ ... قول الصحابی ... [illegible]

ذلک فان الامر مشهور عند اهل الحدیث
ومنهم ابو هریرة رضی الله عنه فقد اخرج
ابو داود فی سننه حدثنا مسدد ثنا عبد الواحد
بن زیاد عن عبد الرحمن بن اسحاق عن
سیار ابی الحکم عن ابی وائل قال قال ابو هریرة
اخذ الکف علی الکف فی الصلوة تحت السرة
انتهی فهٰذا ابو هریرة رض قد حکم بوضع الیدین
تحت السرة مثل ما رواه وائل بن حجر ویرد
علیه اعتراضان الاول ان مداره علی
عبد الرحمن بن اسحاق وفیه ما مر من
الکلام سواء بسواء والجواب عنه کالجواب
فی حدیث علی رضی الله عنه سواء بسواء الاعتراض
الثانی ان الحدیث موقوف علی ابی هریرة و
لیس بمرفوع الی رسول الله صلی الله علیه
وسلم والجواب عنه ان الحدیث مرفوع حکما
وذلک بوجهین الوجه الاول ان الحدیث
لا یخلو اما ان یکون بصیغة الماضی المعلوم
او علی وزن المصدر اما علی الاول فمرفوع حکما

اوسکی کیونکہ یہ امر مشہور ہے نزدیک اہل حدیث کے اور اون
میں ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ پس روایت کیا
ابو داود نے اپنی سنن میں حدیث کی ہمکو مسدد نے
کہا حدیث کی ہمکو عبد الواحد بن زیاد نے عبد الرحمن بن
اسحاق سے اوس نے سیار ابی الحکم سے اوس نے ابی وائل سے
کہا ابو وائل نے کہ کہا ابو ہریرہ رض نے کہ پکڑنا ہتھیلی
کا اوپر ہتھیلی کے نماز میں نیچے ناف کے انتہی پس یہ ابو ہریرہ رض ہے
حکم کیا اوسنے ساتھ رکھنے دونو ہاتھوں کے نیچے ناف کے
مثل اوس کی جو روایت کیا وائل بن حجر رض نے اور وارد ہوتے
ہیں اوسپر دو اعتراض اول یہ کہ مدار اوسکا عبد الرحمن بن
اسحاق پر اور اوس میں وہ کلام ہے جو گذر چکا ہے برابر برابر
اور جواب اوسکا مثل اوس جواب کے ہے جو علی رض کی حدیث
میں ہے برابر برابر اعتراض دوسرا یہ کہ یہ حدیث موقوف
ہے ابو ہریرہ رض پر اور نہیں وہ مرفوع طرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جواب اوسکا یہ ہے کہ حدیث
مرفوع ہے حکماً اور وہ ساتھ دو وجہوں کے ہے وجہ اول
یہ کہ حدیث نہیں خالی یا تو ہوگی ساتھ صیغہ ماضی معلوم کے
اور یا کہ اوپر وزن مصدر کے ہے پس بنا کرنے کی اول پر پس حکماً مرفوع ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۸ واحتجوا بان السنة تتردد بین النبی صلی الله علیه وسلم وبین غیره واجیبوا بان ارادة غیر النبی صلی الله علیه وسلم بعید وقد روی البخاری فی صحیحه فی حدیث ابن شهاب عن سالم بن عبد الله بن عمر عن ابیه فی قصته مع الحجاج حین قال له ان کنت ترید السنة فهجر بالصلوة قال ابن شهاب فقلت لسالم افعله رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ... [illegible]

لانّ الصحابی اذا ذکر فعلا ولم یذکر فاعله فالمراد بہ هو رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم سواء کان الفعل معلوما او مجهولا قال صاحب عقود الجواهر المنیفة فی بحث حدیث ثمن الکلب فی جواب البیهقی حیث اعترض فقال قال عبد الواحد بن غیاث وسوید بن عمرو قالا حدّثنا حماد ثنا ابو الزبیر عن جابر نهی عن ثمن الکلب والسنّور الا کلب صید ولم یذکر حماد عن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم انتهی کلام البیهقی قلت مثل هذا مرفوع عند اهل الحدیث وان لم یذکر النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم وهو قول اکثر اهل العلم ومنه قول انس امر بلال ان یشفع الاذان الحدیث ذکره ابن الصلاح انتهی کلام صاحب عقود الجواهر المنیفة قلت ومثل ذلک ان یذکر الصحابی قولا و لم یذکر قائله کما حققه الحافظ ابن حجر فی شرح النخبة من شاء فلیرجع الیه واما علی الثانی فمرفوع ایضا وذلک لانّ ابا هریرة لما روی مرفوعا عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم وضع الکف علی الکف من السنة کما مرّ فمحال ان یکون ابو هریرة رضی اللّٰه عنه یروی

کیونکہ صحابی جسوقت ذکر کرے فعل کا اور نہ ذکر کرے فاعل اوسکا پس مراد ساتھ اوسکی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں برابر ہے کہ ہو وہ فعل صیغہ معلوم یا کہ مجہول کہا صاحب عقود الجواہر المنیفہ نے بیچ بحث حدیث ثمن کلب کے بیچ جواب بیہقی کے جس جگہ اعتراض کیا پھر کہا کہ کہا عبد الواحد بن غیاث اور سوید بن عمرو دونو نے کہا کہ حدیث کی ہمکو حماد نے کہا حدیث کی ہمکو ابو الزبیر جابر رض سے کہ منع کیا ہے ثمن کتے اور بلی سے مگر کہ کتا شکاری اور نہیں ذکر کیا حماد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے ختم ہوا کلام بیہقی کا میں کہتا ہوں کہ مثل اوسکی مرفوع ہے نزدیک اہل حدیث کی اگرچہ نہیں ذکر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا اور وہی قول ہے اکثر اہل علم کا اور وسی قبیل سے قول انس رض کا کہ امر کیا گیا بلال رض یہ کہ شفع کریں اذان کو ذکر کیا اوسکو شیخ ابن صلاح نے ختم ہوا کلام صاحب عقود الجواہر المنیفہ کا میں کہتا ہوں او مثل اوسکی ہی یہ کہ ذکر کرے صحابی کسی قول کو اور نہ ذکر کرے قائل اوسکیکو جیسا کہ تحقیق کی اوسکی حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ میں جو چاہے پس رجوع کرے طرف اوسکی اور اسپر بنا کرکے دوسرے پر پس تو بھی مرفوع ہی اور وہ اسوطے کہ ابو ہریرہ رضی نے ہرگاہ مرفوع روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے رکھنا ہاتھ کا ہاتھ پر سنت۔ جیسا کہ گزر چکا ... روایت

عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الوضع علی الصدر او فوق السرة ویحکم هو بخلافه ویعمل علی ضده اعنی الوضع تحت السرة فثبت ان مراده من الحدیث المرفوع المذکور الوضع تحت السرة علی حسب ما افتی به ابو هریرة رض وعمل به والا فکیف یحکم علی خلاف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فان ذلک بعید عن الصحابة بمراحل فثبت ان قوله هذا مرفوع حکما وهو المطلوب ومنهم انس بن مالک خادم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقد قال الامام شیخ الاسلام العینی فی عمدة القاری شرح صحیح البخاری روی ابن حزم من حدیث انس انه قال من اخلاق النبوة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة ثم قال الامام العینی وهذا یعضده روایة علی رضی اللّٰه عنه انتهی کلامه فهذه الاحادیث یؤید بعضها لبعض بحیث یثبت منها سنیة الوضع تحت السرة وهو المطلوب تنبیه قد وافق له عمل کثیر من العلماء من التابعین واتباعهم وکذا من جاء بعدهم من الفقهاء فقد اخرج امام الائمة الامام محمد فی کتاب الآثار اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وضع علی الصدر یا کہ وضع فوق السرہ اور خود حکم کرے وہ اوسکے خلاف اور عمل کرے اُسکی ضد پر اعنی وضع تحت السرہ پر پس ثابت ہوا کہ مراد ابو ہریرہ کی حدیث مرفوع سے جو مذکور ہوئی وضع تحت السرہ ہے اُسکو موافق فتوی دیا ابو ہریرہ نے اور عمل کیا ساتھ اُسکو ورنہ پس کس طرح حکم کرتا مخالف رسول اللہ کے سے کیونکہ وہ بعید ہے صحابہ سے چند منزلیں پس ثابت ہوا کہ یہ قول اُنکا مرفوع حکما ہے اور وہی مطلوب ہے اور اُنہیں سے ہیں انس بن مالک خادم رسول اللہ کے پس کہا امام شیخ الاسلام عینی نے بیچ کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کے کہ روایت کیا ابن حزم نے حدیث انس رض سے کہ کہا نبیوں کی عادت ہے ہر رکھنا داہنا ہاتھ بائیں پر نیچے ناف کے پھر کہا امام عینی نے اور یہ حدیث قوت دیتی ہے حدیث علی رض کو ختم ہوا کلام اُنکا پس یہ احادیث تائید کرتی ہیں بعض اُنکی بعض کو بایں طور کہ ثابت ہوتا ہے اُس سے سنت ہونا رکھنا ہاتھوں کا نیچے ناف کے اور وہی مطلوب ہے تنبیہ تحقیق موافق ہوا ہے اُس کو عمل اکثر علما کا تابعین اور تبع تابعین سے اور اسی طرح اُنکا جو اُنکے بعد ہیں فقہا سے پس روایت کیا امام الائمہ امام محمد نے کتاب الآثار میں خبر دی ہم کو ابو حنیفہ نے حماد سے اُنسنے ابراہیم سے

(۱) حاصل یہ کہ ابو ہریرہ رض نے جبکہ نفس وضع الیدین مرفوع طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور خود ابو ہریرہ رض نے تحت السرہ کا فتوی دیا تو معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ رض نے جناب رسالت سے تحت السرہ ہی دیکھا یا سنا ہوگا ورنہ خود مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس طرح کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اور کرتے دیکھے اور خود کچھ اور کرے اور حالانکہ اکثر عادت ابو ہریرہ رض کی عدم القول بالرای ہے لہذا ہر طرح یہ قول اُن کا مرفوع ہے وہو المطلوب ۱۲ منہ عفی عنہ (۲) اور اصل عبارت امام عینی کی یہ ہے فان قلت سلمنا هذا ولکن الذی روی ابن حزم فیه مقال لان فی سنده عبد الرحمن بن اسحق الکوفی قال احمد لیس بشیء قلت روی ابو داود وسکت علیه ویعضده ما رواه ابن حزم من حدیث انس من اخلاق النبوة الخ واللّٰه اعلم بالصواب ۱۲ منہ عفی عنہ (۳) قلت قال ابن حزم فی المحلی عن عائشة رضی اللّٰه عنها

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتمد
باحدی یدیہ علی الاخری فی الصلوۃ قال محمد ویضع بطن
کفہ الایمن علی رسغہ الایسر تحت السرۃ فیکون
الرسغ فی وسط الکف اخبرنا الربیع بن صبیح عن ابی
معشر عن ابراھیم النخعی انہ کان یضع یدہ الیمنی
علی یدہ الیسری تحت السرۃ انتہی ثم قال الامام محمد
وبھذا ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ
انتہی کلامہ واخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا
وکیع عن ربیع عن ابی معشر عن ابراھیم قال
یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرۃ
انتہی وقال الامام محمد فی الموطا ینبغی
للمصلی اذا قام فی صلوتہ ان یضع باطن کفہ
الیمنی علی رسغہ الیسری تحت السرۃ ویرمی
ببصرہ الی موضع سجودہ وھو قول ابی حنیفۃ
انتہی والذی اقول بالانصاف منال عن
الاعتساف ان ابراھیم لما روی عن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث الوضع ویضع ھو
یدیہ تحت السرۃ فمحال عندنا ان یکون ابراھیم
یصنع ذلک الا وقد ثبت عندہ سنیۃ الوضع

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہے رکھتے ایک دو ہاتھون
کا دوسرے پر نماز مین کہا امام محمد نے اور رکھے نمازی باطن
ہتیلی دہنی کو بائین پر نیچے ناف کے پس ہووے بندِ دست وسط کف
مین یعنے ابراہیم رکھتے ہاتھ اپنا داہنا بائین ہاتھ پر
نیچے ناف کے پہر کہا امام محمد رح نے اور ساتھ اسیکے عمل کرتے
ہین ہم اور وہی قول ابو حنیفہ رح کا ہے ختم ہوا کلام اُنکا
یعنے ابراہیم نخعی کہ جب دایان ہاتھ اپنا بائین پر رکھتے
نیچے ناف کے انتہے اور کہا امام محمد رح نے موطا مین لائق ہے
واسطے نمازی کے جبکہ کہڑا ہو اپنی نماز مین یہ کہ رکھے باطن
ہتیلی دائین کا بائین پر نیچے ناف کے اور ڈالے آنکھ اپنی
طرف جگہ سجدہ اپنے کی اور وہی ہے قول ابو حنیفہ
رضی اللہ عنہ کا انتہے۔ اور وہ جو مین کہتا ہون انصاف سے جو خالی
ہے تعصب سے وہ یہ ہے کہ ابراہیم نخعی ہرگاہ روایت
کیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث وضع
اور وہ خود رکہتا ہے ہاتھ اپنے ناف کے نیچے پس
محال ہے ہمارے نزدیک یہ کہ ہوا ابراہیم رحمۃ
اللہ علیہ کرتا اُس کو مگر ضرور ثابت ہوا۔ ہے
نزدیک اُس کے سنت ہونا
رکہنا ہاتھون کا

سلہ یہ حدیث ابراہیم نخعی رح کی اگرچہ مرسل ہے مگر اہل حدیث نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ابراہیم اور سعید بن مسیب

تحت السرۃ وھو المطلوب واخرج ابن
ابی شیبۃ حدثنا وکیع عن ربیع عن ابی معشر
عن ابراھیم قال یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ
تحت السرۃ انتہی واخرج ابن ابی شیبۃ
حدثنا یزید بن ھارون ثنا حجاج بن حسان
انہ قال سالت ابا مجلز کیف یضع قال یضع
باطن کف یمینہ علی ظاھر کف شمالہ ویجعلھما
تحت السرۃ واخرج ابو داؤد تعلیقا عن
ابی مجلز تحت السرۃ وقال الامام النووی
فی شرح صحیح مسلم وقال ابو حنیفۃ وسفیان
الثوری واسحق بن راھویہ وابو اسحاق
المروزی من اصحابنا یجعلھما تحت سرتہ
انتہی کلام النووی مختصرا فھؤلاء الائمۃ
قد اتفقوا علی سنیۃ الوضع تحت السرۃ و
مستندھم ما ھو من الاحادیث التی ذکرناھا
وھو الصواب

الباب الثالث

فی ادلۃ القائلین بسنیۃ الوضع علی الصدر و
اعلم ان القائلین بہ استدلوا علی ما ذھبوا
الیہ بالکتاب والسنۃ واقوال الصحابۃ ومن
بعدھم اما کتاب اللہ تعالی فاعلم ان اللہ تعالی

نیچے ناف کے اور وہی مطلوب ہے اور یعنے کہا حجاج نے
سوال کیا مین نے ابو مجلز کو کس طرح رکھے کہا کہ رکھے
باطن داہنے اپنے کا ظاہر ہتیلی بائین پر اور رکھے
دونون کو ناف کے نیچے اور روایت کیا ابو داؤد
نے معلق کر کے ابو مجلز رحمہ اللہ سے نیچے ناف کے
اور کہا امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم
مین اور کہا ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور سفیان ثوری اور
اسحاق بن راہویہ اور ابو اسحاق مروزی نے جو
ہمارے فقہا سے ہے کہ رکھے اُن کو نیچے ناف
کے ختم ہوا کلام امام نووی کا مختصر کر کے پس یہ ائمہ
سب متفق ہین اوپر سنیۃ رکھنے کے نیچے ناف کے
اور سند اُن کی وہ ہے جو گذر چکا ہے احادیث سے
جو کہ ہم نے ذکر کی اور وہی صواب ہے۔

باب تیسرا بیچ ادلہ اُن لوگون کے جو قائل ہین
ساتھ سنیت وضع کے سینہ پر جان تو کہ جو اُسکے
قائل ہین دلیل لاتے ہین اپنے مذہب سا کتاب سنت
اور اقوال صحابہ اور جو اُن کے بعد ہین اسے پر کتاب
اللہ تعالی سے پس جان کہ اللہ تعالے نے
فرمایا ہے سورۂ کوثر مین پس نماز
پڑھ واسطے رب کی اور

الجواب عن الجواب الاول

فسّره المفسرون بان المراد هو وضع اليدين
عند النحر فقد اخرج البيهقی فی سننه الكبرى
اخبرنا ابو زكريا بن ابی اسحق اخبرنا الحسن بن يعقوب
البخاری انبأنا يحيى بن ابی طالب اخبرنا
زيد بن الحباب حدثنا روح بن المسيب عن ابی الجوزاء
عن ابن عباس فی قوله تعالى عزوجل فصل
لربك وانحر قال وضع اليمين على الشمال فی
الصلوٰة عند النحر انتهى قلت كذلك نقله
البغوی فی معالم التنزيل وغيره فی غيره من
اهل التفسير والجواب عنه بالوجهين الاول
ان هذا الاثر ضعيف بل فيه رائحة الوضع لان
فی سنده يحيى بن ابی طالب قال فی الجوهر النقی
يحيى بن ابی طالب تكلموا فيه وفی تاريخ بغداد
للخطيب عن موسى بن هارون قال اشهد
على ابن ابی طالب انه يكذب وعن ابی احمد محمد
ابن اسحاق الحافظ انه قال ليس بالمتين وعن
عبيد الآجری انه قال خط ابوداؤد على حديث
ابی طالب انتهى وكان فی سنده روح بن المسيب
قال الذهبی قال ابن عدی احاديثه غير محفوظة
وقال ابن معين صويلح وقال ابن حبان يروی
الموضوعات عن الثقات لا يحل الرواية عنه

تفسیر کی اس کی مفسرون نے کہ مراد وہ رکھنا
دونون ہاتھون کا ہے نزدیک نحر کے پس روایت کیا
بیہقی نے سنن کبرے مین بیچ ابن عباس رض سے بیچ
بیچ قول اللہ عزوجل فصل لربك وانحر کے کہا کہ رکہنا داہنا
بائین پر نماز مین نزدیک نحر کے انتہی مین کہتا ہون
اور اسی طرح نقل کیا اس کو بغوی نے معالم التنزیل
مین اور غیر اس کے نے اس کے غیر مین اہل تفسیر
سے اور جواب اس کا ساتھ دو وجہ کے ہے اول یہ کہ یہ اثر
ضعیف ہے بلکہ اسمین بوئے موضوع کی ہے کیونکہ اُس کی
سند مین یحیے بن ابی طالب ہے کہا جوہر نقی مین کہ یحیے
بن ابی طالب کلام کیا انہون نے اُس مین اور تاریخ بغداد خطیب
مین موسے بن ہارون سے کہا کہ گواہی دیتا ہون مین
یحییٰ بن ابی طالب پر کہ وہ جھوٹھ بولتا ہے اور ابو محمد
محمد بن اسحاق حافظ سے ہے کہ وہ نہین ہے مضبوط
اور عبید آجری سے ہے کہ وہ کہتے خفیف کیا ابو داؤد
نے حدیث ابو طالب کو انتہی اور نیز اُس کی سند
مین روح بن المسیب ہے کہا ذہبی نے کہ کہا
ابن عدی نے کہ حدیثین اُس کی محفوظ نہین اور کہا ابن معین
نے کہ تھوڑا صالح ہے اور کہا ابن حبان رح نے
روایت کرتا ہے موضوع حدیثین ثقات سے
نہین حلال روایت کرنا اُس سے

الاعتراض علیه الجواب

انتهى كلام الذهبی فهذا الحديث ان لم يكن
موضوعًا فهی ضعيفة لا محالة فان قيل
ان هذا التفسير قد نقل عن علی والشعبی قلنا فقد قال
الامام عماد بن كثير فی تفسيره بعد نقل ذلك
وهذا لا يصح انتهى الوجه الثانی ان اصح
الاقوال المنقولة فی تفسير الاية هو نحر البدن
فی ايام النحر فقد قال البغوی فی معالم التنزيل
قال محمد بن كعب ان اناسا كانوا يصلون لغير
الله وينحرون لغير الله فامر الله نبيه صلى الله
عليه وسلم ان يصلی وينحر لله عزوجل وقال عكرمة
وعطاء وقتادة فصل لربك صلوٰة العيد يوم
النحر وانحر نسكك وقال سعيد بن جبير و
مجاهد فصل الصلوات المفروضة بجمع وانحر
البدن بمنى انتهى كلام البغوی وبالجملة فهذه
المسئلة لا تعلق لها بكتاب الله على الوجه
الصحيح بل هو اجنبی عنه ولها السنة فاعلم
ان الوضع على الصدر قد وردت فيه احاديث
متعددة الاول اخرج ابوداؤد على ما حكاه بعض
ابناء زماننا عن نسخة ابن الاعرابی عن ابی داؤد
عن طاؤس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

الجواب الثانی

ختم ہوا کلام ذہبی کا پس یہ حدیث اگر نہین موضوع
پس وہ ضعیف ہے ضرور پھر اگر کہا جاوے کہ یہ تفسیر نقل
کی گئی ہے علی رض اور شعبی رح سے ہم کہتے ہین پس کہا امام عماد
بن کثیر نے اپنی تفسیر مین بعد نقل کرنے اسکے کہ اور یہ
نہین صحیح ہے انتہی وجہ دوسری یہ کہ اصح اقوال منقولہ
کا بیچ تفسیر اس آیت کے وہ قربانی کرنا اونٹون کا ہے
ایام نحر مین پس کہا بغوی نے معالم التنزیل مین کہا محمد
بن کعب نے کہ لوگ تھے نماز پڑھتے واسطے غیر اللہ کے اور قربانی کرتے واسطے غیر اللہ کے
پس امر کیا اللہ نے اپنے نبی کو کہ نماز پڑھے اور قربانی
کرے واسطے اللہ عزوجل کے اور کہا عکرمہ اور عطا
اور قتادہ نے نماز پڑھ واسطے رب کے نماز عید روز عید
نحر کے اور ذبح کر قربانی اپنی اور کہا سعید بن جبیر نے
اور مجاہد نے پس نمازین مفروضہ پڑھ مزدلفہ مین اور
قربانی کر ختم ہوا کلام بغوی کا اور اسی پر سنت
پس جان تو کہ وضع علی الصدر مین وارد ہوئی ہین
اُس مین چند احادیث حدیث اول روایت کیا
ابوداؤد نے بنا کر کے اس پر جو حکایت کیا بعض ابنائے
زمان نے نسخہ ابن الاعرابی سے اُس نے
ابوداؤد سے حدیث طاؤس سے کہا کہ تھے رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدیث اول طاؤس

له المراد بالوضع ... حتی ... کما فی کتاب القول المحمود ... وضع الیمنی علی الیسری

جواب حدیث طاؤس بحث حدیث هلب الطائی

يضع يده اليمنى على يده اليسرى ثم يشدهما
على صدره وهو في الصلوٰة والجواب عنه ان
الحديث مرسل فلا حجة فيه للمستدل لانه من
اقسام الضعيف عنده مع انه معلق بغير اسناد
فلا يعبأ به الحديث الثانى اخرج الامام احمد في
مسنده حدثنا يحيى بن سعيد عن سفيان قال
ثنى سماك بن حرب عن قبيصة بن هلب عن ابيه
قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينصرف
عن يمينه وعن يساره ويضع يده على صدره
وصف يحيى اليمنى على اليسرى فوق المفصل انتهى
والجواب عنه ان الحديث مداره على سماك بن حرب
وقد جرحه كثير من الائمة فقد نقل الذهبى في
ميزانه عن سفيان انه ضعيف وقال جرير الضبى
اتيت سماكا فرايته يبول قائما فرجعت ولم اسأله
فقلت خرف وقال احمد بن ابى مريم عن ابن معين
كان شعبة يضعفه وقال الامام احمد سماك مضطرب
الحديث وقال صالح بن جزرة يضعف وقال
النسائى اذا انفرد باصل لم يكن حجة لانه كان
يلقن فيتلقن روى حجاج عن شعبة قال كانوا

رکہتے تھے ہاتھ اپنا دایاں اپنے ہاتھ بائیں پر پہر باندھتے
ان کو اپنے سینے پر اور وہ نماز میں ہوتے تھے اور جواب یہ ہے کہ
یہ حدیث مرسل ہے پس نہیں حجت اُس میں واسطے مستدل کے
کیونکہ مرسل قسام ضعیف سے ہے اُس کے نزدیک باوجودیکہ وہ معلق
ہے بغیر اسناد کے پس اس وقت نہیں اعتبار ساتھ اُس کے حدیث
دوسری روایت کیا امام احمدؒ نے اپنی مسند میں یعنے کہا یحیےٰ نے
دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھرتے دہنے
اپنے اور بائیں اپنے اور رکھتے ہاتھ اپنا اپنے سینہ پر بیان
کیا یحیی نے دہنے کو بائیں اوپر جوڑ کے انتہی اور جواب اُس کا
یہ ہے کہ یہ حدیث مدار اس کا سماک بن حرب پر ہے اور مجروح
کیا اُس کو بہت ائمہ نے پس نقل کیا ذہبی نے اپنی میزان میں
سفیانؒ سے کہ وہ ضعیف ہے اور کہا جریر ضبی نے کہ آیا میں سماک کے
پاس پس دیکھا میں نے اُس کو بول کرتا ہے کہڑا ہو کر پس واپس ہوا میں
اور نہ سوال کیا اُس سے پس کہا میں نے کہ کم عقل ہوگیا ہے اور کہا
احمد بن ابی مریم نے ابن معین سے کہ تہا شعبہ ضعیف کہتا اُس کو
اور کہا امام احمد نے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے اور کہا صالح بن
جزرہ نے کہ ضعیف کہا جاتا ہے اور کہا نسائی نے جب منفرد ہو وہ
ساتھ اصل کے تو نہیں حجت ہے کیونکہ تہا تلقین کیا جاتا پس تلقین لے
لیتا تھا روایت کیا حجاج نے شعبہ سے کہا کہ تہے لوگ کہا کرتے

له قلت وقد نقل الزيلعى فى تخريج احاديث الهداية عن ابن الجوزى وغيره تحت حديث شهادة
الرجل برؤية هلال رمضان ان سماكا اذا انفرد بشئ لم يكن حجة لانه كان يلقن فيتلقن انتهى ١٢ منه عفى عنه

يقولون سماك وعكرمة عن ابن عباس فيقول
نعم فاما انا فلم اكن القنه وقد روى قتادة عن
ابى الاسود الدؤلى قال ان سرك ان يكذب
صاحبك فلقنه وقال عبد الله بن احمد بن حنبل
قرات بخط ابى عن رجل لم يسمه قال كان سماك
ابن حرب فصيحا يزين الحديث بمنطقه وفصاحته
قال ابن عمار كان يغلط ويختلفون فى حديثه
وقال العجلى جائز الحديث كان الثورى يضعفه
قليلا وقال يعقوب بن شيبة هو فى غير عكرمة
صالح وليس من المثبتين انتهى كلام الذهبى
ملخصا مختصرا وقال على القارى ضعفه ابن المبارك
وشعبة وغيرهما انتهى وقال النسائى فى سننه فى
باب كراه خبار النبى اغتر بها من اباح المسكر
وسماك ليس بالقوى وربما يقبل التلقين انتهى فاذا
كان حال سماك كذلك فكيف يكون حديثه صحيحا
كيف وقد روى عنه سفيان الثورى هذا الحديث
مع ان سفيان يضعفه فحديثه هذا غير مقبول عند
الثورى قطعا فاحفظه لعلك لا تجده عند غيرنا
مع ان سفيان الثورى منفرد بزيادة لفظة على
صدره فقط وروى الحديث ابو الاحوص عند الترمذى
وشريك القاضى عند احمد كلاهما عن سماك بن حرب

سماک روایت کرتا ہے اور عکرمہ ابن عباس سے پس کہدیتا کہ ہاں پر
میں نہیں تھا تلقین دیتا اُس کو اور روایت کیا قتادہ نے ابو الاسود
دؤلی سے کہا اگر خوش لگے تجہ کو یہ کہ جھوٹھ بولے صاحب تیرا پس تلقینے
سماک پس تلقین کر اُس کو اور کہا عبد اللہ بن احمد نے کہ پڑہا
میں خط اپنے باپ کا روایت کی ایک شخص سے جس کا نام نہیں لیا
کہا کہ تھا سماک بن حرب فصیح زبان زینت دیتا حدیث کو ساتھ
گویائی اپنی کے اور فصاحت اپنی کی کہا ابن عمار نے تھا غلط کرتا
اور مختلف ہیں لوگ اُس کی حدیث میں اور کہا عجلی نے جائز حدیث
والا ہے تہے سفیان ثوری ضعیف کرتے اُس کو تھوڑا سا اور کہا یعقوب بن
شیبہ نے کہ وہ عکرمہ کے غیر میں صالح الحدیث ہے اور نہیں مثبتین میں سے ہے
ختم ہوا کلام ذہبی کا خلاصہ کرکے مختصر کرکے اور کہا ملا علی قاری نے
ضعیف کیا اُس کو ابن مبارک اور شعبہ وغیرہما نے انتہی اور کہا نسائی
نے اپنی سنن میں بیچ باب ذکر کرنے اُن اخبار کے جن سے علت پکڑتا
ہے وہ شخص جو مباح کرتا ہے مسکر اور سماک نہیں قوی اور بسا اوقات
تلقین کیا جاتا تہا انتہی پس جبکہ حال سماک کا یہ ہے پس کس طرح ہوگی
حدیث اُس کی صحیح کس طرح صحیح ہو سکو اور حال یہ کہ روایت کی سفیان
ثوریؒ نے اُس سے یہ حدیث باوجود اس کے سفیان خود ضعیف کرتا ہے
اُس کو پس حدیث اُس کی غیر مقبول ہے نزدیک ثوری کے قطعا پس یاد رکھ
اُس کو شاید تو اُس کو ہمارے غیر کے پاس نہ پاوے گا باوجودیکہ سفیان ثوری منفرد ہے
ساتھ زیادتی لفظ علی صدرہ کے پس روایت کیا اس حدیث کو ابو الاحوص نے
نزدیک ترمذی کی اور شریک قاضی نے نزدیک امام احمد کے ان دونوں نے سماک بن حرب سے

ولم يذكرا هذه الزيادة فان قيل ان سماكاً قد وثقه كثير من الائمة كما نقله الذهبي وغيره

والقول الفيصل فيه ان حديثه عن عكرمة خاصة مضطرب دون غيره كما قال الحافظ ابن حجر في تقريبه انه صدوق وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وقد تغير باخره فكان ربما يلقن من الرابعة انتهى ملخصا وكما نقل الذهبي قال ابن المديني روايته عن عكرمة مضطربة فسفيان وشعبة يجعلونها عن عكرمة وابو الاحوص واسرائيل يجعلونها عن عكرمة عن ابن عباس انتهى فبذلك القدر لا يكون الرجل ضعيفا مطلقاً

قلنا نعم ولكن مدار الجرح هو اختلاط حفظه في اخر عمره ومدار التعديل عدم اضطرابه في غير عكرمة اهو عن ابن عباس او عن عكرمة نفسه فافترقا فالذي نحن بصدده من الجرح هو من القسم الاول دون الثاني فهذا الحديث ليس باعلى من حديث عبد الرحمن بن اسحاق الذي مر في الباب الثاني اعني حديث علي وابي هريرة رض نعم تفرد سفيان الثوري بزيادة المذكورة غير مضر

اور نہیں ذکر کیا اُن دونوں نے اس زیادتی کو پس اگر کہا جاوے کہ سماک کو ثقہ کہا ہے بہت ائمہ نے جیسا نقل کیا اُس کو ذہبی وغیرہ نے

اور قول فیصل اُس میں یہ ہے کہ اُس کی حدیث جو عکرمہ کی ہے خاص کر وہ مضطرب ہے نہ غیر اُس کی جیسا کہ کہا حافظ ابن حجر نے تقریب اپنی میں کہ وہ صدوق ہے اور روایت اُس کی عکرمہ سے خاص کر مضطرب ہے اور متغیر ہو گیا تھا آخیر میں پس ہوتا تلقین دیا جاتا طبقہ رابعہ سے ہے انتہیٰ ملخصا اور نیز جیسا کہ نقل کیا ذہبی نے کہا ابن مدینی نے روایت اُس کی عکرمہ سے مضطرب ہے پس سفیان اور شعبہ ذکر کرتے اس کو عکرمہ سے اور ابوالاحوص اور اسرائیل کرتے ہیں اس کو عکرمہ سے اُس نے ابن عباس سے انتہیٰ پس اس قدر کے ساتھ نہیں ہو جاتا شخص ضعیف مطلقاً ہم کہتے ہیں کہ ہاں مگر مدار جرح کا وہ اختلاط حفظ اُسکی کا ہے اخیر عمر میں اور مدار تعدیل کا عدم اضطراب اُس کا عکرمہ کی غیر میں کہ وہ حدیث ابن عباس سے ہے یا کہ خود عکرمہ سے پس دونو جدا ہو گئیں پس وہ جو جس کو در پیش ہم ہیں وہ جرح قسم اول سے ہے نہ قسم دوسرے سے پس یہ حدیث نہیں ہے اعلیٰ حدیث عبد الرحمن بن اسحاق کی سے جو گذر چکی ہے دوسرے باب میں یعنی مراد ہے حدیث حضرت علی رض اور ابو ہریرہ رض کی ہاں تفرد سفیان ثوری کا ساتھ زیادتی مذکور کے کچھ مضر نہیں

ملہ قلت تفرد سفيان من اصحاب سماك بن حرب متعين فقد روى الحديث ابو الاحوص عن سماك وليس عنده هذه اللفظة وروى وكيع بن الجراح وعبد الرحمن بن مهدي عن سفيان وليس فيه هذه اللفظة فتفرد سفيان متعين كما مر ....

لانه ثقة حافظ متقن فزيادته مقبولة كما ذكرنا في الباب الثاني تحت حديث وائل بن حجر بعينه وبالجملة هذا الحديث بدرجة حديث علي وابي هريرة سواء بسواء قوة وضعفا الا ان يقال ان حديث علي وابي هريرة لهما مزية على هذا الحديث من حيث عدم التفرد فيهما واما ما وقع الجرح في حديث علي بجهالة زياد بن زيد السوائي وفي حديث هلب بجهالة قبيصة بن هلب كما نقل الذهبي وغيره عن علي بن المديني فكلاهما مدفوعان بان يقال ان جهالة زياد بن زيد مرتفعة بمتابعة حفص بن غياث له بزيادة لفظة تحت السرة وهو امام مجمع على توثيقه وهو من رجال الكتب الستة وجهالة قبيصة بن هلب مرتفعة بتعديل العجلي وابن حبان وغيرهما له فاحفظه فانه نافع جدا

الحديث الثالث حديث وائل بن حجر رض وللحديث طرق في كتب الائمة الطريق الاول ما اخرجه البيهقي في السنن الكبرى اخبرنا ابو سعد احمد بن محمد الصوفي قال اخبرنا ابو احمد بن عدي الحافظ ثنا ابن صاعد ثنا ابراهيم بن سعيد ثنا محمد بن حجر الحضرمي ثني سعيد بن عبد الجبار بن وائل عن ابيه

کیونکہ وہ ثقہ حافظ مضبوط ہے پس اُس کی زیادتی مقبول ہے جیسا کہ ذکر کیا ہم نے باب ثانی میں بیچ حدیث وائل بن حجر کے بعینہ اور مجمل یہ ہے کہ یہ حدیث بیچ درجہ حدیث علی اور ابو ہریرہ رض کی ہے برابر برابر قوت اور ضعف میں مگر یہ کہا جاوے حدیث حضرت علی اور ابو ہریرہ رض کو فضیلت ہے اس حدیث پر عدم تفرد کی حیثیت سے اُن دونوں میں اور وہ واقع ہوئی جرح حدیث علی رض میں بسبب جہالت زیاد بن زید سوائی کے اور بیچ حدیث ہلب کے بسبب جہالت قبیصہ بن ہلب کے جیسا کہ نقل کیا ذہبی وغیرہ نے علی بن مدینی اور نسائی سے پس دونوں مدفوع ہیں بایں طور کہ کہا جاوے جہالت زیاد بن زید کی مرتفع ہے ساتھ متابعت حفص بن غیاث کے اُس کو ساتھ زیادتی لفظ تحت السرہ کے اور وہ امام ہے اجماع ہے اُس کی توثیق پر اور وہ سب صحاح ستہ کے رجال سے ہے اور جہالت قبیصہ کی مرتفع ہے ساتھ عادل کہنے عجلی اور ابن حبان وغیرہما کے اُس کو پس یاد کر اس کو کیونکہ نفع دینے والا ہے نہایت

حدیث تیسری حدیث وائل بن حجر رض کی اور واسطے حدیث اُنکی کے چند طریق ائمہ حدیث کی کتب میں ہیں طریق اول وہ جو روایت کیا اُسکو بیہقی نے سنن کبریٰ میں خبر دی ہمکو ابو سعد احمد بن محمد صوفی نے کہا خبر دی ہمکو ابو احمد بن عدی حافظ نے کہا ہمکو خبر دی ابن صاعد نے کہا ہم سے بیان کیا ابراہیم بن سعید نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن حجر حضرمی نے کہا ہم سے بیان کیا سعید بن عبد الجبار بن وائل نے اپنے باپ سے

الطريق الاول لحديث وائل رض

ملہ ابن عدی نے ابی ہریرۃ رض نے وضع الیدین تحت السرۃ کا روایت کیا ہے ... ملہ اور ایک حدیث قبیصۃ بن ہلب عن ابیہ فی وضع الیدین

یعنے کہا وائل نے حاضر ہوا مین رسول اللہ کے پاس پس کہڑی ہوئی آپ طرف مسجد پس داخل ہوے محراب مین تکبیر کیا ساتھ تکبیر کے پہر کہا

عن امه عن وائل بن حجر قال حضرت رسول الله صلى الله عليه وسلم نهض الى المسجد فدخل المحراب ثم رفع يديه بالتكبير ثم وضع يمينه على اليسرى على صدره انتهى والجواب عنه ان الحديث ضعيف جدا لان فى سناده سعيد بن عبد الجبار ضعيف قال الحافظ ابن حجر فى تقريبه سعيد بن عبد الجبار بن وائل الحضرمى الكوفى ضعيف من السابعة مات سنة ثمان وخمسين انتهى وقال شيخ الاسلام الذهبى فى ميزان الاعتدال سعيد ابن عبد الجبار بن وائل عن ابيه عن جده من اولاد وائل بن حجر له نحو خمسة احاديث قال النسائى ليس بالقوى قلت روى عنه ابن اخيه محمد بن حجر و عبد الله بن عمر بن ابان انتهى كلام الذهبى ولان فى سنده محمد بن حجر الحضرمى قال الذهبى له مناكير قيل كنيته ابو الحنافس قال البخارى فيه بعض النظر انتهى مختصرا فالحديث خارج عن حيز الاحتجاج

الطريق الثانى لحديث وائل قال البيهقى فى السنن الكبرى اخبرنا ابو بكر بن الحارث حدثنا ابو محمد بن حيان ثنا محمد بن العباس حدثنا محمد بن المثنى حدثنا مؤمل بن اسمعيل عن الثورى عن عاصم بن كليب عن وائل انه رأى النبى صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله ثم وضعهما على صدره انتهى

انتہی اور جواب اُس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہی نہایت کیونکہ اُس کی اسناد مین سعید بن عبد الجبار ضعیف ہے کہا حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب مین کہ سعید بن عبد الجبار بن وائل حضرمی کوفی ضعیف ہے طبقہ ساتوین مین سے فوت ہوا سنہ اٹھاون مین انتہی اور کہا شیخ الاسلام ذہبی نے میزان الاعتدال مین سعید بن عبد الجبار بن وائل روایت کرتا ہے اپنے باپ سے وہ اُس کے جد سے اولاد وائل بن حجر سے واسطے اُسکے قریب پانچ حدیثون کے ہین کہا نسائی نے نہین قوی ہے مین کہتا ہون روایت کی اُس سے اُس کے بہائی کے بیٹے محمد بن حجر اور عبد اللہ بن عمر بن ابان نے ختم ہوا کلام ذہبی کا اور نیز اُس کی سند مین محمد بن حجر حضرمی ہے کہا ذہبی نے اُس کی حدیثین منکر ہین بعض نے کہا کہ کنیت اُس کی ابو الحنافس ہے اور بخاری نے کہا اُس مین نظر ہے انتہی مختصرا پس یہ حدیث خارج ہے دائرہ احتجاج سے

طریق دوسرا حدیث وائل بن حجر کا کہا بیہقی نے سنن کبری مین اور روایت کیا اُس کو مؤمل بن اسمعیل نے سفیان ثوری سے اُس نے عاصم بن کلیب سے اُس نے وائل سے کہ اُس نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکہا آپنے دہنا اپنا بائین پر پہر رکہا اُن کو اپنے سینہ پر انتہی

اور کہا ابن قیم نے اعلام الموقعین مین روایت کیا جماعت نے سفیان ثوری سے عاصم بن کلیب سے اُس نے وائل بن حجر سے کہا نماز پڑہی مین ساتھ

وقال الحافظ ابن القيم فى اعلام الموقعين عن رب العلمين روى الجماعة عن سفيان الثورى عن عاصم ابن كليب عن وائل بن حجر قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضع يده اليمنى على يده اليسرى قال لم يقل على صدره غير مؤمل بن اسمعيل انتهى فالحاصل ان مؤمل بن اسمعيل مرة يقول عن عاصم عن ابيه عن وائل ومرة يقول عن عاصم عن وائل ولا يذكر كليبا وهذا الحديث بعينه قد رواه ابن خزيمة فى صحيحه كما يظهر من كلام المحدثين مع انهم حكموا بصحته ولذكر كلام بعضهم ههنا على سبيل الاستشهاد والتائيد قال ابن القيم فى اعلام الموقعين عن رب العلمين المثال الرابع والستون ترك السنة الصحيحة الصريحة التى رواها الجماعة عن سفيان الثورى عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر الخ كما نقلنا اولا وشيدا ركانه الشوكانى فى شرح المنتقى وقال فى اثناء كلامه بعد ان صحح حديث ابن خزيمة فى الوضع على الصدر والحديث مصرح بانه الوضع على الصدر وكذلك حديث طاوس المتقدم ولا شئ فى الباب اصح من حديث وائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس رکہا ہاتھ اپنا دہنا اپنے بائین پر اپنے سینہ پر نہین کہا لفظ علی صدرہ کا بجز مؤمل بن اسمعیل کے انتہے پس حاصل یہ ہے کہ مؤمل بن اسمعیل کبہی تو کہتا ہے عن عاصم عن ابیہ عن وائل اور کبہی کہتا ہے عن عاصم عن وائل اور نہین ذکر کرتا کلیب کو اور یہی حدیث روایت کی ہے امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے کلام محدثین سے باوجودیکہ اُنہون نے حکم کیا ہے ساتھ صحت اُسکی کے اور ہم ذکر کرتے ہین کلام بعض کا اس جگہ ساتھ استشہاد کے اور تائید کے طور پر کہا ابن قیم نے کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین مین کہ مثال چوسٹہ ترک کر دیا سنت صریحہ کو جو کہ روایت کیا اُس کو جماعت نے سفیان سے اُس نے عاصم سے اُس نے اپنے باپ سے اُس نے وائل بن حجر سے آخر حدیث تلک جیسا کہ نقل کیا ہم نے اول اور مضبوط کیا ارکان اس کے کو شوکانی شرح منتقی مین اور کہا درمیان کلام اپنی کے بعد اس کے کہ صحیح کہا حدیث ابن خزیمہ کو درباب وضع علی الصدر کے اور حدیث تصریح کرنے والی ہے بایں طور کہ وضع علی الصدر ہے اور اسی طرح حدیث طاوس کی جو مقدم گذری اور کوئی شے اس باب مین اصح نہین ہے حدیث وائل سے

[illegible]

ابن حجر المذکور وهو المناسب لما اسلفنا عن تفسير
علیؓ وابن عباس لقوله تعالی فصل لربك وانحر
لان النحر وضع اليمين علی اليسار فی محل النحر وهو
الصدر انتهی وقال صاحب الفعل المنصور اخرج الحافظ
فی بلوغ المرام عن وائل بن حجر قال صليت مع النبی
صلی الله عليه وسلم الحديث رواه ابن خزيمة ای فی صحيحه
انتهی وقال الفاضل عبد الحق عظيم آبادی فی کتاب
غنية الالمعی روی ابن خزيمة فی صحيحه عن وائل
ابن حجر الحديث كذا فی بلوغ المرام وايضا اورده النووی
فی الخلاصة والشيخ تقی الدين ابن دقيق العيد فی
الامام وقال الشوکانی وصححه ابن خزيمة وقال
الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وقد روی ابن خزيمة
من حديث وائل انه وضعهما علی صدره والبزار
عند صدره وعند احمد فی حديث هلب الطائی نحوه
انتهی كلام الفاضل قلت وقد حكم بصحته النووی فی
شرح صحيح مسلم وابن حجر فی تخريج احاديث الهداية
وغيرهم فی غيرها فثبت من كلام هؤلاء الائمة ان
سند حديث ابن خزيمة هو ما ذكره ابن القيم وغيره
وان المحدثين المذكورين حكموا بصحته وهو المطلوب ايضا
والجواب عنه ان ائمة الحديث المذكورين او غيرهم

جو مذکور ہوئی ہے اور وہی مناسب ہے اُس کو جو ہم نے
اول بیان کیا تفسیر علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے واسطے
قول اللہ تعالی کے فصل لربک وانحر کے کیونکہ نحر کے معنی رکھنا
دہنا ہاتھ بایان پر محل نحر مین اور محل وہ سینہ ہے انتہی
اور کہا صاحب قول منصور نے کہ روایت کیا حافظ ابن حجر نے
بلوغ المرام مین وائل بن حجر سے کہا نماز پڑھی مین نے ساتھ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حدیث تک روایت کیا اسکو ابن
خزیمہ نے اپنی صحیح مین انتہی اور کہا فاضل عبد الحق عظیم آبادی
نے اپنی کتاب غنیۃ الالمعی مین اور روایت کیا ابن خزیمہ
نے اپنی صحیح مین وائل بن حجر سے آخر حدیث تک
جیسا کہ بلوغ المرام مین ہے اور نیز لایا اُس کو امام نووی خلاصہ
مین اور شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے اپنی کتاب
امام مین اور کہا شوکانی نے اور صحیح کیا ابن خزیمہ نے اُس کو
اور کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین اور روایت کیا
ابن خزیمہ نے حدیث وائل کو کہ آپ نے رکھا اُن کو سینہ پر
اور روایت کیا بزار نے نزدیک سینہ کے اور نزدیک احمد کے ہے حدیث
ہلب طائی سے مثل اس کے ختم ہوا کلام فاضل کا مین کہتا ہون اور
حکم کیا ساتھ صحت اسکی کے نووی نے شرح صحیح مسلم مین اور ابن حجر
نے تخریج احادیث ہدایہ مین اور غیر اُن کے نے اُن کے غیر مین پس ثابت ہوا
کلام اُن ائمہ سے کہ سند حدیث ابن خزیمہ کی وہ ہے جو ذکر کیا
اسکو ابن قیم وغیرہ نے اور محدثین مذکورین نے حکم کیا ساتھ صحت

وغيره والله اعلم ولكن ليس بصحيح وذلك من وجوه
الاول ان مداره علی مؤمل بن اسمٰعيل وهو متكلم فيه
من قبل حفظه وقد حكم بعض الائمة بكونه منكر الحديث
ونحو ذلك من الجرح فقد قال الحافظ ابن حجر فی
تقريبه مؤمل بن اسمٰعيل البصری ابو عبد الرحمن
نزيل مكة صدوق سيئ الحفظ من صغار التاسعة
مات سنة ست ومائتين انتهی كلامه وقال شيخ
الاسلام الذهبی فی ميزانه حافظ عالم وثقه ابن معين
قال ابو حاتم صدوق شديد فی السنة كثير الخطأ
وقال البخاری منكر الحديث وقال ابو زرعة فی حديثه
خطأ كثير وذكره ابو داود فعظمه ورفع شأنه مات
بمكة سنة ست ومائتين انتهی كلام الذهبی مختصرا
ملخصا الوجه الثانی ان مؤمل بن اسمٰعيل مع كونه
سيئ الحفظ كثير الخطأ قد زاد لفظة علی صدره
فهی زيادة شاذة بل منكرة فقد اخرج هذا الحديث
الامام احمد فی مسنده من طريق عبد الله بن الوليد
من اصحاب سفيان ولم يذكر هذه اللفظة الشاذة
فهی منكرة او شاذة لا محالة فاحفظه الوجه الثالث
ان سفيان الثوری منفرد بزيادة هذه اللفظة من
اصحاب عاصم بن كليب فقد اخرج النسائی من طريق

وغیرہ نے واللہ اعلم مگر وہ حدیث صحیح نہیں ہے صحیح طور پر
اور وہ چند وجوہ سے ہی اول یہ کہ مدار اُسکا مؤمل بن اسمٰعیل پر ہے اور وہ
متکلم فیہ ہے حفظ کے سبب سے اور حکم کیا بعض ائمہ حدیث نے کہ وہ منکر الحدیث
ہے اور مانند اُس کی وجرح سے پس کہا حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب مین مؤمل
بن اسمٰعیل بصری ابو عبد الرحمن نزیل مکہ صدوق بُری حفظ والا ہے صغار
تاسعہ سے فوت ہوا سنہ دو سو چھ مین ختم ہو کلام اُسکا اور کہا شیخ الاسلام
ذہبی نے اپنی میزان مین ثقہ کہا اُس کو ابن معین نے اور کہا ابو حاتم نے صدوق
ہے سخت عمل بالسنۃ مین بہت خطا والا اور کہا بخاری نے منکر الحدیث ہے
اور کہا ابو زرعہ نے اُس کی حدیث مین بہت خطا ہے اور ذکر کیا ابو داود نے
پس بڑا جانا اُس کو اور بلند کیا شان اُس کا فوت ہوا سنہ دو سو چھ
مین ختم ہوا کلام ذہبی کا مختصر خلاصہ کر کے وجہ دوسری یہ ہے کہ مؤمل
بن اسمٰعیل با وجود ہونے اُس کے بُرے حفظ والا بہت خطا والا ہے
زیادہ کیا اُس نے لفظ علی صدرہ کا پس وہ زیادتی شاذ ہے بلکہ
منکر کیونکہ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند مین
طریق عبد اللہ بن ولید سے سفیان ثوری کے شاگردون مین
سے اور نہین ذکر کیا اس لفظ کو جو شاذ ہے پس وہ منکر ہے
یا کہ شاذ ضرور پس یاد رکھ اُس کو وجہ تیسری یہ ہے کہ سفیان
ثوری منفرد ہے ساتھ زیادہ کرنے اس لفظ کے عاصم بن کلیب
کے شاگردون مین سے پس روایت کیا نسائی نے طریق زائدہ سے

وابن ماجة من طريق عبد الله بن ادريس وبشر بن المفضل والامام احمد من طريق عبد الواحد و زهير بن معاوية و شعبة كلهم عن عاصم بن كليب لم يذكروا هذه اللفظة الشاذة فهذه اللفظة الشاذة لا يصح بوجه من الوجوه نعم انفراد سفيان الثوري غير مضر فانه ثقة حافظ كما قدمنا في حديث قبيصة بن هلب اما انفراد مؤمل بن اسمٰعيل فمخل في صحة هذه اللفظة فانه وان وثقه بعض الائمة ولكن لم يسلموا صحة حفظه وقد قال الامام ابن الهمام في فتح القدير قد ضعف مؤمل بانه دفن كتبه وكان يحدث من حفظه فكثر خطاؤه انتهى كلامه اذا ثبت هذا وقد قدمنا من كلام ابن حجر في شرح النخبة انما تقبل الزيادة من الحافظ انتهى فهذه اللفظة ليست بمحفوظة البتة فلا وجه لقول من قال ان حديث ابن خزيمة الذي مر ذكره فيه بزيادة الوضع على الصدر انه صحيح وقد رايت ما فيه من القدح كيف وقد قال ابن القيم نفسه في اعلام الموقعين لم يقل على صدره غير مؤمل بن اسمٰعيل انتهى فلا ادري باي وجه يحكم المحدثون المذكورون بصحته كيف وقد رواه مؤمل

اور ابن ماجہ نے طریق عبد اللہ بن ادریس اور بشر بن مفضل کی اور امام احمد نے طریق عبد الواحد اور زہیر بن معاویہ و شعبہ سے سب نے روایت کیا عاصم بن کلیب سے اور نہیں ذکر کیا ان سب نے یہ لفظ شاذ پس لفظ شاذ نہیں صحیح ہے ساتھ کسی وجہ کے وجوہ سے ہاں انفراد البتہ سفیان ثوری کا مضر نہیں ہے کیونکہ وہ ثقہ ہے حافظ جیسا کہ اول بیان کیا ہم نے قبیصہ بن ہلب کی حدیث میں اور اے پر منفرد ہونا مؤمل بن اسمٰعیل کا پس وہ خلل انداز ہے اس لفظ کی صحت میں کیونکہ وہ اگر ثقہ کہا اس کو بعض ائمہ نے مگر نہیں تسلیم کی انہوں نے صحت حفظ اسکی اور کہا امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں تحقیق ضعیف کیا گیا مؤمل باین طور کہ وہ دفن کی گئیں کتابیں اس کی اور تھا حدیث کرتا اپنے حفظ سے پس بہت ہوئی خطا اس کی ختم ہوا کلام اس کا جبکہ ثابت ہوا یہ امر اور اول بیان کر چکے ہیں ہم کلام ابن حجر کا شرح نخبہ کر کہ قبول کی جاتی ہے زیادتی حافظ کی انتہی پس یہ لفظ نہیں محفوظ ضرور پس نہیں کوئی وجہ واسطے قول اس شخص کے جو کہتا ہے کہ حدیث ابن خزیمہ کی جو گذر چکی ہے ذکر اسکا ساتھ زیادتی وضع کے صدر پر کہ وہ صحیح ہے اور خود دیکھا تو نے جو اس میں ہے جرح سو کس طرح صحیح ہو سکے اور کہا ابن قیم نے خود کتاب اعلام الموقعین میں کہ نہیں کہا لفظ علی صدرہ کا مؤمل بن اسمٰعیل کے غیر نے انتہی پس نہیں جانتا میں کہ ساتھ کس وجہ کے حکم کرتے ہیں

ومرة لا يذكره بل يقول عن عاصم بن كليب عن وائل ابن حجر فهي علة اخرى قادحة بصحة الحديث وحسنه والله اعلم بالصواب بالجملة فلا يثبت حديث وضع اليدين على الصدر بهذه الاسانيد الشاذة والمنكرة واما غيرها من الاحاديث التي ما دريناها حالها فالله اعلم ما حالها فاذا يرفع الستر عن راسه يعلم حالها في تلك الحالة فعلى من يدعي سنية الوضع على الصدر ان يذكرها مفصلا حتى ينظر فيها مفتشا تنبيه وقد ذهب بعض الصحابة ومن بعدهم الى وضع اليمين على الشمال فوق السرة فقد اخرج ابو داود في سننه على ما رواه عنه ابن الاعرابي في نسخته حدثنا قدامة بن اعين عن ابي بدر عن ابي طالوت عبد السلام عن ابن جرير الضبي عن ابيه قال رايت عليا يمسك شماله بيمينه على الرسغ فوق السرة انتهى والجواب عنه ان ابا بدر في الاسناد وان كان من كبار الائمة الا ان له اوهاما كما نص عليه الحافظ ابن حجر في تقريبه قلت وسماعه

اور کبھی نہیں ذکر کرتا اس کو بلکہ کہتا ہے عاصم بن کلیب سے اس نے وائل بن حجر سے پس وہ علت دوسری ہے قدح کرنیوالی صحت حدیث اور حسن ہونے اسکے کو و اللہ اعلم بالصواب و مجمل یہ ہے پس نہیں ثابت حدیث وضع علی الصدر کی ساتھ ان اسناد کے جو کہ شاذ اور منکر ہیں اسے بجز غیر ان کا باقی احادیث کا جن کا حال ہم نہیں جانتے پس اللہ زیادہ عالم ہے کہ کیا حال ہے ان کا پس جب دور کیا جاویگا پردہ انکے سر سے تو معلوم ہو گا حال ان کا اس حالت میں پس اوپر اس شخص کے جو مدعی ہے سنیۃ وضع علی الصدر کا لازم ہے یہ کہ ذکر کرے ان کا مفصل تو کہ نظر کی جاوے ان میں تفتیش کرکے یہ تنبیہ ہے اور گئے ہیں بعض صحابہ رضی اور جو ان کے بعد ہیں طرف وضع دہنی کی بائیں پر اوپر ناف کے پس روایت کیا ابوداود نے اپنی سنن میں بنا کر کے اسپر جو روایت کیا اس کو ابن الاعرابی نے اپنے نسخہ میں یعنے کہا جریر نے دیکھا میں نے علی رض کو رکھتے بند کرکے بایاں اپنا ساتھ دہنے کے بند دست پر ناف کے اوپر انتہی اور جواب اس کا یہ ہے کہ ابو بدر جو اسناد میں ہے اگرچہ ثقہ ہے کبار ائمہ سے مگر اس کو وہم پڑا کرتے ہیں جیسا کہ نص کی اسپر حافظ ابن حجر نے

ا حاصل یہ کہ مستدل کا استدلال تین احادیث پر ہے ایک اثر عکرمہ کا تفسیر ابن جریر وابن المنذر میں دوسرا حدیث قبیصہ بن ہلب پر اور تیسرا حدیث وائل بن حجر ... اور وہ تینوں غیر صحیح ہیں تفسیر عکرمہ درجہ متروک اور موضوع میں ہے اور حدیث قبیصہ کا مدار سماک بن حرب پر اور وہ صاحب تلقین اور ... اور حدیث وائل کی دو طریق پر ہے ایک میں سعید بن عبد الجبار ہے اور وہ اتفاقی ضعیف ہے کما مر اور دوسرے میں مؤمل بن اسمٰعیل ہے ... احادیث میں مستقل طور پر اور بریں ہے کوئی لائق حجت نہیں اور باقی کلام ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آویگی ...

عن ابی طالوت فی حیز الخفاء فان ابا بدر من التاسعة و
ابا طالوت من الرابعة فاین هذا من ذاك واخرج البیهقی
اخبرنا ابو زکریا بن ابی اسحاق اخبرنا الحسن بن یعقوب
ثنا یحیی بن ابی طالب اخبرنا زید حدثنا سفیان عن ابن جریج
عن الزبیر قال امرنی عطاء ان اسال سعید بن جبیر این
تکون الیدان فی الصلوة فوق السرة او اسفل من السرة فسالته
فقال سعید فوق السرة انتهی وقال ابو داؤد فی بعض نسخه
وعن سعید بن جبیر فوق السرة انتهی کلام ابی داؤد
والجواب عنه ان هذا الاثر ضعیف جدا بل فیه رائحة الوضع
فان مداره علی یحیی بن ابی طالب وهو متروك بل متهم بالکذب
وقد مر حاله فی تفسیر الآیة مفصلا قلت وفی اسناده
زید بن الحباب فهو وان کان اماما ثقة لا یسال عن مثله
الا انه فی حدیث الثوری غیر مقبول فقد نقل شیخ الاسلام
الذهبی فی میزانه قال ابن معین احادیثه عن الثوری مقلوبة
وقال احمد صدوق کثیر الخطاء وطول ابن عدی ترجمة
ثم قال زید من اثبات الکوفیین لا یشك فی صدقه وله
احادیث تستغرب عن الثوری من جهة اسنادها انتهی
ملخصا مختصرا اذا ثبت هذا فنقول لا شك ان هذا
الاثر رواه زید عن الثوری فهو غیر صحیح قطعا وقال
البیهقی وکذلك قال ابو مجلز لاحق بن حمید واصح اثر روی

ابو طالوت سے حیز خفا مین ہے کیونکہ ابو بدر طبقہ تاسعہ کا ہے اور طالوت
طبقہ رابعہ سے پس کہان ہے وہ اُس سے کہنے کہا زبیر
نے امر کیا مجھکو عطا نے کہ سوال کیا کرون مین سعید ابن
جبیر سے کہ کس جگہ ہون دونون ہاتھ نماز مین اوپر ناف
کے یا کہ نیچے ناف کے پس سوال کیا مین نے اُس سے پس کہا سعید نے
اوپر ناف کے انتہی آور کہا ابو داؤد نے بعض نسخون مین روایت
ہے سعید بن جبیر سے کہ ہون اوپر ناف کے ختم ہوا کلام ابو داؤد
کا اور جواب اسکا یہ ہے کہ یہ اثر نہایت درجہ کا ضعیف ہے بلکہ
اُس مین موضوع ہونے کی بو ہے کیونکہ مدار اُس کا یحیی ابن ابی طالب
پر ہے اور وہ متروک ہے بلکہ متہم بالکذب ہے اور گذر چکا حال اسکا
آیت کی تفسیر مین مفصل مین کہتا ہون اور اُس کی اسناد مین زید
بن حباب ہے اور وہ اگرچہ ہے امام ثقہ کہ اُس جیسے سے سوال نہین
کیا جاتا مگر وہ سفیان ثوری کی حدیث مین مقبول نہین ہے پس نقل
کیا ہے شیخ الاسلام ذہبی نے اپنی میزان مین کہا ابن معین نے حدیثین
اُسکی سفیان ثوری سے مقلوب ہین اور کہا امام احمد نے صدوق
کثیر الخطا ہے اور طویل کیا ابن عدی نے ترجمہ اسکا پھر کہا کہ زید
اثبت اہل کوفہ سے ہے نہین شک اُسکے صدق مین اور اسکو واسطے
حدیثین ہین غریب کرتا ہے ثوری سے اسکی اسناد کی جہت سے
انتہی جب ثابت ہوا یہ امر پس ہم کہتے ہین نہین شک ہے یہ اثر روایت

ما اجاب فی الجوهر النقی کیف یکون اثر ابن جبیر
اصح ما فی هذا الباب وفی سنده یحیی بن ابی طالب الخ
کامر من کلامه فی تفسیر الآیة وقال فی الجوهر النقی وقال
ابن عبد البر ومذهب ابی مجلز الوضع اسفل السرة
انتهی والله اعلم بالصواب وقال الامام النووی فی
شرح صحیح مسلم وعن علی روایتان کالمذهبین وعن
احمد روایتان کالمذهبین وروایة ثالثة انه مخیر
بینهما ولا ترجیح وبهذا قال الاوزاعی وابن المنذر
انتهی وبالجملة فمذاهب الائمة مختلفة فقال بعض العلماء
العلماء فوقها وبعض الروایات عن بعضهم انه مخیر
تحت السرة وفوقها ولا ثالث له ولهذا قال الامام
ابو عیسی الترمذی بعد نقل حدیث قبیصة بن هلب
العمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم
والتابعین ومن بعدهم یرون ان یضع الرجل یمینه علی
شماله فی الصلوة ورای بعضهم ان یضعهما فوق السرة
ورای بعضهم تحت السرة وکل ذلك واسع عندهم
انتهی کلامه والحاصل ان تحت السرة وفوق السرة
کلاهما مشهوران والکل واسع فای المذهبین اختار
فهو مختار والجواب عن هذه الاقوال سیجیء قریبا
فی الباب الرابع انشاء الله تعالی مفصلا فانتظره مفتشا

- -
- -
وہ ہے جو جواب پایا ہے جوہر نقی مین کہ کس طرح ہوگا اثر ابن
جبیر کا اصح اُنکا جو اس باب مین ہے اور اُس کی سند مین یحیی
بن ابی طالب ہے آخر تک جیسا کہ گذر چکا اُس کا کلام آیت
کی تفسیر مین آور کہا جوہر نقی مین کہا ابن عبد البر نے اور مذہب
ابو مجلز کا تو وضع تحت السرۃ کا ہے انتہی واللہ اعلم بالصواب
اور کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین اور علی سے دو روایتین
ہین مثل دونون مذہبون کی اور امام احمد سے دو روایتین ہین
مثل دونون مذہبون کی اور ایک روایت تیسری ہے وہ مخیر ہے دونون
مین اور نہین ترجیح ہے اور ساتھ اسکی قائل ہے اوزاعی اور ابن
المنذر انتہی اور مجمل یہ ہے کہ مذہب ائمہ کے مختلف ہین پس کہا بعض
علما نے ناف کے نیچے اور کہا بعض نے اوپر اسکے اور بعض روایات
اُن کی بعض سے یہ ہے کہ وہ مخیر ہے تحت السرۃ اور فوق السرۃ مین
اور نہین تیسرا واسطے اسکے اسی واسطے کہا امام ابو عیسے ترمذی نے
بعد نقل کرنے حدیث قبیصہ بن ہلب کے اور عمل اسی پر ہے نزدیک
اہل علم کے صحابہ نبی صلعم اور تابعین اور اُنکے جو بعد ہین جانتے ہین
کہ رکھے مرد دہنا اپنا بائین پر نماز مین اور جانا بعض نے کہ رکھے
اُن کو ناف پر اور جانا بعض نے کہ رکھے ناف کے نیچے اور سب وسیع ہے
اُن کے نزدیک انتہی آور حاصل یہ کہ تحت السرۃ اور فوق السرۃ

جواب از اثر ابن جبیر

مذاهب الائمة مفصلة

الجواب عن مذاهب الائمة

اثر سعید بن جبیر

جواب اثر سعید بن جبیر

الباب الرابع في ترجيح المذهب الحنفي

على سائر المذاهب واعلم ان المذهب الحنفي مرجح على سائر المذاهب وذلك مبني على مقدمة وتمهيد اما المقدمة فهي ان المذهب الحنفي هو ان يضع الرجل يديه تحت السرة والمرأة تضع على الصدر كما هو مشهور في الفقه الحنفي غير خفي على الموافق والمخالف واما سائر المذاهب فلا تفصيل فيها بين الرجال والنساء على الصحيح و لا حاجة الى ذكر هذه المسئلة فانها مشهورة و اما التمهيد فاعلم ان الاحاديث المرفوعة عن حضرة الرسالة لا تخلو اما ان تدل على سنية الوضع تحت السرة كما مرت في الباب الثاني واما ان تدل على الوضع على الصدر كما مرت في الباب الثالث واما الوضع فوق السرة فلا دليل عليها من كتاب الله وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما علمنا بحيث يكون صحيحا صريحا واما مذاهب العلماء من الصحابة ومن بعدهم فلا تخلو اما ان تدل على الوضع تحت السرة واما ان تدل على الوضع فوق السرة ولا ثالث لها كما مرت مفصلة ولا حاجة الى

باب چوتھا بیچ ترجیح

مذہب حنفی کے تمام مذاہب پر اور جان تو کہ مذہب حنفی مرجح ہے تمام مذاہب پر اور وہ ترجیح مبنی ہے ایک مقدمہ اور تمہید پر۔ پر مقدمہ پس وہ یہ ہے کہ مذہب حنفی یوں ہے کہ رکھے مرد دونوں ہاتھ اپنے نیچے ناف کے اور عورت رکھے اوپر سینہ کے جیسا کہ مشہور ہے فقہ حنفی میں نہیں مخفی ہے موافق اور مخالف پر اور باقی مذاہب پس نہیں تفصیل ان میں درمیان مردوں اور عورتوں کے صحیح طور پر اور نہیں حاجت طرف ذکر اس مسئلہ کی کیونکہ وہ مشہور ہے اور اوپر تمہید پس جان کہ احادیث مرفوع رسول اللہ سے نہیں خالی یا تو دلالت کرتی ہیں سنت ہونے وضع تحت السرہ پر جیسا کہ گذر چکا باب دوسرے میں اور یا کہ دلالت کرتی ہیں وضع علی الصدر پر جیسا کہ گذر چکا باب تیسرے میں اور اوپر وضع فوق السرہ پس کوئی دلیل نہیں اوپر اس کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے بیچ اس علم کے جو ہم جانتے ہیں بایں حیثیت کہ ہووے صحیح اور صریح اور اوپر مذہب علماء کے صحابہ اور بعد ان کے سے پس نہیں خالی یا کہ دلالت کرتی ہیں وضع تحت السرہ پر اور یا کہ دلالت کرتے ہیں وضع فوق السرہ پر اور نہیں تیسرا واسطے ان کے جیسا کہ گذر چکے ہیں مفصل اور نہیں حاجت طرف

ف اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعض طرق حدیث قبیصہ بن ہلب میں لفظ عند صدرہ وارد ہے اور چونکہ وہ لفظ صحیح ہے نہ شک ہے اور نہ وہ صریح ہے فوق السرہ کے باب میں بلکہ محتمل التاویل ہے کہ عند الصدر ہو اور جیسا کہ مخالف نے آیت فصل لربک
وانحر میں معنی کیا ہے کہ وہ بھی عند الصدر ہو سکتا ہے اور یا کہ فوق السرہ ہو کہ وہ بھی عند الصدر ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے قاعدہ پر

اعادتها الامام من مذهب الحنفية في حق النساء من الوضع على الصدر واما مطلقا اي في حق الرجال والنساء عموما فلم يذهب اليه احد الا ما حكي بعض الفقهاء الحنفية او غيرهم ان ذلك من مذهب الشافعي ولكنه غير صحيح على الصحيح عندهم فقد نقل الامام النووي والترمذي مذاهب العلماء ولم يذكرا ذلك في المذهب الشافعي وهما اعلم بمذهب امامهما من بعض العلماء الحنفية فان صاحب البيت ادرى بما فيه من غيره والله اعلم بالصواب اذا تمهد هذا التمهيد والمقدمة فنقول ترجيح مذهب الحنفية صحيح وذلك لان مذهبهم وضع اليدين تحت السرة للرجال وعلى الصدر للنساء وكلاهما مستندان على السنة فان الحديث قد ورد في كلا الجانبين وان كان حديث تحت السرة اقوى من حديث الصدر وغير خفي على الماهر ان المطابقة اولى من الغاء الحديث وهي ليست الا فيما قلنا فان اما من قال بوضع اليدين على الصدر للرجال والنساء مطلقا فيلزم على مذهبه رد حديث تحت السرة لا محالة فهذا المذهب مرجح و اما الوضع فوق السرة فهو وان كان

اعادہ ان کے کے مگر وہ جو گذرا مذہب حنفیہ سے بیچ حق عورتوں کے وضع علی الصدر اور اوپر مطلق درحق مردوں اور عورتوں کے عام طور پر پس نہیں گیا طرف اس کی کوئی مگر وہ جو حکایت کیا بعض فقہا حنفیہ یا غیرہم نے کہ وہ مذہب امام شافعی کا ہے مگر وہ صحیح نہیں صحیح طور پر نزدیک ان کے پس نقل کیا امام نووی اور ترمذی نے مذاہب علماء کے اور نہیں ذکر کیا دونوں نے اس کو مذہب شافعی میں اور وہ دونوں زیادہ عالم ہیں ساتھ مذہب امام اپنے کے بعض علماء حنفیہ سے کیونکہ صاحب گھر کا زیادہ خبردار ہے اس چیز کا جو اس میں ہے غیر اپنے سے واللہ اعلم بالصواب جبکہ ممہد ہو چکا یہ تمہید اور مقدمہ پس ہم کہتے ہیں کہ ترجیح مذہب حنفیہ کو صحیح ہے اور وہ اس واسطے کہ مذہب ان کا وضع الیدین تحت السرہ ہے واسطے مردوں کے اور وضع علی الصدر واسطے عورتوں کے اور وہ دونوں مستند ہیں سنت پر کیونکہ حدیث وارد ہو چکی ہے دونوں جانبین میں اگرچہ ہے حدیث تحت السرہ کی اقوی حدیث علی الصدر سے اور نہیں مخفی ماہر پر کہ مطابقت اولی ہے لغو کرنے حدیث سے اور وہ مطابقت نہیں ہے مگر اس میں جو ہم نے کہا ہے اور اوپر جو قائل ہے ساتھ وضع الیدین علی الصدر کے واسطے مردوں اور عورتوں کے سینہ پر مطلق طور پر پس لازم ہے اس کے مذہب پر رد روایت تحت السرہ کا ضرور پس یہ مذہب مرجوح ہے اور اوپر

بیوے تو اُس کو قتل کرو رواہ الترمذی وغیرہ وہ حدیث منسوخ ہے حیث قال وھٰذا
الحدیث منسوخ دل الاجماع علی نسخہ انتہی اور اسی طرح نواب سید صدیق حسن خاں آپنے
رسالہ افادۃ الشیوخ فی بیان الناسخ والمنسوخ میں فرماتے ہیں۔ چہارم آنکہ باجماع صحابہ
دریافت شود کہ این ناسخ وآن منسوخ ست مانند نسخ صوم یوم عاشورا بصوم رمضان و
نسخ حقوق متعلقہ بمال بایجاب زکوٰۃ زرکشی گفتہ ومثل اوست حدیث غلول صدقہ کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم دران امر باخذ صدقہ وشطر مال او فرمودہ لیکن صحابہ اتفاق کردند بر ترک
استعمال این حدیث واین دال ست بر نسخ وے انتہی ومذہب جمہور نیز ہمیں ست کہ اجماع
صحابہ از ادلۂ بیان ناسخ ست انتہی کلامہ۔ رہا یہ امر کہ اجماع خود ناسخ حدیث کا ہے یا کہ دال
علی النسخ ہے تو واضح ہو کہ جب عمدًا اہل علم نے حدیث کا عمل ترک کیا تو اجماع دال علی النسخ
ہے یعنے اس کے یہ معنے ہوئے کہ اُن کو کوئی حدیث ملی ہوگی اسی واسطے اُنہوں نے اس کو
ترک کیا۔ کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں باب طلاق ثلاثہ میں فان قیل فقد یجمع
الصحابۃ علی النسخ قلنا انما یقبل ذلک منھم لانہ یستدل باجماعھم علی ناسخ واما
انھم ینسخون من تلقاء انفسھم فمعاذ اللہ لانہ اجماع علی الخطاء وھم معصومون من
ذلک انتہی۔ اور کہا امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں من اقسام النسخ ما یعرف
بالاجماع کقتل شارب الخمر فی المرۃ الرابعۃ فانہ منسوخ عرف نسخہ بالاجماع
والاجماع لا ینسخ لکن یدل علی وجود ناسخ واللہ اعلم انتہی کلام النووی اور کہا حافظ
ابن حجر نے شرح نخبۃ میں واما الاجماع فلیس بناسخ بل یدل علی ذلک انتہی کلامہ
اور دلیل امر دوسرے کی یہ ہے قال الشیخ جلال الدین السیوطی فی شرح نظم الدرر
المقبول ما تلقاہ العلماء بالقبول وان لم یکن لہ اسناد صحیح فیما ذکرہ طائفۃ منھم
ابن عبد البر ومثلوہ بحدیث جابر الدینار اربعۃ وعشرون قیراطا اواشتھر عند

او وافق اٰیۃ من کتاب اللہ او بعض اصول الشریعۃ حیث لم یکن فی سندہ کذاب علی
ما ذکرہ الحصار انتہی ملخصًا۔ وقال السخاوی فی شرح الالفیۃ اذا تلقت الامۃ
الضعیف بالقبول یعمل بہ علی الصحیح حتی انہ ینزل منزلۃ المتواتر فی انہ ینسخ بالمقطوع
بہ ولھذا قال الشافعی رح حدیث لا وصیۃ لوارث لا یثبتہ اہل الحدیث ولکن العامۃ
تلقتہ بالقبول وعملوا بہ حتی جعلوہ ناسخا لاٰیۃ الوصیۃ للوارث انتہی کلام السخاوی
وقال العلامۃ ابن مرعی الشبرخیتی المالکی فی شرح الاربعین النوویۃ ومحل کونہ
لا یعمل بالضعیف فی الاحکام ما لم یکن تلقتہ الناس بالقبول فان کان کذلک
تعین وصار حجۃ یعمل بہ فی الاحکام وغیرھا کما قال الشافعی انتہی مختصرًا
وقال الحافظ ابن حجر فی الافصاح علی نکت ابن الصلاح ومن جملۃ صفات القبول
التی لم یتعرض لھا شیخنا الحافظ یعنی زین العراقی ان یتفق العلماء علی العمل بمدلول
حدیث فانہ یقبل حتی یجب العمل بہ وقد صرح بذلک جماعۃ من ائمۃ الاصول
ومن امثلتہ قول الشافعی رح انتہی مختصرًا قلت وقد نقل مثلہ غیرھم من المحدثین
کالشوکانی وشیخہ السید العلامۃ عبد القادر بن احمد الکوکبانی وغیرھما وتفصیلہ
فی التحفۃ المرضیۃ فی حل بعض المشکلات الحدیثیۃ للشیخ حسین بن محسن الانصاری
حاصل یہ کہ یہ قاعدہ بھی اہل علم کے نزدیک مسلم اور مقبول ہے

مقدمہ چہارم یہ ہے کہ اجماع مؤخر اختلاف متقدم کو رفع کرتا ہے یعنی فرض
کرو کہ ایک مسئلہ میں زمانہ اوّل میں اختلاف تھا بعد میں ایک صورت پر اتفاق ہوا تو وہ مسئلہ
اجماعی قرار دیا جاویگا اور وہ اختلاف جو سابق میں تھا معدوم سمجھا جاویگا۔ کہا صاحب نور
الانوار نے الصحیح انہ ینعقد عند الامام ابی حنیفۃ اجماع متاخر ویرتفع الخلاف السابق
من البین ونظیرہ مسئلۃ بیع امہات الاولاد فانہ عند عمر رض لا یجوز وعند علی رض

مقدمہ چہارم

علم اصول میں ہے۔ قلت وقد اخرج البیہقی ان علیاً رضی اللہ عنہ خطب علی منبر
الکوفۃ وقال فی خطبتہ انہ اجتمع رائی ورای امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ علی ان
لا یباع امہات الاولاد واما الآن فاری بیعہن فقال ابو عبیدۃ رأیک مع الجماعۃ
احب الینا من رأیک وحدک فاطرق علیؓ وقال اقضوا کما کنتم تقضون فانی اکرہ
ان اخالف اصحابی انتہی کذا نقلہ صاحب قمر الاقمار حاشیۃ نور الانوار۔ اور نیز اس
واسطے بہت نظائر ہیں ان میں سے ایک یہ کہ دیکھو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے نزدیک
دونو سورتیں معوذتین قرآن میں داخل نہیں مگر چونکہ بعد میں اجماع منعقد ہوا۔ اسپر کہ وہ
دونو قرآن ہیں لہذا اب منکر انکا گمراہ ہوگا ونحو ذلک من النظائر فی الشرع بحیث لا
یخفی علی احد جب یہ مقدمات اربعہ ممہد ہو چکے تو ہم کہتے ہیں کہ امر رکعات تراویح کا یعنی
بیس رکعت کا ثبوت پس ثابت اور صحیح ہے دو دلیل سے دلیل اول یہ ہے کہ حدیث
مرفوع نبوی میں وارد ہیں فقد اخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا یزید ابنا نا ابراہیم
ابن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر۔ واخرج عبد بن حمید فی مسندہ
حدثنا ابو نعیم حدثنا ابو شیبۃ ابراہیم بن عثمان بہ واخرج الطبرانی من
البغوی فی معجمہ حدثنا منصور بن ابی مزاحم ثنا ابو شیبۃ بہ واخرجہ البیہقی
من طریق ابی شیبۃ ایضاً عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان
یصلی فی رمضان فی غیر جماعۃ عشرین رکعۃ والوتر کذا نقلہ الفاضل اللکنوی
فی تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار وقال ابن حجر المکی الشافعی فی
شرح المشکوۃ قول بعض ائمتنا انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی بالناس عشرین
رکعۃ لعلہ اخذہ مما فی مصنف ابن ابی شیبۃ انہ کان یصلی فی رمضان
عشرین رکعۃ ومما رواہ البیہقی انہ صلی بہم عشرین رکعۃ بعشر تسلیمات

لیلتین ولم یخرج فی الثالثۃ لکن الروایتین ضعیفتان وفی صحیح ابن خزیمۃ
وابن حبان انہ صلی بہم ثمان رکعات والوتر لکن اجمع الصحابۃ علی ان التراویح
عشرون رکعۃ انتہی کذا فی تحفۃ الاخیار للفاضل اللکنوی۔ اب اس حدیث سے
بیس رکعت تراویح اور مستقل ہونا تین رکعت وتر کا صاف ثابت ہے وھو المطلوب
اس حدیث پر مخالف لوگ چند اعتراضات وارد کرتے ہیں اول یہ کہ سند اس کی نہایت
ضعیف ہے کیونکہ مدار اس کا ابو شیبہ پر ہے جس کا نام ابراہیم بن عثمان ہے اور وہ
باتفاق اہل حدیث کے ضعیف ہے قال شیخ الاسلام الذہبی فی میزان الاعتدال
ابراہیم بن عثمان ابو شیبۃ العبسی الکوفی قاضی واسط وجد ابی بکر بن ابی
شیبۃ یروی عن زوج امہ الحکم بن عتیبۃ وغیرہ کذبہ شعبۃ لکونہ روی
عن الحکم عن ابن ابی لیلی انہ قال شہد صفین من اہل بدر سبعون فقال
شعبۃ کذب واللہ لقد ذاکرت الحکم فما وجدنا شہد صفین احد من اہل بدر
غیر خزیمۃ قلت سبحان اللہ اما شہدہا علی اما شہدہا عمار روی عثمان
الدارمی عن ابن معین لیس بثقۃ وقال احمد ضعیف وقال البخاری سکتوا
عنہ وقال النسائی متروک الحدیث انتہی مختصراً ملخصاً وقد نقل الحافظ
المزی فی تہذیب الکمال تضعیفہ عن احمد ویحیی وابی داؤد والنسائی
والدولابی وابی حاتم وصالح بن محمد جزرۃ وابی علی النیسابوری والاحوص
ومعاذ بن معاذ العنبری ولکن نقل عن ابن عدی ان لہ احادیث صالحۃ انتہی
خلاصۃ کلام المزی بعینہ۔ اور اسی طرح کہا ابن حجر نے تہذیب میں اور شیخ جلال الدین
سیوطی نے رسالہ تراویح میں اور باقی اہل علم نے چنانچہ اقرار کیا ہے اس کے ضعف
کا حنفیہ میں سے شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور ملا علی قاری اور شیخ عبد الحق وغیرہم
نے اور تفصیل اس کی طویل ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ اہل حدیث نے اس کو

مجروح اور ضعیف کہا ہے۔ اور اس کے ضعف پر اصرار کیا ہے مگر اس عاجز ہیچ مداں کے نزدیک یہ تمام جروحات خام اور غیر مؤثرہ ہیں۔

افسوس صد افسوس اُن اہل علم پر جن سے یہ حرکت سرزد ہوئی اور کسی نے مخالف اور موافق سے غور اور تامل نہ کیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہر چند اسباب جرح کے متعدد اور منکثر ہیں مگر مآل اور انجام کار اُن سب کا دو امر پر ہے۔ اوّل جرح باعتبارِ عدالت اور تقویٰ کے اور دوسری جرح باعتبار حفظ اور ضبط کے اور میرے ناقص فہم میں اُن محدّثین کی جروحات سب کے سب راجع ہیں طرف عدالت کی نہ طرف حفظ اور ضبط کی کیونکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں پارہ ۱۶ کے صفحہ ۶۸ میں اس کو حافظ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور عبارت اُس کی یہ ہے ابراهيم بن عثمان ابو شيبة الحافظ انتهٰى لہذا جب حفظ اُس کا تو مسلم ہوا اب باقی جروحات ان اہل حدیث کی پس وہ سب راجع طرف عدالت کی ہیں فقط جبکہ یہ امر ممہد ہو چکا تو میں کہتا ہوں کہ جرح باعتبار عدالت کے بھی اس کے حق خام اور غیر مؤثرہ ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جن اہل علم نے عدالت کے رو سے اُس کو متروک اور ضعیف کہا ہے تو وہ جروحات مبہم اور غیر مفسّر ہیں اور مدار اُن سب کا مفسّر طور پر فقط ایک ہی جرح پر ہے۔ وہ یہ کہ اُن میں سے شعبہ بن حجاج نے سب سے مقدم عمدہ اور مُبیّن السبب جرح فرمائی ہے یعنے جو کہ شیخ الاسلام ذہبی نے لکھی ہے وهو قوله كذب شعبة لكونه روى عن الحكم عن ابن ابى ليلى انه قال شهد صفين من اهل بدر سبعون فقال شعبة كذب والله لقد ذاكرت الحكم فما وجدنا شهد صفين من اهل بدر غير خزيمة انتهٰى اور باقی محدثین شعبہ کے اتباع اور مقلد ہیں اور سب کے سب اُس کے بعد ہیں کوئی جارح ابو شیبہ کا معاصر نہیں بجز شعبہ کے تو مدار جروحات عدالت کا شعبہ کی کلام پر رہا جب یہ امر ممہد ہو چکا تو میں کہتا ہوں کہ یہ جرح اگرچہ مفسّر اور مبین السبب ہے مگر اس کی جرح سے متروک قرار دینا اور من کل الوجوہ ضعیف کہنا غلط اور بے انصافی ہے۔ کیونکہ

بلکہ خود حکم کذاب اور متروک قرار دیا جاوے کیونکہ اُن سے بھی اس قسم کی غلطی سرزد ہوئی ہے کیونکہ شعبہ اور حکم قائل ہیں اس بات کے کہ صفین میں بجز خزیمہ رضی اللہ عنہ کے اہل بدر میں سے کوئی حاضر نہ تھا حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمّار رضی اللہ عنہ پردو نو صاحب بھی موجود تھے اسی واسطے کہا شیخ الاسلام ذہبی نے شعبہ کے جواب میں سبحان الله اما شهدها على اما شهدها عمّار انتهٰى اب اگر اس قدر سہو اور ذہول کے سبب سے ابو شیبہ متروک قرار دیا جاوے تو چاہیے کہ شعبہ بن حجاج اور حکم بھی متروک قرار دیئے جاویں للعلة الواحدة الجامعة فيهم وهى عدم حفظ اصحاب بدر آب شعبہ بن حجاج کو امیر المومنین قرار دینا اور حکم بن عتیبہ کو اجماعی امام ثقہ کہنا اور ابو شیبہ کو ضعیف قرار دینا مع اتحاد سبب الجرح فيهم انصاف سے بعید ہے اور میں کہتا ہوں کہ ابو شیبہ کی بہ نسبت شعبہ اور اُس کے شیخ حکم بن عتیبہ کی غلطی سخت ہے وجہ سے اوّل یہ کہ ان ایام میں بدری اصحاب بہت زندہ تھے منهم رفاعة بن رافع مات فى اوّل خلافة معاوية ابو لبابة الانصارى عاش الى خلافة على ابو طلحة الانصارى مات سنة اربع وثلاثين وقال ابو زرعة عاش بعد النبى صلى الله عليه وسلم اربعين سنة سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل مات سنة خمسين او بعدها سهل بن حنيف مات فى خلافة على عبد الله بن مسعود مات سنة اثنتين وثلاثين ابو مسعود البدرى مات قبل الاربعين عبادة بن الصامت مات سنة ثلاثين عتبان ابن مالك مات فى خلافة معاوية مالك بن ربيعة ابو السيد مات سنة ثلاثين او بعدها۔ اب یہ تمام صحابہ اور ان کے سوا بدری زندہ تھے كل ذلك من التقريب وجہ دوسری یہ کہ نسبت اور بدریوں کی حضرت علی رضؓ اور حضرت عمار رضؓ کا صفین میں ہونا اظہر من الشمس تھا اور ہر فرد بشر ادنیٰ اور اعلیٰ ذی علم میں سے اس بات کا خوب واقف ہے اور شعبہ اور حکم کو ان سے بھی غفلت رہی اب باوجود ایسی سخت غلطی کے جب حکم اور شعبہ مجروح نہیں تو ابو شیبہ بھی مجروح نہوا وهو المطلوب۔ اسی واسطے کہا ہے

نے رسالہ تراویح میں حال آنکہ ابوشیبہ آن قدر ضعف ندارد کہ روایت او مطروح ساختہ شود انتہی۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ بات خاتم المحدثین کی بہت اور درست ہے۔

دو وجہ سے وجہ اول وہ جو ہم نے بتفصیل بیان کی ہے اور وجہ دوسری یہ کہ کہا ابن عدی ؒ ابوشیبة لہ احادیث صالحۃ انتہی کذا نقل الحافظ المزی فی تہذیب الکمال وقد مر تمامہ میں کہتا ہوں کہ اس کی جرح عدالت کی بھی مدفوع ہے فقد قال یزید بن ہارون ان ابراہیم بن عثمان کان عادلا فی القضاء انتہی کذا نقل فی حاشیۃ الخلاصۃ لہذا دونوں طور پر ثقہ ہوا یعنے حفظ ضبط اس کا مسلم اور عدالت اسکی بھی مسلم ہوئی اور جروحات مذکورہ ...... ذہول اور سہو مرۃ اومرتین کے قسم سے ہیں۔

الاعتراض الثانی

اعتراض دوسرا یہ کہ اہل حدیث کے نزدیک حکم بن عتیبہ نے مقسم سے بجز پانچ حدیثوں کے نہیں سُنا اور یہ حدیث اُن پانچ میں سے نہیں کہا شیخ الاسلام ذہبی نے میزان الاعتدال میں بعد نقل کرنے حدیث کے الحکم عن مقسم عن ابن عباس رض ان المشرکین ارادوا ان یشتروا جسد رجل صیب یوم الخندق الحدیث حسنہ الترمذی وقال عبد الحق فی احکامہ وابن القطان ضعیف ومنقطع لاسماع للحکم من مقسم الا خمسۃ احادیث ما ھذا منھا انتہی وکذا نقلہ السیوطی فی رسالۃ التراویح وغیرھما فی غیرھما۔

الجواب عنہ

جواب اُس کا یہ ہے کہ جب ترمذی نے علاوہ اُن حدیثوں کے حکم بن عتیبہ کی حدیث کو جو کہ مقسم سے روایت کی ہے حسن کہا ہے۔ تو پھر حصر کرنا عبد الحق وغیرہ کا تمام مسموعات کو پانچ میں صحیح نہیں اسی واسطے امام ذہبی نے عبد الحق کی کلام کو ذکر کے ترمذی کی تحسین کو تقویت دی حیث قال وقول الترمذی اولی انتہی لہذا یہ اعتراض بھی میرے ناقص فہم میں لچر اور لغو ہے

الاعتراض الثالث

اعتراض تیسرا یہ کہ یہ حدیث معارض ہے حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو کہ بخاری مسلم مؤطا وغیرہم نے روایت کی ہے یعنے ما کان یزید فی رمضان الخ اور وہ نہایت درجہ کی صحیح ہے

الجواب عنہ

جواب اُس کا یہ ہے کہ یہ حدیث محمول ہے نماز تہجد پر کیونکہ رمضان اور غیر رمضان میں وہی ہے اور تراویح مختص رمضان میں ہے۔ اور مغایر ہونا اُن دونوں کا ہم اوّل کتاب میں ثابت کر چکے ہیں فلا حاجۃ الی اعادتہ

الاعتراض الرابع

اعتراض چوتھا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط تین رات میں نماز تراویح کو جماعت سے ادا کیا ہے چنانچہ بخاری مسلم مؤطا وغیرہا کتب میں حدیث حضرت عائشہ رض وغیرہا سے صراحۃً ثابت ہے اور اُنہیں راتوں میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جس کو ابن حبان اور ابن خزیمہ اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ آٹھ رکعت ثابت کیا ہے اور بیس رکعت کا ثبوت اُن راتوں میں ہرگز وارد نہیں ہوا لہذا یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی باوجود متکلم فیہ ہونے کے مخدوش ہے۔

الجواب عنہ

جواب اس کا یہ ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ضعیفہ ہے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر ہوگا اور نیز دونوں میں کچھ معارضہ نہیں کیونکہ جابر رض کی حدیث اس بات پر دال ہے کہ وہ نماز مسجد میں تھی اور حدیث ابن عباس رض کی اسپر دال ہے کہ وہ نماز گھر میں تھی فلا معارضۃ علاوہ ازیں ابن حجر مکی رح نے شرح مشکوۃ میں اُن تین راتوں میں بیس نقل کی ہیں۔ پس وہ اس کا معارضہ کر سکتی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو بلا جماعت ہے وہ سالم عن المعارضہ ہے مگر یہ جو مولوی عبد الحی رح نے ابن حجر کی کلام سے بیہقی کی روایت نقل کی ہے واللہ اعلم یہ بات راست ہے یا کہ غلطی ہے، کیونکہ اصل کتاب بیہقی کی نہیں دیکھی البتہ کرمانی شارح ...... بخاری اور امام رافعی نے بھی یہی دعوی کیا ہے جس سے وہم جاتا ہے کہ اس کا کچھ اصل ہے واللہ اعلم بالصواب

الاعتراض الخامس

اعتراض پانچواں یہ ہے کہ ائمہ حدیث نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے کسی نے منکر کہا اور کسی نے متروک اور ضعف کی وجہ بھی بیان ہو چکی ہے والاعتماد فی ھذا الفن علیہم

بحث اجماع الامۃ علی سنیۃ عشرین رکعۃ

اور جواب اس کا دو وجہ پر ہے اول یہ کہ ہم تفصیل کر چکے کہ یہ جروحات بے وجہ ہیں اور کنہ اس کی بیان کر دی۔ اب جارحین کی جرح مسموع نہیں ہو سکتی فاحفظہ۔

وجہ دوسری یہ کہ ہم مقدمہ ثالثہ میں اس امر کو خوب منکشف کر چکے ہیں کہ جو حدیث ضعیف معلوم ہوا اور اجماع مجتہدین کا اس پر ثابت ہو وہ مقبول ہے وقد مرّ تحقیقہ لہذا یہ حدیث خواہ مخواہ مقبول ہوئی کیونکہ اجماع اس کے موافق ہے کما سیجیئی قریباً ان شاء اللہ تعالیٰ

دلیل دوسری ثبوت بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہ کرام کا ہے جس کو کابر عن کابر نقل کرتے چلے آتے ہیں یعنی خلفاء ثلاثہ سے لیکر تا زمان ائمہ اربعہ ومن بعدھم اس نماز کو جماعت کے ساتھ بیس رکعت سے ادا کرتے رہے حتیٰ قال الامام الشافعی ھکذا ادرکت ببلدنا مکۃ یصلون عشرین رکعۃ کذا نقلہ الترمذی فی جامعہ جب یہ امر اس طرح پر مجمع علیہ امت کا قرار پا چکا تو اب خارق اس کا ضرور خاطی ہے اور اس کی بحث ہم مقدمہ ثانیہ میں مفصل لکھ چکے ہیں فلا حاجۃ الی اعادتہ ایضاً

فقد اخرج البیہقی فی کتاب المعرفۃ اخبرنا ابو الطاہر الفقیہ حدثنا ابو عثمان البصری ثنا ابو احمد محمد بن عبد الوہاب ثنا خالد بن مخلد ثنا محمد بن جعفر حدثنی یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر کذا نقلہ الامام الحافظ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ وقال البیہقی فی سننہ الکبریٰ اخبرنا ابو عبد اللہ الحسین بن فنجویۃ الدینوری بالدامغان ثنا احمد بن محمد بن اسحٰق السنی انبا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز البغوی ثنا علی بن الجعد انبا ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ قال وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکئون علی عصیہم فی عہد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

قال الامام النووی فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح کذا نقلہ الامام ابن الہمام وکذا الزیلعی فی تخریجہ وقال الامام تاج الدین السبکی فی شرح المنہاج ومذہبنا ان التراویح عشرون رکعۃ لما روی البیہقی وغیرہ بالاسناد الصحیح عن السائب بن یزید الصحابی رض انتہی مختصراً ملخصاً کذا نقلہ السیوطی فی رسالۃ التراویح قلت وقد حکم بصحتہ ابن عبد البر والبیہقی وغیرھما وقد اخرج محمد بن نصر المروزی من طریق مالک عن یزید بن خصیفۃ فہو متابع قوی کذا نقلہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری واخرج ابن ابی شیبۃ والبیہقی عن عمر انہ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بہم عشرین رکعۃ کذا نقلہ الشیخ جلال الدین السیوطی فی رسالۃ التراویح نقلاً عن الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الرافعی و اخرج مالک فی الموطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بثلاث وعشرین رکعۃ واخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا وکیع عن مالک بن انس عن یحیی[1] بن سعید عن عمر بن الخطاب انہ امر رجلاً ان یصلی بہم عشرین رکعۃ واخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا حمید بن عبد الرحمٰن عن الحسن البصری عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس بالمدینۃ عشرین رکعۃ واخرج البیہقی فی سننہ اخبرنا ابو زکریا ابن اسحٰق ثنا ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب ثنا محمد بن عبد الوہاب ثنا جعفر بن عون ثنا ابو الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ انتہی وقال ابن عبد البر وروی الحارث بن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عہد عمر بثلاث وعشرین رکعۃ قال ابن عبد البر ہذا محمول علی ان الثلاث الوتر انتہی کذا نقلہ شیخ الاسلام العینی فی شرح البخاری وقال الامام العینی فان قلت روی عبد الرزاق فی المصنف عن

[1] یہ یحیی بن سعید بن العاص الاموی ہے جو کہ طبقہ ثالثہ میں سے ہے لہذا اجماعی امام ہے اور نیز

داؤد بن قیس وغیرہ عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید ان عمر بن الخطاب
جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدی وعشرین رکعۃ
بالمئین وینصرفون فی بزوغ الفجر قلت قال ابن عبد البر ھو محمول علی ان الواحدۃ
الوتر انتھی کلام العینی اور یہ کلام علی سبیل التسلیم ہے ورنہ متعدد اصحاب سائب رضی اللہ عنہ
کے وتر کو تین رکعت روایت کرتے ہیں فالاعتماد علیہ۔

اب یہ تمام سندیں اسپر صریح دال ہیں کہ خلیفہ ثانی کے وقت بیس رکعت تراویح کو ساتھ
جماعت کے ادا کرتے تھے۔ اور اس کی صحت دو وجہ سے ثابت ہے اوّل یہ کہ سند یزید بن
خصیفہ عن السائب بن یزید جس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ وہ بلا شک صحیح ہے
اور کوئی راوی اس کا اس قسم کا مجروح نہیں کہ لائق قبول نہو اور حارث بن عبد الرحمن
ابن ابی ذباب ثقہ اس کا متابع عمدہ قوی ہے جس کو ابن عبد البر نے لکھا ہے کما نقلہ العینی
اور ابن ابی شیبہ کی حدیث جس کو حسن بصری رحنے روایت کیا وہ سنداً از حد صحیح ہے کوئی
راوی اس کا متکلم فیہ نہیں بلکہ سب صحاح ستہ والوں کے اجماعی اشیاخ ہیں کما فی التقریب وغیرہ
اور اثر ابن ابی شیبہ کا جو کہ روایت کیا اس نے وکیع سے اس نے مالک سے اس نے یحییٰ بن
سعید سے اس نے حضرت عمر رضہ سے وہ بھی اعلیٰ درجہ کی سند ہے، اور سب کے سب اجماعی صحاح
ستہ والوں کی اشیاخ ہیں اور یہ تینوں سندیں متصل ہی ہیں کما لا یخفی اور ابو داؤد کی
سند مرسل جو کہ حسن بصری سے روایت کی ہے وہ بھی صحیح ہے دو وجہ سے۔ اوّل یہ کہ
مراسیل حسن بصری کی حکم متصل کا رکھتی ہیں قال علی القاری فی موضوعاتہ قال ابن
المدینی مرسلات الحسن اذا رواھا الثقات صحاح انتھی قلت ھذا الحکم صحیح
فقد اخرج الترمذی فی کتاب العلل من جامعہ حدثنا سوار بن عبد اللہ العنبری
قال سمعت یحییٰ بن سعید القطان یقول ما قال الحسن فی حدیثہ قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ...

اب دیکھو علی بن مدینی اور یحییٰ بن سعید القطان جو کہ اجماعی امام جرح اور تعدیل کے اور سب
صحاح ستہ والے انکے ثنا خوان ہیں خاصکر یحییٰ بن سعید جو کہ سب صحاح ستہ والوں کا شیخ ہے
اور امام احمد اور بخاری کا اعلےٰ درجہ کا امام ہے۔ بلکہ اہل حدیث کا مذہب ہے کہ جس کو یحییٰ
صحیح کہے اس کو ہم بھی صحیح کہیں گے اور جس کو وہ ضعیف کہے اس کو ہم بھی ضعیف کہیں گے
جبکہ یہ دونوں حسن بصری کی مرسل کو حجت مانیں تو اور کا کیا درجہ ہے کہ اس کو ضعیف کہے
وجہ دوسری یہ ہے کہ ہم اس کو متصل ہی بیان کر چکے ہیں۔ دہا اثر یزید بن رومان کا جس کو
امام الائمہ امام مالک رحنے موطا میں روایت کیا ہے پس وہ بھی اگرچہ مرسل ہے مگر اہل حدیث
کا اتفاق ہے کہ موطا کی مرسلات اور امام محمد رح کی بلاغات حکم سند کا رکھتی ہیں۔ فقد قال
عین اعیان الدھلی فی کتابہ حجۃ اللہ البالغۃ قال الامام الشافعی اصح الکتب بعد
کتاب اللہ موطا مالک واتفق اھل الحدیث علی ان جمیع ما فیہ صحیح علی رأی مالک
ومن وافقہ واما علی رای غیرہ فلیس فیہ مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند بہ
من طرق اخری فلاجرم انھا صحیحۃ من ھذا الوجہ وقد صنف فی زمان مالک
موطات کثیرۃ فی تخریج احادیثہ ووصل منقطعہ مثل کتاب ابن ابی ذئب
وابن عیینۃ والثوری ومعمر وغیرھم ممن شارک مالکا فی الشیوخ الی اخرہ اور جس
وقت ان تمام سندوں کو جمع کریں تو تمام ملکر نور علی نور ہو جاویگا خاصکر کے جبکہ اہل حدیث
اکابر نے ان کو صحیح مانا اور اس سند کو صحیح قرار دیا تو پھر کیا وجہ انکار کی ہے وقد صححہ
النووی والبیھقی وابن عبد البر والزیلعی والسبکی وابن الھمام والعلامۃ
الحلبی والسیوطی والزرکشی وغیرھم آور یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مرفوع حکمی
ہے دو وجہ سے اوّل یہ کہ قول خلیفہ کا اور فعل اس کا حجت ہے کما مر۔ دوسری یہ وجہ ہے
کہ جب حضرت عمر رضہ نے اسپر صحابہؓ کا اجماع کیا اور کسی نے انکار نہ کیا تو اس اجماع سے ثابت
ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس ہی مروی ہونگی اور خال یہ کہ جب رسول

خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تین شب میں اس نماز کی جماعت فرمائی تو یہ تمام حضرات صحابہ
اُن راتوں میں آپ کے ساتھ تھے اگر کم و بیش ہوتی تو دیدہ و دانستہ اطاعت نبی سے کب
روگردانی کرتے ومن ظن خلاف ذلك فی حق الصحابۃ فھو مبتدع ضال البتہ اگر
کوئی یہ ثابت کرے کہ یہ خلفا اُن ایام میں کہیں سفر وغیرہ میں تھے اور اس جماعت
میں شریک نہ تھے تب اس کی وجہ ہے ولا یقول بہ عاقل قلت فقد ذکر فی الاختیار
ان ابا یوسف سأل ابا حنیفۃ عنھا وما فعلہ عمر رض فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ
ولم یتخرجہ عمر رض من تلقاء نفسہ ولم یکن فیہ مبتدعا ولم یامر بہ الا عن اصل
لدیہ وعھد من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔ کذا نقلہ العلامۃ الشامی
فی شرح الدر المختار وغیرہ وفی غیرہ قلت ما قال امام الائمۃ سراج الامۃ الامام
الھمام الاعظم صحیح قطعا وخلافہ باطل جزما وذلك لوجھین الاول ان فعل
اثر عمر رضی اللہ عنہ ومفادہ لیس الا ان الناس اجمعوا وصلوا بامرہ خلف ابی بن
کعب عشرین رکعۃ وقد کان ابی بن کعب صلی بالناس فی زمان النبی صلی اللہ علیہ
ایضا فلو لم تکن صلوۃ التراویح عشرین رکعۃ فی زمان النبی صلعم حین صلی بھم ابی
ابن کعب واستحسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما جاز لہ ان یزید علی الفعل النبوی
اما امامۃ ابی بن کعب للناس فی زمان الخلیفۃ الثانی بعشرین رکعۃ فقد مر واما
امامتہ فی الزمان النبوی فقد اخرج ابو داؤد فی سننہ حدثنا احمد بن سعید الھمدانی
ثنا عبد اللہ بن وھب اخبرنی مسلم بن خالد عن العلاء بن عبد الرحمن عن ابیہ عن
ابی ھریرۃ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ناس فی رمضان یصلون فی
ناحیۃ المسجد فقال ما ھؤلاء فقیل ھؤلاء ناس لیس معھم قران وابی بن کعب
یصلی وھم یصلون بصلوتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصابوا ونعم ما صنعوا انتھی
واخرج البیھقی فی کتاب المعرفۃ اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ قال ثنا ابو العباس قال

اخبرنا الربیع قال ثنا ابن وھب قال اخبرنی بکر بن مضر وعبد الرحمن بن سلمان
عن ابن الھاد ان ثعلبۃ بن ابی مالك القرظی حدثہ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ذات لیلۃ فی رمضان فرای ناسا فی ناحیۃ المسجد فقال ما یصنع ھؤلاء قال قائل
یا رسول اللہ ھؤلاء ناس لیس معھم القران وابی بن کعب یقرأ وھم معہ یصلون
بصلوتہ قال قد احسنوا وقد اصابوا ولم یکرہ ذلك لھم انتھی ثم قال البیھقی ثعلبۃ
ابن مالك قد رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتھی۔
اب دیکھو کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رو برو
تراویح کی جماعت کی اگر اُس وقت بیس رکعت نہ تھی تو خلافت خلیفہ ثانی رض میں کس طرح بیس رکعت
کی جماعت کرتے اور حال یہ کہ صحابہ محدثات امور سے بڑی نفرت کرتے تھے فثبت انہ
لا بد ان تکون صلوۃ ابی فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ فثبت ما قال
الامام الھمام ابو حنیفۃ النعمان ولله الحمد والاحسان۔ اگر کوئی کہے کہ مدار اس حدیث کا
مسلم بن خالد زنجی پر ہے اور وہ ضعیف ہے قال ابو داؤد بعد اخراج ھذا الحدیث
مسلم بن خالد لیس بالقوی انتھی وقد نقل الذھبی فی میزانہ عن یحیی بن معین فی
روایۃ انہ قال ضعیف وقال الساجی کثیر الغلط کان یری القدر وقال البخاری
منکر الحدیث وقال ابو حاتم لا یحتج بہ وضعفہ ابو داؤد وقال ابن المدینی لیس بشیء
انتھی وقال الذھبی فی التذکرۃ وقال ابو داؤد ضعیف الحدیث وقال البخاری منکر
الحدیث وقال ابو حاتم لا یحتج بہ انتھی مختصرا۔
پس حق وہی ہے کہ یہ اجماع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا ہے نہ زمانہ نبوی میں
تو جواب اُس کا دو وجہ پر ہے اوّل یہ کہ مسلم بن خالد اس قدر ضعیف نہیں کہ اُن کی حدیث
متروک ہو جاوے بلکہ حسن الحدیث اور صدوق کا درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ بہت لوگ اُس کی روایت
لیتے ہیں اور نیز بہت لوگوں نے اُس کو اچھا کہا ہے اور شافعی کا استاد ہے۔ کہا ابن حجر نے

تقریب التہذیب میں مسلم بن خالد المخزومی مولاہم المکی المعروف بالزنجی فقیہ
صدوق کثیر الاوہام من الثامنۃ مات سنۃ تسع وسبعین او بعدہا انتہی
وحسن ابن حجر فی فتح الباری حدیثہ أعنی اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ
من شاء فلیرجع الیہ وقال الحافظ عبد العظیم المنذری فی آخر الترغیب و
الترهیب مسلم بن خالد الزنجی ضعفہ ابن معین فی روایۃ وابوداؤد وقال
ابوحاتم لا یحتج بہ ووثقہ ابن معین فی روایۃ عنہ وابن حبان واخرج لہ غیرہ
فی صحیحہ انتہی وقد نقل الذہبی فی میزانہ مسلم بن خالد الزنجی المکی الفقیہ
ابوخالد مولی بنی مخزوم عن ابن ابی ملیکۃ والزہری وعمرو وابن کثیر وعنہ
الشافعی والحمیدی ومسدد وخلق قال ابن معین لیس بہ باس وقال مرۃ
ثقۃ وقال ابن عدی ارجو انہ لا باس بہ وھو حسن الحدیث وقال الازرقی
کان فقیہا عابدا یصوم الدہر وقال ابراہیم الحربی فقیہ اہل مکۃ وروی
عثمان الدارمی عن یحیی ثقۃ انتہی ملخصاً۔ اور کہا شیخ ابن القیم نے اغاثۃ اللہفان
میں مسلم بن خالد الزنجی ثقۃ فقیہ روی عنہ الشافعی واحتج بہ انتہی وقال
الذہبی فی التذکرۃ قال الازرقی کان فقیہا عابدا یصوم الدہر وقال یحیی بن معین
لیس بہ باس وقال ابن عدی ھو حسن الحدیث ارجو انہ لا باس بہ وقال ابراہیم
الحربی کان فقیہ مکۃ انتہی ملخصاً۔ جواب دوسرا یہ ہے کہ حدیث ثعلبہ کی اس کا شاہد قوی
ہے۔ اور وہ فی نفسہ حسن ہے۔ حاصل یہ کہ یہ حدیث درجہ حسن سے کم نہیں البتہ اگر علاء بن عبد الرحمن
کے کسی شاگرد ثقہ کی مخالفت کرتا تو یہ حدیث منکر ہوتی واذ لیس فلیس واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

الوجہ الثانی ان عمر بن الخطاب رض کان حاضرا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فی اللیالی الثلاثۃ التی صلی فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجماعۃ فقد اخرج

یصلی من اللیل فی حجرتہ وجدار الحجرۃ قصیرۃ فرأی الناس شخص النبی صلعم
فقام اناس یصلون بصلوتہ فاصبحوا فتحدثوا بذلک فقام اللیلۃ فقام معہ
اناس یصلون بصلوتہ صنعوا ذلک لیلتین او ثلاثا حتی کان بعد ذلک
جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یخرج فلما اصبح ذکر ذلک الناس فقال انی خشیت
ان تکتب علیکم صلوٰۃ اللیل تم الحدیث الذی فی البخاری فقال الحافظ ابن حجر
فی فتح الباری تحت ھذا الحدیث وافاد عبد الرزاق ان الذی خاطبہ بذلک عمر بن
الخطاب رض اخرجہ عن معمر عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ رض انتہی کلامہ فثبت
مما ذکرنا ان الآمر والمامور بعشرین رکعۃ اعنی عمر بن الخطاب و ابی بن کعب کانا
عالمین بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالاقتداء بہما بعشرین رکعۃ عین الاقتداء
بالنبی صلعم فصح ما قال امام الائمۃ سراج الامۃ ان ھذہ الصلوٰۃ لم یخرجہا عمر بن
الخطاب من عند نفسہ بل من عہد عن النبی صلعم۔ اب رہا یہ امر کہ یہ سنت خلیفہ راشد
کی مسلم رہی یا کہ کسی خلیفہ نے اس کو تغیر کیا تو واضح ہو کہ یہ سنت مستمرہ رہی ہے اور کسی خلیفہ
راشد نے اس کو بدلا نہیں خلیفہ ثالث کا حال بھی بیہقی کے اثر سے گذر چکا بلکہ خلیفہ چہارم
کا بھی اس میں ذکر ہے۔ وقد اخرج البیہقی عن شبرمۃ بن شکل وکان من اصحاب
علی انہ کان یؤمہم فی رمضان خمس ترویحات واخرج البیہقی عن ابی عبد الرحمن
السلمی ان علیا دعی القراء فامر رجلا ان یصلی بالناس عشرین رکعۃ وکان علی
یوتر بہم واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابی البختری انہ کان یصلی خمس ترویحات
فی رمضان بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث ویقنت قبل الرکوع واخرج ابن ابی شیبۃ
عن الحارث انہ کان یؤم الناس فی رمضان باللیل بعشرین رکعۃ واخرج وکیع
فی مسندہ عن الحسن بن صالح عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء عن علی انہ امر رجلا

نصر المروزی اخبرنا یحیی بن یحیی اخبرنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن زید بن وھب قال کان عبد اللہ بن مسعود رض یصلی لنا فی شھر رمضان فینصرف وعلیہ لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث وقال الامام العینی فی شرح البخاری واما القائلون بہ من التابعین فشتیر بن شکل و ابن ابی ملیکۃ والحارث الھمدانی وعطاء بن ابی رباح وابو البختری وسعید بن ابی الحسن البصری اخو الحسن البصری و عبد الرحمن بن ابی بکر وعمران العبدی وقال ابن عبد البر وھو قول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقہاء وھو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابۃ انتھی کلام العینی ملخصا ملتقطا مختصرًا قلت وقد اخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن نمیر عن عطاء قال ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثا وعشرین رکعۃ انتھی وقال الامام الشافعی ھکذا ادرکت ببلدنا مکۃ یصلون عشرین رکعۃ انتھی کذا نقلہ الامام الترمذی فی جامعہ آپ دیکھو کہ یہ اکابر ائمہ دین سلفا عن خلف صحابہ رض سے لیکر تابعین تبع تابعین حتی ائمہ اربعہ تک بیس رکعت پر متفق تھے پس یہ امر مجمع علیہ امت کا قرار پایا پس خارق اس کا مخطی ہے واللہ اعلم اور اکثر اہل علم نے اس اجماع کا دعوی کیا ہے قال القسطلانی وقد عد واما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاجماع انتھی مختصرًا۔ اور میزان شعرانی میں ہے۔ امر عمر رض بفعلھا ثلثا وعشرین رکعۃ ثلث منھا وترا واستقر الامر علی ذلک فی الامصار انتھی

ابحاث متعددہ

واضح ہو کہ اس مقام پر چند قسم کی بحث ہے جس کا لکھنا ضروریات اس باب سے ہے مگر سب سے اول ایک مقدمہ کا دریافت کرنا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ قیام رمضان اور تراویح یہ دونوں نام اوسی خاص نماز کے ہیں جو کہ مختص بماہ رمضان ہے جس کا بحث مباحثہ بین الفریقین ہے اور تہجد اوس خاص نماز کا نام ہے کہ جو قبل فرضیت صلوات خمسہ کے سورہ مزمل وغیرہ میں نازل ہوئی اور واجب تھی پھر وجوب رفع ہوا اور قیام اللیل اور صلوٰۃ اللیل یہ دونوں نام مشترک الورود ہیں یعنی

[illegible]

ایضًا فی بعض الاحیان جبکہ یہ مقدمہ ممہد ہوچکا تو اب چند ابحاث کا بیان سنو کہ جو لوگ ان نمازوں کے اتحاد کے قائل ہیں اور آٹھ رکعت سے زیادہ نہیں مانتے وہ چند طرح اس کی بحث کرتے ہیں

بحث اول

بحث اول اُن کی یہ ہے کہ یہ تینوں نمازیں ایک ہیں فقد اخرج الترمذی والنسائی وغیرھما عن ابی ذر وغیرہ قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم بنا حتی بقی سبع من الشھر فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسۃ فقام بنا فی الخامسۃ حتی ذھب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ لو نفلتنا بقیۃ لیلتنا ھذہ فقال من قام مع الامام حتی ینصرف کتب لہ قیام تلک اللیلۃ ثم لم یصل بنا حتی بقی ثلاث من الشھر فقام بنا فی الثالثۃ وجمع اھلہ ونسائہ حتی تخوفنا الفلاح۔ اور اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہا سے مروی ہے اور مآل سب کا ایک ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نے یہی ایک نماز ان راتوں میں ادا کی ہے اور اس کے سوائے کچھ نہیں پڑھا اگر اس کو تراویح کہو تو تہجد ترک ہے اور اگر تہجد کہو تو تراویح ترک ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ نماز ایک ہی ہے نہ علحدہ علحدہ کہا مولوی محمد حنیف ساکنہ ڈہرہ دون نے اپنے رسالہ تراویح میں کہ حنفیوں کا قول نسبت تباین تراویح اور تہجد بھی ایک ایسا خیال ہے کہ جس پر کوئی دلیل عمدہ قائم نہیں اصل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد قیام اللیل کا مشروع فرمانا ہے مگر اس میں کئی امور کا لحاظ رکھا گیا ہے اول یہ کہ وہ وصف تہجد کے ساتھ ہو یعنے بعد خواب کے ادا کی جاوے۔ دوم یہ کہ وتر ہو یعنی طاق پڑھی جاوے۔ سوم یہ کہ بہ نسبت اور مہینوں کے اس کا اہتمام زیادہ کیا جاوے اس لحاظ سے کہ اس صلوٰۃ اللیل میں ان صفات مذکورہ کا اہتمام ترک نہ کیا جاوے محدثین ان کو علحدہ علحدہ بابوں میں روایت کرتے ہیں کبھی قیام اللیل نام رکھتے ہیں اور کبھی تہجد اور کبھی وتر اور کبھی قیام رمضان اور ہر ایک باب میں وہی احادیث ذکر کرتے ہیں جو صلوٰۃ اللیل میں آنحضرت سے مروی ہیں نہ یہ کہ الگ الگ احادیث لاویں اور نمازیں علحدہ علحدہ ان کے واسطے تجویز

[illegible]

کسی حدیث صحیح یا کہ اثر صحابیؓ سے اس امر کو ثابت کرے ورنہ دعوی بے دلیل ہے انتہی
کلامہ آور اسی طرح مولوی رحیم بخش صاحب امام مسجد چینیاں لاہور اپنی کتاب اسلام کی ہیں
اور مولوی چکڑالوی اور محمد جیو اور وغیرھم ہم مشرب اُنکے اُن کو ایک نماز قرار دیتے ہیں
جس کو شک ہو اُن کی کتاب کو دیکھو آور نیز کہا مولوی محمد حنیف صاحب نے بعد بیان کرنے حدیث
ابو ذر غفاری رضہ کے آپ خیال کرو کہ جب تراویح صبح تک پڑہی تو تہجد کیا دن نکلے پڑہا ہو گا
تہجد کا کون سا وقت رہا انتہی۔ حاصل یہ کہ اس میں کچہ شک نہیں کہ بجز وتر اور تہجد کے تراویح
نماز کا مطلقاً شرع میں وجود نہیں بمانہ ایک ہے اور نام بہت ہیں واللہ اعلم بالصّواب۔
جواب اس کا یہ ہے کہ ہم مفصّل طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ یہ تینوں نمازیں غیر غیر ہیں فلا
حاجۃ الی الاعادۃ اور ابو ذرؓ وغیرہ کی حدیث کا یہ جواب ہے کہ اُن تین راتوں میں سے اوّل
کی شب میں تو بہت وقت باقی رہا تھا اور دوسری شب میں لوگوں نے التدعا کی اور آپ نے
فرمایا کہ جو امام کے ساتھ نماز ادا کرے اس کو تمام شب کے قیام کا درجہ ملیگا اور تیسری شب میں
مبالغہ سے راوی کہتا ہے کہ اس قدر طول کیا کہ خوف تھا کہ سحری فوت ہو جاوے یہ خلاصہ
ہے اُس نماز کا جو اُن ایام میں ادا کی۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ ایک نماز کے ذکر سے دوسری کی نفی
ضرور نہیں کیونکہ وہ نماز قدیم سے قبل رمضان سے مشروع تھی ہرگز اُس کی نفی وارد نہیں[1]
ہوئی فقط تراویح کا ذکر ہے جو کہ خاصکر کے بعد فرضیّت رمضان کے مشروع ہوئی ہے
واللہ اعلم بالصّواب ؛ اگر کوئی شبہ کرے کہ حدیث میں صراحۃً لفظ صلوٰۃ اللیل وارد ہے
فقد اخرج مسلم وغیرہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فصلے بصلٰوتہ ناس الحدیث وفی اخرہ فلمّا کانت اللیلۃ الرابعۃ عجز المسجد عن اھلہ

[1] اور وہ جو قاعدہ ہے کہ عدم ذکر الشیئ لیستلزم عدمہ انتہیٰ تو وہ اُس جگہ پر ہے کہ جہاں
اُس کا وجود اصلی نہ ہو اور جبکہ وجود اصل میں مسلم ہے تو وہاں پر عدم ذکر مستلزم عدم کو نہیں الا اگر دلیل
مستقل وارد ہو جو کہ اُس کی نفی کرے تو بجا ہے اور یہاں پر جبکہ پہل نماز تہجد کا وجود ہے تو اُن تین

فلم یخرج علیہم فطفق رجال یقولون الصّلوٰۃ فلم یخرج الیہم حتی خرج لصلوٰۃ
الفجر فلمّا قضی الفجر اقبل علی الناس ثم تشہد فقال اما بعد فانہ لم یخف علی مکانکم
اللیلۃ لکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوٰۃ اللیل فتعجزوا عنہا انتہی۔ آب اس میں
صراحۃً لفظ صلوٰۃ اللیل کا وارد ہے پس معلوم ہوا کہ وہ نماز تہجد تھی کیونکہ قیام اللیل اور
صلوٰۃ اللیل اُسی کو بولتے ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ہم مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں
کہ صلوٰۃ اللیل اور قیام اللیل لفظ مشترک ہے درمیان تہجد اور تراویح کے کما مر فلا اشکال
فیہ اصلا۔ بحث دوسری یہ کہ احادیث مرفوعہ سے ثابت ہے کہ دونو نمازیں ایک
ہیں اور رکعت بھی گیارہ سے زیادہ نہیں فقد اخرج البخاری ومسلم ومالک فی
الموطا عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرہ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل
عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم
یصلی ثلاثا الحدیث جواب اس کا دو وجہ پر ہے وجہ اوّل یہ ہے کہ یہ حدیث محمول ہے
تہجد پر کیونکہ رمضان اور غیر رمضان میں وہی ہے نہ تراویح اور مغایر ہونا ان کا ہم اول
بیان کر چکے ہیں پس یہ حدیث بحث ہماری سے خارج ہے۔ وجہ دوسری یہ کہ اگر اس نماز
کو تراویح پر محمول کریں تو منقوض ہے کیونکہ خارج رمضان میں آپکی نماز منضبط نہیں ایک
سے لیکر انیس رکعت تک ثابت ہے اور رمضان میں مخالف ہمارا اس نماز کو منضبط گیارہ
میں کرتا ہے نہ زیادہ نہ کم لہذا یہ حدیث اُس کو مضر ہے بحث تیسری یہ کہ بعض
ابنا زمان نے یہ اختراع کیا ہے کہ نماز تراویح کا جماعت سے پڑہنا منع اور گناہ ہے اور
دلیل اسپر یہ گذاری ہے اخرج البخاری عن زید بن ثابت وعائشۃ ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ حجرۃ قال حسبت انہ قال من حصیر فی رمضان فصلی فیہا
لیالی فصلی بصلوتہ ناس من اصحابہ فلما علم بہم جعل یقعد فخرج الیہم فقال قد

عرفت الذی رأیت من صنیعکم فصلّوا ایّہا الناس فی بیوتکم فان افضل الصلوٰة
صلوٰة المرأ فی بیتہ الا المکتوبۃ قلت اخرج ھٰذا الحدیث غیر البخاری فی غیرہ۔
پس امر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ یہ نماز گھروں میں ادا کرو اگر وجوب کو نہیں
چاہتا تو لا اقل استحباب کو ضرور چاہتا ہے جبکہ یہ امر ثابت ہوا تو اگر بالفرض گاہ گاہ ہو
تو جائز ہے ورنہ مداومت اس کی علی سبیل التداعی کراہت سے خالی نہیں اور اسی پر دلالت
کرتی ہے حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اخرج البخاری ومسلم ومالك فی المؤطا
وغیرہم عن عمرۃ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل
فی حجرتہ وجدار الحجرۃ قصیر فرای الناس شخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام اناس یصلون
بصلوتہ فاصبحوا فتحدثوا بذلك فقام اللیلۃ الثانیۃ فقام معہ اناس یصلون
بصلوتہ صنعوا ذلك لیلتین او ثلاثا حتی اذا کان بعد ذلك جلس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فلم یخرج فلما اصبح ذکر ذلك الناس فقال انی خشیت ان تکتب علیکم
صلوۃ اللیل انتہی قال ابن حجر فی فتح الباری تحت ھٰذا الحدیث وافاد عبد الرزاق
ان الذی خاطبہ بذلك عمر رض اخرجہ عن معمر عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ
انتہی۔ بلکہ بہت سے لوگوں نے سلف صالح سے اس کو بغیر جماعت کے ادا کیا ہے اور امام طحاوی
نے معانی الآثار میں اسی کو ترجیح دی ہے اور عبد اللہ بن عمر رض اور عبد اللہ بن الزبیر رض
اور سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی و قاسم بن محمد اور عروۃ بن الزبیر اور سالم بن عبد اللہ
اور نافع مولی بن عمر رض سے تنہا پڑھنا نقل کیا ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ وتفصیلہ
فی موضعہ واللہ اعلم۔ بلکہ حضرت عمر رض نے جب لوگوں کو جمع کیا ابی بن کعب پر تو خود جماعت
سے نہیں پڑھی بلکہ اس جماعت کو بدعت قرار دیا فقد اخرج مالك فی المؤطا والبخاری
فی صحیحہ عن عبد الرحمن القاری انہ قال خرجت مع عمر بن الخطاب الی المسجد
فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوتہ

رہط فقال عمر واللہ لارانی لو جمعت ھؤلاء علی قاری واحد لکان امثل
فجمعہم علی ابی بن کعب ثم خرجت معہ لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوٰۃ
قارئہم فقال عمر نعمت البدعۃ ھٰذہ والتی تنامون عنہا افضل من التی تقومون
وکان الناس یقومون اولہ انتہی جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم علی الاطلاق صحیح نہیں
بلکہ اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ جماعت تراویح کی سنت علی الکفایہ ہے اگر چند اشخاص کر لیں
اور چند نہ کریں تو وہ مواخذہ دار نہیں اور اگر سب کے سب ترک کریں تو ترک سنت کفایہ پر ان
کو مواخذہ ہوگا بہر حال جماعت کو علی الاطلاق فضیلت ہے اور وہ جو مخالف نے وجوہات
اپنے مدعا کے واسطے بیان کیے ہیں اس کی لاعلمی .... پر دلالت کرتے ہیں اور سلف
خلف کی کلام کے مخالف ہے کیونکہ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شروع فرمانا جماعت
کا تھا۔ مگر بسبب خوف فرضیت کے آپ نے تین رات جماعت کر کے یہی عذر پیش کیا چنانچہ
حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات واضح ہے ورنہ اگر یہ عذر نہ ہوتا
تو آپ مداومت فرماتے تو مداومت حقیقی اگرچہ نہ فرمائی مگر مداومت حکمی ضرور ثابت
ہے اور چونکہ بعد وفات آپکی وہ خوف موقوف ہوا لہذا جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت
قرار پایا وہو الصواب قال صاحب الہدایۃ السنۃ فیہا الجماعۃ لکن علی
وجہ الکفایۃ حتی لو امتنع اہل المسجد عن اقامتہا کانوا مسیئین ولو اقامہا
البعض فالمتخلف عن الجماعۃ تارك للفضیلۃ لان افراد الصحابۃ یروی عنہم
التخلف انتہی وقال الامام العینی فی شرح الہدایۃ قال ابو بکر الرازی المشہور
عن اصحابنا ان اقامتہا فی المساجد افضل منہا فی البیت وعلیہ الاعتماد
لان عمر رض جمع الناس علی اقامتہا فی جماعۃ وذکر الطحاوی فی کتاب اختلاف
العلماء عن المعلی عن ابی یوسف ان امکن اداءہا فی بیتہ مع مراعاۃ سنتہ
القراءۃ واشباہہا فلیصلہا وہکذا حکاہ فی المبسوط وقال وہو قول

ومالك والشافعي وشافي جوامع الفقه عن ابي يوسف وقال عيسى بن ابان والقاضي بكار بن
قتيبة قاضي مصر والمزني وابن عبد الحكم واحمد بن حنبل واحمد بن ابي عمران شيخ الطحاوي
ان الجماعة احب وافضل وهو المشهور عند عامة العلماء وقال صاحب المبسوط هو الاصح
والاوفق انتهى كلام العيني ملخصًا وقال الامام ابن الهمام في فتح القدير ذكر الطحاوي
عن ابن عمر وعروة والقاسم وابراهيم ونافع وسالم التخلف عن الجماعة وعن ابي يوسف
ان امكنه اداءها في بيته مع مراعاة السنة فليصلها في بيته الا ان يكون فقيها
يقتدى به لقوله عليه السلام عليكم بالصلوة في بيوتكم فان خير صلوة المرأ في بيته
الا المكتوبة وجوابه ان قيام رمضان مستثنى من ذلك لما تقدم من فعله عليه الصلوة
والسلام وبيان العذر في تركه وفعل الخلفاء الراشدين انتهى كلام الامام ابن الهمام
وقال صاحب المنية اقامة التراويح بالجماعة ايضًا سنة على الكفاية حتى لو ترك اهل
المحلة كلهم وصلوا في بيوتهم فقد تركوا السنة وقد اساءوا في ذلك ولو تخلف رجل
من افراد الناس وصلى في بيته فقد ترك الفضيلة لا السنة انتهى وقال الامام النووي
في شرح صحيح مسلم قال الامام الشافعي وجمهور اصحابه وابو حنيفة وبعض المالكية وغيرهم
الافضل صلوتها جماعة كما فعل عمر بن الخطاب والصحابة واستمر عليه عمل المسلمين لانه
من الشعائر الظاهرة فاشبه صلوة العيد انتهى مختصرًا اور کہا شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے
منہاج السنۃ میں قد ثبت ان الناس كانوا يصلون بالليل جماعة في رمضان على العهد
النبوي وثبت انه صلى الله عليه وسلم صلى بهم ليلتين او ثلاثا كما في الصحيحين وغيرهما انتهى
مختصرًا وقال بعيد هذا وروى عن علي انه قال نور الله قبر عمر كما نور علينا مساجدنا
وعن عبد الرحمن السلمي ان عليا دعى القراء في رمضان فامر رجلا ان يصلي بالناس عشرين
ركعة وعن عرفجة كان علي يامر الناس بقيام رمضان ويجعل للناس امامًا وللنساء امامًا
قال عرفجة فكنت انا امام النساء انتهى کلامہ اور اسی طرح علامہ حلبی اور بہت سے علماء نے

اس مسئلہ کو لکھا ہے اور تفصیل اس کی مولوی عبد الحی لکھنوی نے اپنی کتاب تحفۃ الاخیار
فی احیاء سنۃ سید الابرار میں فرمائی ہے من شاء فلیرجع الیہ اور میں کہتا ہوں کہ یہی
حق اور صواب ہے سنت ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے
ادا کی اور بہ سبب خوف فرضیت کے مواظبت حقیقی ترک کی اور حکمی روا رکھی آنحضرت قولی کر
رغبت فرمائی حتی کہ تمام رات کے قیام کا اجر فرمایا کما مر حدیثہ اور خلفاء کے وقت بھی اجماعًا اور
علی سبیل التداعی یہ امر جاری رہا اور کفایہ اس واسطے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا
جماعت بیس رکعت ادا فرمائی کما مر من حدیث ابن عباس اور نیز ابی بن کعب نے جب جماعت
کی آپ نے اس کی صفت فرمائی اور خود شامل نہ ہوئے کما مر من حدیث ابی هريرة عند ابی داؤد
اور خود حضرت عمر رضہ نے ابی بن کعب پر لوگوں کو جمع کیا اور تعریف فرمائی اور خود شامل نہ تھے و
نحو ذلك من الوجوہات۔ واللہ اعلم بالصواب۔ **بحث چوتھی** یہ کہ جو لوگ آٹھ رکعت
تراویح کے قائل ہیں وہ دو مسلک رکھتے ہیں مسلک اول ان کا دو حدیثیں ہیں اول حدیث
حضرت عائشہ رضہ کی جو کہ گذر چکی اعنی قولها ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيد في
رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة يصلي اربعًا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن
ثم يصلي اربعًا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلاثا الحديث بطوله
جواب اس کا گذر چکا کہ یہ حدیث نماز تہجد پر محمول ہے اور کہا شمس الہند اعنی شاہ عبد العزیز محدث
دہلوی رح نے اپنے رسالہ تراویح میں کہ حدیث حضرت عائشہ رضہ محمول بر نماز تہجد ست کہ در ماہ
رمضان وغیر رمضان یکسان بود وغالبًا عددش بقدر یازدہ رکعت مع الوتر میرسید دلیل برین
حمل آن ست کہ راوی این حدیث ابو سلمہ در تتمہ این روایت میگوید قالت عائشة رضہ فقلت
يا رسول الله اتنام قبل ان توتر قال يا عائشة ان عيني تنامان ولا ينام قلبي و ظاہر ست
کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد متصور میشود نہ در غیر آن و روایات زیادت محمول بر نماز تراویح ست کہ
در عرف آن وقت بقیام رمضان مسمی بود کہ آنحضرت در حق آن فرمودہ است من قام رمضان

ایماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه۔ ولہذا در کتب حدیث باب قیام رمضان را جدا گانہ

ارباب قیام اللیل کہ عبارت از تہجد ست منعقد کردہ الیٰ آخر ما قال شاہ عبد العزیز فی رسالتہ

میں کہتا ہوں کہ استنباط شاہ صاحب موصوف کا یہ خلاصہ ہے کہ یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر

کے معنے یہ ہیں کہ آپ قبل وتر کے خواب فرماتے ہیں تب آپنے یہ جواب فرمایا تو اس صورت میں

معنے حدیث کے یہ ہوئے جو کہ ابن عبد البر نے لکہا ہے قال ابن عبد البر فی الحدیث تقدیم وتاخیر

ومعناہ انہ کان ینام قبل صلوته وهذا یدل علیٰ انه کان یقوم ثم ینام ثم یقوم ثم ینام

ثم یقوم فیوتر انتہی کذا نقله الفاضل اللکنوی فی حاشیة الموطا اور اس قسم کی حادیث

بہت ہیں کتب حدیث میں جو چاہے دیکھے۔ اور وہ نماز بجز تہجد کے ہرگز متصور نہیں کیونکہ تراویح

کی نماز آپنے تین رات فقط ادا کی ہے اور بالاجماع قبل از نوم تہی۔ پس استنباط شاہ صاحب کا خوب

عمدہ ہے اور یہ معنے شاہ صاحب کی کلام کے اس عاجز کی طرف سے ہیں، ورنہ واللہ اعلم بکلام اولیائہ

حاصل یہ کہ اس حدیث سے مستدل کا استدلال درست نہیں واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث دوسری حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رض کی ہے جس سے وہ لوگ آٹھ رکعت کا

ثبوت نص کے طور پر بیان کرتے ہیں آخرج الطبرانی فی معجمه الصغیر حدثنا عثمان بن عبید اللہ

الطلحی الکوفی ثنا جعفر بن حمید ثنا یعقوب بن عبد اللہ القمی عن عیسیٰ بن جاریة عن

جابر بن عبد اللہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات

والوتر فلما کانت القابلة اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج فلم یخرج الینا فلم نزل فیه حتی اصبحنا

ثم دخلنا فقلنا یا رسول اللہ اجتمعنا البارحة ورجونا ان تصلی بنا فقال انی خشیت

ان یکتب الوتر انتہی واخرج ابن حبان وابن خزیمة نحوہ۔ اب یہ حدیث مبین ان

احادیث کی ہے جو کہ بخاری اور موطا وغیرہما میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہا سے مروی ہیں

کہ تین رات آپنے جماعت کے ساتھ ادا کی اور ان میں عدد تراویح کا ذکر نہیں پس یہ ان کے

بیان کر دینے کافی ہے۔ واخرج ابو یعلی الموصلی علی ما نقل الهیثمی فی مجمع الزوائد عن

عن جابر قال جاء ابی بن کعب الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انه کان

منی اللیلة شیء یعنی فی رمضان قال وما ذاک یا ابی قال نسوة فی داری قلن انا لا نقرأ

القرآن فنصلی بصلوتک قال فصلیت بهن ثمان رکعات واوترت فکانت سنة

الرضا ولم یقل شیئا انتہی ثم قال الهیثمی سنادہ حسن انتہی۔ جواب اس کا چند وجہ

پر ہے۔ وجہ اول یہ کہ یہ حدیث مجروح اور ضعیف ہے سند کی رو سے اول اسناد اس کی میں جعفر

بن حمید انصاری ہے اور وہ مجہول ہے کیونکہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کی تعدیل

اور جرح کچھ بیان نہیں کی اور عبارت اس کی یہ ہے جعفر بن حمید الانصاری عن جدہ

لامه عمر بن ابان المدنی انه لای انسا انفرد عنه الطبرانی بما اخبرناہ ابن سلامة

اجازة عن اللبانی اخبرنا ابو علی خبرنا ابو نعیم اخبرنا الطبرانی اخبرنا جعفر

ابن حمید بن عبد الکریم بن فروخ بن دیزج بن بلال بن سعد الانصاری

الدمشقی حدثنی جدی لامی عمر بن ابان بن معقل المدنی قال ارانی انس بن

مالک الوضوء فمسح صماخیه وقال یا غلام امسح من الراس هکذا رایت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ قلت وعمر بن ابان لا یدری من هو والحدیث ثمانی لنا

علی ضعفه انتہی کلام الذهبی بعینه وقال صلاح الدین العلائی فی عشاریاته

هو وشیخه لم یذکرهما احد بتوثیق ولا تضعیف انتہی اور یعقوب بن عبد اللہ

القمی مختلف فیہ ہے۔ کہا حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں صدوق یہم انتہی۔

اور کہا امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں قال الدارقطنی لیس بالقوی وقال

النسائی وغیرہ لیس به باس انتہی اور عیسیٰ بن جاریہ بہت متکلم فیہ ہے کہا ذہبی نے

میزان الاعتدال میں عیسی بن جاریة الانصاری عن جابر مدنی وعنه یعقوب القمی

عنده مناکیر ... متروک انتہی مختصراً۔ لہذا یہ حدیث صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوئی کیونکہ مجہول کی روایت اہل

[illegible]

سہم لا یعرف فلا حجۃ فیمن لیس بمعروف العدالۃ ولا انتفت عنہ الجہالۃ
انتہی وقال الامام الذہبی فی ترجمۃ ابی سہل قال ابو الحسن بن القطان
کل مجہول ضعیف لا بالعکس انتہی غرض کہ یہ حدیث کسی طرح مقبول نہیں پس حجت
نہوئی واللہ اعلم۔ وجہ دوسری یہ کہ باوجود متکلم فیہ ہونے کے متفق علیہ حدیث پر زیادتی
ہے جس کو بخاری مسلم وغیرہما حضرت عائشہ رض اور حضرت عمر رض وغیرہما سے
روایت کرتے ہیں کیونکہ ان میں تین رات جماعت کے ساتھ ادا کرنا ثابت ہے اور عدد
رکعات کا ان میں ذکر نہیں پس شاذ ہوئی بلکہ منکر۔ علاوہ ازاں ابن حجر مکی نے بیہقی کی
سند سے ثابت کیا ہے کہ ان تین رات کی نماز بیس رکعت تھی اور سند اس حدیث کی جا
کی حدیث سے کم نہیں کما مر حالہ فلما تعارضا تساقطا پھر بھی مدعا ہمارا ثابت ہے
وجہ تیسری یہ کہ خود مخالف ہمارا اس امر کا قائل ہے کہ عدد کا بیان صحیح طور پر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی اور سبکی وغیرہما سے
اس کی وجہ گذر چکی لہذا یہ حدیث بھی اس کے نزدیک ضعیف ہونی ضرور ہے اور وہ جو
دوسرے طریق سے مروی ہے وہ ایک واقع عین ہے وقد تقرر فی موضعہ ان الو
لا عموم لہا علاوہ ازاں اس حدیث تقریری سے ظاہر ہے کہ آٹھ رکعت کی عادت نہ تھی
ورنہ ابی بن کعب تعجب کیسا تھا سوال اور کلام نہ کرتے لہذا فالمقصود غیرہ۔ وجہ چوتھی کہ
یہ حدیث اجماع کے خلاف ہے اب اگر بالفرض صحیح السند ہو تب بھی معلول یا کہ منسوخ ہوگی
چنانچہ مقدمہ ثالثہ میں ہم اس کی تفصیل کر چکے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ حضرت عمر رض سے آٹھ
رکعت مروی ہیں چنانچہ موطا میں یہ اثر موجود ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جواب اس کا آگے آ
مسلک دوسرا ان لوگوں کا جو آٹھ رکعت کے قائل ہیں اثر خلیفہ ثانی کا ہے جس کو امام
مالک رحمہ اللہ نے موطا میں روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے مالک عن محمد بن یوسف عن

للناس باحدی عشرۃ رکعۃ قال وکان القاری یقرأ بالمئین حتی کنا نعتمد
علی العصی من طول القیام وما کنا ننصرف الا فی فروع الفجر انتہی واخرج الامام
الطحاوی فی معانی الآثار نحوہ واخرج سعید بن منصور فی سننہ من طریق الدراوردی
......عن محمد بن یوسف نحو ذلک کذا نقلہ السیوطی فی رسالتہ جواب اس کا دو
وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ محمد بن یوسف اگرچہ فی نفسہ ثقہ ہے مگر اس نے یزید بن خصیفہ کی
مخالفت کی ہے اور وہ اس سے زیادہ حافظ اور اجماعی سب صحاح والوں کا شیخ ہے بلکہ
جسقدر اس اثر کی سندیں اول گذر چکی ہیں محمد بن یوسف سب کا مخالف ہوا ہے۔ وجہ
دوسری یہ کہ محمد بن یوسف کی روایت مضطرب ہے کیونکہ اس روایت میں امام مالک رح نے
اس سے آٹھ روایت کی ہیں اور عبد الرزاق بن ہمام نے اس سے اکیس روایت کی ہیں
چنانچہ محمد بن نصر مروزی سے ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے اور محمد بن اسحاق نے
اس سے تیرہ رکعت روایت کی ہیں کما فی فتح الباری اور امام مالک رح نے خود یزید بن خصیفہ
سے اسی سند کے ساتھ بیس رکعت روایت کیں کما مر لہذا محمد بن یوسف کی سند مضطرب
ہوئی اور وہ قسم ضعیف کی ہے واللہ اعلم۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ شاید اول زمانہ میں آٹھ
رکعت ہوں اور بعد میں بیس چنانچہ اس امر کو بہت لوگوں نے تسلیم کیا ہے قال ابن عبد البر
بعد نقل اثر عمر صلی احدی عشرۃ رکعۃ الخ روی غیر مالک فی ہذا الحدیث
ثلاثا وعشرین وہو الصحیح ولا اعلم احدا قال فیہ احدی عشرۃ الا مالکا ویحتمل
ان یکون ذلک اولا ثم خفف عنہم طول القیام ونقلہم الی ثلاث وعشرین
رکعۃ الا ان الاغلب ان قولہ احدی عشرۃ وہم انتہی وقال الزرقانی لا وہم
مع ان الجمع بالاحتمال الذی ذکرہ قریب وبہ جمع البیہقی ایضا انتہی وقال علی
القاری فی شرح المشکوۃ قال البیہقی روایۃ احدی عشرۃ موافقۃ لروایۃ
عائشۃ فی عدد قیامہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ وکان عمر امر بہذا العدد

زمانا ثم کانوا یقومون علی عھدہ بعشرین رکعۃ وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا
یتوکاون علی العصی انتہی۔ اسی طرح اور بہت سے علمانے تطبیق دی ہے زیادہ لکھنے کی کچھ حاجت
نہیں واللہ اعلم بالصواب۔ جواب اس کا دو وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ ہم بیان کر چکے کہ آٹھ
رکعت کی روایت مضطرب ہے اور وہ قسم ضعیف کا ہے بلکہ ایک طور سے اس کیا بھی بیس ہی
ثابت ہیں چنانچہ عبد الرزاق بن ہمام کی روایت ہیں پس ترجیح اسی کو ہوگی کیونکہ اور دو سندوں میں
بیس ہی صحیح ہیں اور نیز اس کے شواہد ہیں اور آٹھ رکعت کا کوئی شاہد نہیں۔ وجہ دوسری
یہ ہے کہ اگر بالفرض اوسی طرح ہو جس طرح معترض نے کہا ہے تب بھی ہمارا مدعا ثابت
کیونکہ اجماع مؤخر اختلاف مقدم کا رافع ہے جیسا کہ ہم مقدمہ رابع میں اس کو ثابت کر چکے
ہیں۔ حاصل یہ کہ بیس رکعت ہی عمدہ طور مشروع ہیں اور نیز اسی میں احتیاط ہے۔
بحث پانچویں یہ ہے کہ اگرچہ روایات اور عمل در آمد علماء امصار کا مختلف رہا ہے مگر اتباع
سنت وہی آٹھ رکعت ہیں پس جو شخص آٹھ سے زیادہ پڑھکر پڑھے اس کو ثواب کم ملیگا
گو کہ آٹھ سے زیادہ میں گناہ نہ ہو۔ جواز اور بات ہے اور مسنون ہونا اور بات ہے۔ کہا مولوی
محمد حنیف صاحب نے اپنے اشتہار میں واضح ہو کہ سلف صالحین کا گیارہ سے زیادہ رکعات
پڑھنا صرف اس خیال سے تھا کہ انہوں نے کثرت نوافل سمجھکر گیارہ سے زیادہ تعداد
بڑھا دی نہ یہ کہ اس کو نماز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا ہو اور گیارہ پڑھنے والوں کو
طعن تشنیع سے پیش آتے ہوں جیسا کہ آجکل حنفیوں نے وتیرہ کر رکھا ہے۔ مگر اتباع نبوی
میں جو ثواب ہے وہ اپنی مجوزہ رکعت میں نہیں ہو سکتا جواز اور بات ہے اور اتباع سنت
اور بات ہے انتہی۔ اور نیز اگر آٹھ رکعت مسنونہ سے زیادہ کرنا اس وجہ سے ہے کہ احتیاط
اس میں ہے یعنے اختلاف سے بچنا اور یہ وجہ گذاری جاوے کہ بیس میں آٹھ بھی داخل ہیں
تو یہ بات بھی کچھ نہیں کیونکہ شارع علیہ السلام کی وضع اور تعداد کو بدلنا خلل ہے اور ایسے
ایسے کوئی عمل مقبول نہیں مثلاً اگر کوئی فرض ظہر کو چار رکعت سے زیادہ ادا کرے تو

کب مقبول ہوگی اور اگر اس کو احتیاط قرار دیا جاوے تو پھر جن کا مذہب بیس سے زیادہ
کا ہے اس کو معمول بہ قرار دینا چاہیے۔ مثلاً چھتیس رکعت یا کہ اکتالیس وغیرہما اور حال یہ
کہ ان کے آثار بھی وارد ہیں۔ قال القسطلانی فی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری
روی البیھقی فی سننہ باسناد صحیح کما قال ابن العراقی فی شرح التقریب عن
السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمر فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ
وقال الحلیمی السر فی کونھا عشرین ان الرواتب فی غیر رمضان عشر رکعات
فضوعفت لانہ وقت جد وتشمیر واختار مالک ان تصلی ستۃ وثلاثون رکعۃ
غیر الوتر وقال ان علیہ العمل بالمدینۃ وقد قال المالکیۃ کانت ثلاثا وعشرین
ثم جعلت تسعا وثلاثین وذکر فی النوادر عن ابن حبیب انھا کانت اولا احدی
عشرۃ رکعۃ الا انھم کانوا یطیلون القراءۃ فیہ فثقل علیھم فزادوا فی عدد
الرکعات وخففوا القراءۃ وکانوا یصلون عشرین غیر الوتر ثم خففوا القراءۃ
وجعلوا عدد رکعاتھا ستا وثلثین ومضی الامر علی ذلک وفی مصنف ابن
ابی شیبۃ عن داؤد بن قیس قال ادرکت الناس بالمدینۃ فی زمن عمر بن
عبد العزیز وابان بن عثمان یصلون ستا وثلاثین رکعۃ ویوترون بثلث
وانما فعل اھل المدینۃ ھذا لانھم ارادوا مساواۃ اھل مکۃ فانھم کانوا
یطوفون سبعا بین کل ترویحتین فجعل اھل المدینۃ مکان کل سبع اربع رکعات
وقد حکی الولی بن العراقی ان والدہ الحافظ لما ولی امامۃ مسجد المدینۃ احیی
ذلک سنتھم القدیمۃ مع مراعاۃ ما علیہ الاکثر فکان یصلی التراویح اول
اللیل بعشرین رکعۃ علی المعتاد ثم یقوم اخر اللیل فی المسجد بست عشرۃ
رکعۃ فیختم فی شھر رمضان بالجماعۃ ختمتین واستمر علیہ عمل اھل المدینۃ
فھم علیہ الی الان وقال النووی قال الشافعی والاصحاب لا یجوز ذلک

ای صلاتها ستًا وثلاثین رکعة لغیر اهل المدینة لان لاهلها شرفًا وهذا
یخالفه قول الشافعی المروی عنه فی کتاب المعرفة للبیهقی ولیس فی شئ من هذا
ضیق ولاحد ینتهی الیه لانه نافلة فان اطالوا القیام واقلوا السجود فحسن
هذا احب الی وان اکثروا الرکوع والسجود فحسن وقال الحنابلة التراویح عشرون
ولا باس بالزیادة نصا ای عن الامام احمد انتهی ملخصًا وقال الباجی کان الامر
علی عشرین رکعة الی یوم الحرة فثقل علیهم القیام فنقصوا من القراءة وزادوا
الرکعات فجعلت ستا وثلثین رکعة غیر الشفع والوتر وروی محمد بن نصر عن
داؤد بن قیس انه قال ادرکت الناس فی امارة ابان بن عثمان وعمر بن عبد العزیز
یعنی بالمدینة یقومون بست وثلاثین رکعة ویوترون بثلاث قال مالک وهو
الامر القدیم عندنا انتهی وقال الترمذی فی جامعه واختلف اهل العلم فی
قیام رمضان فرای بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول
اهل المدینة والعمل علی هذا عندهم بالمدینة واکثر اهل العلم علی ما روی
عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وهو قول سفیان الثوری
وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی هکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین
رکعة وقال احمد روی فی هذا الوان لم یقض فیه بشئ وقال اسحق بن مختار
احدی واربعین رکعة علی ما روی عن ابی بن کعب انتهی۔ اور اگر کسی کو اس سے
زیادہ تفصیل منظور ہو وہ فتح الباری کو مطالعہ فرماوے اس میں آثار ائمہ تابعین اور تبع
تابعین کے بہت نقل فرمائے ہیں مثل اسود بن یزید اور زرارۃ بن ابی اوفی اور نافع مدنی
اور سعید بن جبیر وغیرہم و تفصیلہ فیہا اور امام عینی نے شرح صحیح بخاری میں اس سے
زیادہ بحث کی ہے اور بہت اختلاف نقل کیا ہے واللہ اعلم حاصل اس بحث کا یہ ہے کہ
اگر مسنون طور پر ہو تو آٹھ ہیں اور اگر سنت نبوی منظور نہیں تو حنفی بیس ہو زیادہ

کیوں نہیں ادا کرتے واللہ اعلم۔ جواب اسکا یہ ہے کہ آٹھ کا مسنون ہونا ہم کو مسلّم نہیں
بلکہ مسنون وہی بیس رکعت ہیں کیونکہ ثبوت ان کا سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو چکا
اور سنت خلفاء راشدین اور مجمع علیہ صحابہ کا بھی ہونا مقرر ہو چکا۔ رہا یہ امر کہ بیس سے
زیادہ کا عمل پس وہ سنت نبوی اور خلفاء راشدین کے بعد واقع ہے پس مسنون ہونا اس کا
بایں طور کہ اس کو صلوٰۃ تراویح جو کہ وظیفہ مختصہ ماہ رمضان کا ہے قرار دیا جاوے ہرگز نہیں
ہو سکتا اور مقصود ہمارا وہی تھا اور ائمہ حدیث کی کلام سے جو کہ قسطلانی وغیرہ نے بیان
کیا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ اہل مدینہ نے وہ رکعات جو کہ بیس پر زائد ہیں وہ بمقابلہ
طواف کعبہ کے جو کہ اہل مکہ ہر ترویحہ کے بعد ادا کرتے تھے اختیار کی ہے نہ یہ کہ وہ رکعات اصل سنت
نبوی یا کہ سنت خلفاء تھی یا کہ وہ مجمع علیہ صحابہ کا تھا اور نیز وہ لوگ ہر ترویحہ کو باجماعت ادا
کر کے چار رکعت فرادی فرادی ادا کرتے تھے تا کہ وہ بمقابلہ طواف اہل مکہ کے جو کہ وہ بھی فرادی
فرادی عمل تھا مساوی ہو جاوے اور اس بات کو ہم منع کرتے ہیں اگر بعد ہر ترویحہ کے چار رکعت
فرادی فرادی ادا کی جاوے اور اس حیثیت سے اگر بیس پر زائد ہو جاویں تو ہم کو کب عذر ہے
بلکہ جس قدر عبادت کریں اسی قدر اجر زیادہ پاویں گے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ
بیس رکعت سنت نہوں اور یا کہ رکعات زائد صلوٰۃ تراویح قرار دی جاویں جو کہ ایک
وظیفہ مختصہ اس ماہ کا ہے بلکہ اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل صلوٰۃ تراویح جو کہ
خاص ماہ رمضان کا وظیفہ ہے اہل مدینہ میں بھی وہی تھا لہذا اس وجہ سے اہل حرمین
کا اجماع بیس ہی پر مقرر رہا فاحفظه لعلک لا تجده عند غیرنا۔ اگر کوئی اعتراض
کرے کہ پھر اس کے کیا معنے کہ اول آٹھ تھی اور پھر اس پر زیادتی کر کے بیس مقرر ہوئی۔
کہا علامہ قسطلانی نے وذکر فی النوادر عن ابن حبیب انها کانت اولا احدی
عشرة رکعة الا انهم کانوا یطیلون القراءة فیه فثقل علیهم فزادوا فی عدد
الرکعات الخ اور امام شافعی کے کلام سے [illegible] ولیس فی

شیئی من ھذا ضیق انتھی مختصراً۔ اور خود امام مالک رح سے مروی ہے کہ آٹھ سے زیادہ
خدا جانے لوگوں نے کہاں سے اخذ کیا ہے چنانچہ ابن جوزی فرماتے ہیں قال السیوطی
فی رسالتہ قال ابن الجوزی من اصحابنا عن مالک انہ قال الذی جمع علیہ الناس
عمر احب الی وھو احدی عشرۃ رکعۃ وھی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قیل لہ احدی عشرۃ بالوتر قال نعم وثلاث عشرۃ قریب قال ولا ادری من
این احدث ھذا الرکوع الکثیر وقال ابن الجوزی ان عدد الرکعات فی شھر رمضان
لاحد لہ عند الشافعی لانہ نافلۃ انتھی جواب اس کا یہ ہے کہ ہم کو اس میں بحث ہے وہ
یہ کہ ابن حبیب مالکی کا یہ قول صحیح نہیں کیونکہ اہل مدینہ کا عمل قدیم سے امام مالک نے زائد
علی العشرین روایت فرمایا ہے بلکہ یہ عمل اُن کا درجہ تواتر کو پہونچ چکا ہے لہذا یہ قول قابل
قبول نہیں اور ابن جوزی جو امام مالک سے نقل کرتا ہے وہ نہایت ضعف ہے کیونکہ قائل
اس کا مجہول ہے اور قول صریح امام مالک کے مخالف ہے اور یہ امر عند الموافق والمخالف
اشہر اور اظہر من الشمس ہے کہ اہل مدینہ کا عمل در آمد امام مالک کے نزدیک قوی حجت ہے اور
اُن کا خلاف امام مالک کے نزدیک خلاف صواب ہے الا ماشاء اللہ اور امام شافعی رح سے
جو نقل کیا ہے یعنے قولہ ان عدد الرکعات فی شھر رمضان لاحد لہ عند الشافعی لانہ
نافلۃ انتھی تو یہ بات زائد علی العشرین پر صحیح ہو سکتی ہے نہ بیس پر کیونکہ امام شافعی
کے نزدیک اہل مکہ اور اہل مدینہ میں فرق ہے اہل مکہ کے واسطے امام شافعی تیئیس رکعت
مقرر کرتے ہیں اور اہل مدینہ کے واسطے زائد علی العشرین مقرر فرمایا ہے جیسا کہ امام نووی
وغیرہ کی کلام سے یہ امر بخوبی واضح ہے کیونکہ ترمذی نے قول امام شافعی کا بیس رکعت نقل
کر کے فرمایا قال الشافعی ھکذا ادرکت ببلدنا مکۃ یصلون عشرین رکعۃ انتھی۔
اور اہل مدینہ کے واسطے فرمایا لایجوز ست وثلاثون لغیر اھل المدینۃ لان لاھلھا
شرفا انتھی۔ وعن الزعفرانی عن الشافعی رایت الناس یقومون بالمدینۃ

بتسع وثلاثین وبمکۃ بثلاث وعشرین ولیس فی شیئ من ذلک ضیق انتھی
کذا نقلہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وغیرہ فی غیرہ الحاصل یہ کہنا کہ لاحد لہ
زائد علی العشرین پر صحیح ہو سکتا ہے نہ غیر پر واللہ اعلم بالصواب خلاصہ مطلب اس
رسالہ کا یہ ہے کہ ہم نے اول میں بیس رکعت کے ثبوت کے واسطے ایک تمہید اور چار مقدمات
مرتب کیے ہیں تمہید کا خلاصہ یہ کہ وتر اور تہجد اور تراویح تینوں غیر غیر ہیں جس سے ثابت
ہوا کہ حدیث حضرت عائشہ رض کی اعنی ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید
فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ الخ بحث ما نحن فیہ سے خارج ہے
اور اس سے مستدل کا مطلوب ثابت نہیں ہوتا کما مر تقریرہ علاوہ ازاں منقوض ہے اور اب یہ
حصر باقی نہیں فقد اخرج الامام عبداللہ بن احمد فی مسندہ حدثنا عبداللہ
حدثنی العباس بن الولید النرسی ثنا ابو عوانۃ عن ابی اسحٰق عن عاصم بن ضمرۃ
قال سئل علی عن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان یصلی من اللیل
ست عشر رکعۃ حدثنا عبداللہ ثنا ابو عبدالرحمٰن بن عمر ثنا عبدالرحیم یعنے
الرازی عن العلاء بن المسیب عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرۃ عن علی
نحوہ اس حدیث سے سولہ رکعت بغیر وتر کے ثابت صحیح ہے پس حصر باطل ہوا اب دیدہ و دانستہ
اس حصر کا دم مارنا محض تعصب یا جہالت ہے بلکہ گمراہی اور مقدمہ اولی کا یہ مطلب ہے کہ جس
طرح سنت نبوی واجب الاتباع ہے اسی طرح سنت خلفاء الراشدین کی واجب الاتباع ہے
جس کا ثمرہ یہ نکلا کہ بیس رکعت خلفاء الراشدین کی سنت ہے اور وہ واجب الاتباع ہے کما مر
اور مقدمہ دوسرے کا یہ مطلب ہے کہ جو امر مجمع علیہ امت کا ہو خصوصاً صحابہ کرام کا وہ امر واجب
الاتباع ہے اور خارق اس کا مخطی ہے جس کا ثمرہ یہ نکلا کہ تراویح بیس رکعت مجمع علیہ صحابہ کا ہے
پس خارق اس کا ضرور غلطی پر ہے اور مقدمہ تیسرے کا یہ مطلب ہوا کہ جو حدیث بادی
الرای میں سالم عن الجرح ہو اور وہ اجماع کے مخالف ہو وہ ضعیف یا کہ مئول یا کہ معلول

ہو کر متروک ہو گی اور جو حدیث بادی الرای میں ضعیف معلوم ہو مگر وہ معمول بہ اجماعًا ہو وہ مقبول ہو گی جس کا ثمرہ یہ مقرر ہوا کہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جس میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے چونکہ وہ اجماع صحابہؓ کے خلاف ہے گو کہ اسکو کسی محدث نے اپنے زعم میں صحیح یا حسن مانا ہے ضعیف ہے اور حال یہ کہ ہم اُس کا ضعف بھی بیان کر چکے کما مر حالہ آور حدیث ابن عباسؓ کی جس میں بیس کا ثبوت ہے اگرچہ بادی الرای میں وہ ضعیف معلوم ہوتی ہے اور چند اہل حدیث نے اُس کو اپنے زعم میں ضعیف قرار دیا ہے مگر جبکہ وہ معمول بہ صحابہ و من بعدہم کا ہے وہ مقبول ہے کما مر تحقیقہ آور مقدمہ چوتھا کا یہ خلاصہ ہے کہ اجماع مؤخر اختلاف مقدم کا رافع ہے جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ اگر مرجوح طور پر حضرت عمرؓ سے آٹھ کا ثبوت مان بھی لیں اور تطبیق یوں دی جاوے کہ آٹھ تھی اور بعد میں بیس پر اجماع ہوا تو وہ اختلاف جو کہ اول میں تھا وہ مدفوع ہو کر مسئلہ بیس رکعت کا اجماعی مقرر ہوا اور با این ہمہ وہ صحابہ جنہوں نے بیس پر اتفاق کیا وہ اُن تین راتوں میں آں جناب سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جماعت میں شریک تھے پھر اگر آٹھ تھی تو اُنہوں نے کیوں سنت نبوی کو ترک کیا فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔ اور وہ جو مولوی محمد حنیف صاحب نے ایک لغو سی بات اختراع کی ہے کہ جو سنت نبوی میں ثواب ہے وہ اپنی مجوزہ رکعت میں نہیں ہو سکتا جواز اَور بات ہے اور اتباع سنت اَور بات ہے الیٰ آخر ما تقوہ پس وہ نہایت اُس کی بےخبری ہے .... میں پوچھتا ہوں کہ چند امور اس طرح پر ہیں کہ مولوی محمد حنیف اور ہم مشرب اُن کے عمل میں لا رہے ہیں کہ جن کا وجود زمانہ نبوت سے مدت مدید تک دور ہے جیسا کہ اذان تیسری جمعہ کے روز جس کا شروع حضرت عثمان کے زمانہ میں ہوا نہ اوّل اُس سے جیسا کہ بخاری اور مؤطا میں مروی ہے عن السائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعۃ اوّلہ اذا جلس الامام علی المنبر علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلما کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء وفی البخاری بسند آخر عن السائب بن یزید

ان الذی زاد التاذین الثالث یوم الجمعۃ عثمان بن عفان حین کثر اہل المدینۃ ولم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم موذن غیر واحد وکان التاذین یوم الجمعۃ حین یجلس الامام علی المنبر انتہیٰ کلام البخاری آور علاوہ ازان اس اذان کو جو کہ اول سب کہی جاتی ہے بعض صحابہؓ نے بدعت بھی کہا ہے فقد اخرج ابن ابی شیبۃ من طریق ابن عمر قال الاذان الاول یوم الجمعۃ بدعۃ انتہیٰ کذا نقلہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری۔ اب یہ فعل مخترع اُسی حضرت عثمانؓ کا ہے جس نے بیس رکعت تراویح ادا کی باوجودیکہ صحابی کا اس پر انکار بھی ہے اور مولوی محمد حنیف اور مولوی رحیم بخش صاحبان اور ہم مشرب اُن کے سنت مستمرہ نبویہ کے طور پر ادا کر رہے ہیں فما ہو جوابہم فہو جوابنا۔ آور جیسا کہ ایک شہر میں مواضع متعددہ میں تعدد نماز جمعہ کا ہے کہ اس کا وجود زمانہ نبوت میں کیا بلکہ قرون ثلاثہ میں بھی نہ تھا جس کے بدعت ہونے میں کچھ شک نہیں۔ اور اسی طرح تعدد نماز عید کا زمانہ نبوت سے لے کر اخیر زمانہ خلفائے ثلاثہ تک معدوم تھا مثل عنقا کی بلکہ عنقا کا نام لوگوں میں فرضی تو ہے نہ واقعی اور اس تعدد کا وجود فرضی بھی نہ تھا البتہ عید کا تعدد حضرت علیؓ کی خلافت میں جاری ہوا ہے نہ قبل اس کے قال شیخ الاسلام ابن تیمیۃ فی منہاج السنۃ احدث علی بن ابی طالب فی خلافتہ العید الثانی بالجامع فان السنۃ المعروفۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان ان لا یصلی فی الحضر الا جمعۃ واحدۃ ولا یصلی یوم النحر والفطر الا عید واحد فلما کان عہدہ قیل لہ بالبلد ضعفاء لا یستطیعون الخروج الی المصلی فاستخلف علیہم رجلا صلی بالناس فی المسجد انتہیٰ کلام ابن تیمیۃ کذا نقلہ الفاضل اللکنوی فی اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ قلت قال الحافظ ابن حجر فی بیان تعدد الجمعۃ ذکر الاثرم عن احمد انہ قال لا اعلم بلدا من بلاد المسلمین اقیمت فیہ الجمعتان اذا تقرر ہذا واحد من القرن الثالث ظہر ان خیر القرون لم یقع فی زمانہم التعدد انتہیٰ کلام الحافظ کذا نقلہ الفاضل

الکھنوی فی مجموعۃ الفتاوی۔ بلکہ بہت ائمہ کا قول ہے کہ متعدد مواضع میں ادا کرنے سے
کسی کا جمعہ نہ ہوگا۔ یا کہ بعض مواضع کا ہوگا اور بعض کا فاسد ہوگا اور تفصیل اس کی علم فقہ میں
ہے واللہ اعلم بالصواب اور اسی طرح زوجہ مفقود الخبر کا نکاح دوسرے خاوند سے بلا سبب
شرعی کے یعنے موت اور طلاق اور ارتداد کے بعد گذرنے چار برس کے کسی آیت اور حدیث کے
اجماع سے ثابت نہیں اور ابنائے زمان ہمارے اس کو بحجز ادلہ ثلاثہ کے روا بتاتے ہیں اور
دلیل اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اور امام مالک کا قول قائم کرتے ہیں اور حال یہ کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتویٰ سے بالکل جاہل و ناواقف ہیں کیونکہ اس میں چند شرائط
ہیں وہ یہ کہ عورت قضا قاضی میں نالش کرے اور پھر قاضی اس خاوند کے ولی سے بعد
چار برس کے طلاق دلا وے اور اس کے بعد چار ماہ دس روز وہ عورت عدت گذارے اور یہ
چار برس اس کو اس تاریخ سے مہلت ملے گی جہاں سے اس عورت نے مرافعہ کیا ہے نہ اس سے
قبل گو کہ بیس برس یوں ہی گذرے ہوں وہ لاحاصل ہیں جس قدر حضرت عمر رضہ کے فتوی
کی سندیں ہیں ان کی مجموعہ کو ملا کر دیکھو سب شرائط ان میں موجود ہیں۔ آپ خیال کرو کہ
اس ہمارے ملک میں آجکل کس کو قضا کا اختیار ہے اور باقی شرائط کب موجود ہوتی ہیں تعجب
تو یہ ہے کہ مخالف ہمارا حضرت عمر رضہ کا رجوع کرنا اس فتویٰ سے بھی نہیں جانتا اور مطلب کے
واسطے مجنون ہو رہا ہے کیونکہ ان کا رجوع صحیح ہے کما نقلہ الامام ابن الھمام فی فتح القدیر
وصاحب الہدایۃ فی الھدایۃ وقد نقل الشیخ سلام اللہ فی حاشیۃ الموطا تحریر
هذا الاثر عن عبد الرزاق بن همام اور امام مالک کے قول سے بھی غافل ہے کیونکہ امام
مالک نے چار برس کا فتویٰ اس مفقود الخبر کے حق میں فرمایا ہے جو کہ صف قتال میں
گم ہوا جس میں مظنہ موت کا ہو تفصیل حکم کے مفقود میں جس کو شک ہو وہ فتح الباری شرح صحیح بخاری
کو مطالعہ کرے واللہ اعلم اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے ایک مستقل رسالہ میں بیان کی ہے جو
چھپ گیا ہے اس میں دیکھے۔ علاوہ ان مسائل کے بہت سی صورتیں ہیں جن میں آیت اور

اور حدیث مرفوع اور اجماع کا وجود نہیں اور مدعی آٹھ رکعت کا ان کو سنت مستمرہ کے طور
پر عمل میں لا رہا ہے۔ اسی قسم کے لوگوں پر صادق ہے آیت لم تقولون ما لا تفعلون
اور نیز ہم پوچھتے ہیں کہ اگر فقط آٹھ رکعت میں اجر زیادہ ہے اور اس سے زیادہ
عبادت کرنے میں اجر کم ہے بسبب اس کے کہ حصر کرنا آٹھ میں فعل نبوی ہے اور اس پر
زائد فعل نبوی نہیں تو اب تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور اولیا کاملین جنہوں نے
تمام شب قیام کیا اور سو سو رکعت ادا کی بلکہ اس سے زیادہ اور نہایت عبادت شاقہ اختیار
کی وہ لوگ سب کے سب خلاف سنت اور محض بے فائدہ اوقات ضائع کرنے والے ہوئے
اس واسطے کہ اگر ہم لوگوں کی طرح عشا کی نماز ادا کر کے عمدہ طور پر خواب نوشین فرماتے
اور فقط اخیر شب میں جاگ کر آٹھ رکعت ادا کر کے سو جاتے اور وقت فجر کے جاگ کر
نماز فجر ادا کرتے تب موافق سنت نبوی کے ہوتے اور اجر زیادہ حاصل کرتے مثل مشہور
ہے مرغی کی جان بھی گئی اور کھانے والے کو بھی مزا نہ آیا۔ تمام شب محنت کر کے گیارہ
رکعت ادا کرنے والے کی برابر نہ ہوئے کہ جس نے نیند کا مزا بھی اڑایا اور اجر زیادہ پایا
آپ لوگوں میں عرض پرداز ہوں کہ میرے اس سخن کی تم داد دو کہ یہ عقیدہ شیطانی
ہے یا کہ نور نبوت ہے۔ کیونکہ ہزارہا کتب احادیث اور اسماء الرجال کی اس مسئلہ سے پر
ہیں کہ ہزارہا ائمہ دین اور اولیاء صالحین نے اس قدر عبادت شب کو ادا کیا ہے اور اہل حدیث
... لوگ ان کے ثنا خوان ہیں اور معرض مدح میں ان کی یہ عبادات وارد کرتے ہیں
ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے برادران دین کی خدمت میں بطور تحفہ کے ہدیہ کرتا
ہوں مگر بحث جدید کی حاجت نہیں بلکہ کتاب اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد
لیس ببدعۃ میں سے چند اشخاص کا ذکر اختصار کے طور پر بیان کرتا ہوں اور وہ کتاب
نہایت عمدہ اور معتبر تصنیف مولوی عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو کہ ایک
[illegible] صاحب الحیاء والعرفان

سيّدنا عثمان بن عفان اخرج ابونعيم فی الحلية من طريق الزبير بن عبدالله عن جدة
له يقال لها دهيمة قالت كان عثمان يصوم الدهر ويقوم الليل الا هجعة من اوّله
انتهى واخرج عن عثمان بن عبدالرحمن التيمى قال لى ابى لاغلبن الليلة على
المقام فلما صلّيت العتمة تخلصت الى المقام حتى قمت فيه فبينا انا قائم اذا
رجل وضع يده بين كتفى فاذا هو عثمان بن عفان فبدأ بام القرآن فقرأ حتى
ختم القرآن فركع وسجد ثم اخذ نعليه فلا ادرى اصلى قبل ذلك شيئا ام لا و
اخرج عن ابن سيرين قال قالت امرأة عثمان حين اطافوا به يريدون قتله
ان تقتلوه اوتتركوه فانه كان يحيى الليل كله فی ليلة يجمع فيها القرآن
ومنهم الناطق بالحق والصّواب سيّدنا عمر بن الخطاب قال ابن كثير فی تاريخه
كان عمر بن الخطاب يصلى بالناس العشاء ثم يدخل بيته فلا يزال يصلّى الى
الفجر وما مات حتى سرد الصّوم انتهى ـ ومنهم عبدالله بن عمر بن الخطاب اخرج
ابونعيم فی الحلية عن نافع ان ابن عمر كان يحيى الليل صلوٰة ثم يقول يا
نافع اسحرنا فيقول لا فيعاود الصّلوٰة فيقول يا نافع اسحرنا فاقول نعم فيقعد
ويستغفر الله ويدعو الى الصبح واخرج عنه ان ابن عمر كان اذا فاتته صلوٰة
العشاء فی جماعة احيى بقية ليلة ومنهم تميم الدّارى قال ابوسعد السمعانی
فی كتاب الانساب كان تميم الدارى يختم القرآن فی ركعة وربما ردد الاٰية
الواحدة الليل كله حتى الصّباح انتهى مختصرًا وقال ابن حجر المكى فی فتح المبين
نحو ذلك ومنهم شداد بن اوس فاخرج ابونعيم فی الحلية عن اسد بن وداعة
عن شداد الانصارى انه كان اذا دخل الفراش ينقلب على الفراش لا ياخذه
النوم فيقول اللهم ان النار اذهب عنى النوم فيقوم فيصلى حتى يصبح ذكر

فی ابواب الدّعا عن مسلمة بن عمر قال كان عمير يصلى كل يوم الف ركعة و
يسبّح مائة الف تسبيحة انتهى ومنهم اويس القرنی الذى امر النبى صلّى الله عليه وسلم
اصحابه بالاستغفار منه اخرج ابونعيم فی الحلية عن اصبغ بن زيد قال كان
اويس القرنی اذا امسى يقول هٰذه ليلة الركوع فيركع حتى يصبح وكان
اذا امسى يقول هٰذه ليلة السّجود فيسجد حتى يصبح ومنهم عامر بن قيس اخرج
ابونعيم عن ابن وهب ان عامر بن قيس كان من العابدين وفرض على نفسه
فی كلّ يوم الف ركعة ومنهم مسروق بن عبدالرحمن فقد نقل شيخ الاسلام
الذهبى فی العبر باخبار من عبر كان مسروق يصلى حتى تورم قدماه وقال
ابن كثير فی تاريخه قالت امرأة مسروق ما كان يوجد الا وساقاه قد
انتفخا من طول الصّلوٰة انتهى ومنهم الاسود بن يزيد النخعى الكوفى قال
شيخ الاسلام الذهبى والامام اليافعى ورد انه كان يصلى فی اليوم والليلة
سبع مائة ركعة واخرج ابونعيم فی حلية الاولياء عن ابراهيم النخعى قال
كان الاسود يختم القرآن فی رمضان فی كلّ ليلتين وكان ينام بين المغرب
والعشاء وكان يختم فی غير رمضان فی كل ست ليال انتهى ومنهم سعيد بن
المسيّب احد الفقهاء السبعة من اهل المدينة واحد الحفاظ من التابعين
اخرج ابونعيم عن عبدالمنعم بن ادريس عن ابيه قال صلى سعيد بن المسيب
الغداة بوضوء العشاء خمسين سنة ومنهم عروة بن الزبير بن العوام احد
الفقهاء السبعة المذكورة قال شيخ الاسلام الذهبى كان يقرأ كل يوم ربع
الختم فی المصحف ويقوم الليل فما تركه الا ليلة قطعت رجله انتهى ومنهم
صلة بن اشيم فاخرج الحافظ ابونعيم فی الحلية عن مالك بن مغول قال

وكان صلة اذا جاء الليل خرج الى اجمة متعبدا لله ففطن رجل فقام فی
الاجمة فنظر الى عبادته فاتى سبع فاتاه صلة وقال قم فابتغ الرزق فذهب
ثم قام لعبادته فلما كان وقت السحر قال اللهم ان صلة ليس باهل ان يسئلك
الجنة ولكن سترا من النار انتهى. ومنهم ثابت بن اسلم البنانی صحب انس
بن مالك رضی الله عنه قال ابو سعد السمعانی كان من اعبد اهل البصرة انتهى
واخرج ابو نعيم فی الحلية من طريق محمد بن سنان عن ابيه قال انا والله
ادخلت ثابتا فی لحده ومعی حميد الطويل او رجل غيره شك محمد فلما سوينا
عليه التراب سقطت لبنة فاذا هو قائم يصلی فی قبره فقلت للذی معی
الا ترى فقال اسكت فلما سوينا عليه التراب اتينا ابنته فقلنا ما كان
عمل ابيك فقالت ما رايتم فاخبرناها فقالت كان يقوم الليل خمسين
سنة فاذا كان السحر قال اللهم ان كنت اعطيت احدا من خلقك الصلوة
فی قبره فاعطنيها فما كان الله ليرد ذلك الدعاء انتهى واخرج عن شعبة
بن الحجاج قال كان ثابت يقرأ القران فی يوم وليلة ويصوم الدهر ومنهم
الامام زين العابدين من سادات اهل البيت قال شيخ الاسلام الذهبی
نقلا عن مالك كان يصلی فی اليوم والليلة الف ركعة الى ان مات قال
وكان يسمى زين العابدين لعبادته انتهى. ومنهم امام المحدثين والمفسرين
قتادة بن دعامة البصری اخرج ابو نعيم فی الحلية عن سلام بن ابی مطيع
ان قتادة كان يختم القران فی كل سبع ليال مرة فاذا جاء رمضان ختم
فی كل ثلث ليال مرة فاذا جاء العشر ختم فی كل ليلة مرة انتهى ومنهم سعيد
ابن جبير احد ائمة المحدثين والمفسرين نقل الامام اليافعی انه قرأ القران
فی ركعة فی البيت الحرام [illegible]

رمضان امسك على المصحف فما قام من مجلسه حتى ختم القران انتهى.
وقال محمود بن سليمان الكفوی فی اعلام الاخيار فی طبقات الفقهاء مذهب
النعمان المختار قال اسمعيل بن عبد الملك كان سعيد بن جبير يومنا فی رمضان
فيقرأ ليلة بقراءة ابن مسعود وليلة بقراءة زيد بن ثابت وعن هلال بن
يساف قال دخل سعيد بن جبير الكعبة فقرأ القران فی ركعة انتهى ومنهم
سليمان بن طرخان ابو المعتمر اخرج ابو نعيم فی الحلية عن عبد الله بن المبارك
قال اقام سليمان التيمی اربعين سنة امام الجامع بالبصرة يصلی العشاء و
الصبح بوضوء واحد انتهى ومنهم منصور بن زاذان فاخرج ابو نعيم فی الحلية
عن هشام بن حسان قال كنت اصلی انا ومنصور جميعا وكان اذا جاء رمضان ختم القران
فی ما بين المغرب والعشاء ختمتين ثم يقرأ الى الطواسين قبل ان تقام الصلوة و
كانوا يؤخرون العشاء فی رمضان الى ان يذهب ربع الليل ومنهم علی بن عبد الله
ابن عباس بن عبد المطلب المدنی قال الحافظ ابن حجر فی تهذيب التهذيب كان يدعى
السجاد لكثرة صلوته وقال ضمرة حدثنی علی قال كان علی بن عبد الله يسجد كل يوم
الف سجدة وقال ميمون بن زياد العدوی كان يصلی فی كل يوم الف ركعة انتهى وقال
شيخ الاسلام الذهبی فی العبر باخبار من غبر قال الاوزاعی وغيره كان يسجد كل يوم
الف سجدة انتهى واخرج ابو نعيم فی الحلية عن علی بن ابی جبلة والاوزاعی قال كان
علی بن عبد الله يسجد كل يوم الف سجدة واخرج عن الحسن بن محمد بن كريب قال كان
علی يصلی فی يوم الف سجدة يزيد خمسمائة ركعة انتهى. ومنهم الامام الهمام سيد الفقهاء
من التابعين وغيرهم ابو حنيفة الامام الاعظم وهذا الامام لا حاجة الى ذكر عبادته و
رياضته فانه مشهور عند المخالف والموافق بل لم يحسد عليه اعدائه فلم يطعنوا عليه الا
بكثرة العبادة حيث تتبعوا عيوبه ولكنهم بحمد الله لم يصلوا الى مرامهم بل خابوا وخسروا

وانی جمعت بحمد الله مناقب هذا الامام ومناقب صاحبیه ابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ
علیهم وعلی اشیاخهم واتباعهم فی رسالتی المسمی بتنویر الحاسنہ بمناقب الائمۃ الثلاثۃ
وقد طبع بحمد الله واحسانه ومنهم سعد بن ابراهیم الزهری قال الذهبی والیافعی
قال شعبۃ کان سعد یصوم الدهر ویختم کل یوم انتهی۔ ومنهم ابراهیم بن ادهم اخرج
ابونعیم فی الحلیۃ عن ابی اسحٰق الفزاری کان ابراهیم فی شهر رمضان یحصد الزرع
بالنهار ویصلی باللیل فمکث ثلثین یوما لاینام باللیل ولا بالنهار۔ ومنهم امیر المومنین
فی الحدیث شعبۃ بن الحجاج اخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن عمر بن هارون کان شعبۃ یصوم
الدهر وقال الذهبی فی العبر کان شعبۃ یصلی حتی تورم قدماه انتهی۔ ومنهم فتح بن سعید
الموصلی اخرج ابونعیم عن ابراهیم بن عبدالله قال صدع فتح الموصلی ففرح فقال
ابتلیتنی ببلاء الانبیاء علی بشکر هذا ان اصلی اللیلۃ اربعمائۃ رکعۃ انتهی۔ ومنهم امام
الائمۃ امام المذهب الامام الشافعی اخرج ابونعیم عن الربیع بن سلیمان صاحب الشافعی
یقول کان الشافعی یختم فی کل شهر رمضان ستین ختمۃ ما منها شئ الا فی صلوة
واخرج بسند اٰخر عنه نحوه وقال الامام النووی فی تهذیب الاسماء قال الربیع نمت
فی منزل الشافعی فلم یکن ینام الا یسیرا وقال الامام الحمیدی شیخ البخاری کان الشافعی
یختم القرآن کل یوم ختمۃ انتهی کلام النووی بعینه ومنهم امام المذهب سید الفقهاء
والمحدثین امام الجرح والتعدیل احمد بن حنبل اخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن عبدالله
ابن احمد قال کان لابی فی کل یوم ولیلۃ ثلاث مائۃ رکعۃ فلما مرض من الاسواط ضعفته
فکان یصلی کل یوم ولیلۃ مائۃ وخمسین رکعۃ وکان قرب من الثمانین انتهی ومنهم احمد
ابن محمد بن سهل بن عطاء ابوالعباس قال ابونعیم سمعت ابا الحسن محمد بن علی صاحب
الجنید بن محمد یقول صحبت ابا العباس بن عطاء عدۃ سنین متادبا بادابه وکان له
فی کل یوم ختمۃ وفی کل شهر [illegible]

السلمی الکوفی الحافظ قال الذهبی فی العبر باخبار من غبر قال زائدۃ صام اربعین
سنۃ وکان یحیی اللیل کله انتهی ومنهم واصل بن عبدالرحمٰن البصری قال شیخ الاسلام
الذهبی فی العبر باخبار من غبر قال ابوداؤد الطیالسی کان یختم القراٰن فی کل لیلۃ
ومنهم محمد بن عبدالرحمٰن المدنی قال الذهبی والیافعی کان یصلی اللیل اجمع ویجتهد فی
العبادۃ انتهی ومنهم وکیع بن الجراح امام الائمۃ فی الفقه والحدیث من تلامذۃ الامام
الاعظم واشیاخ احمد بن حنبل قد نقل محمود بن سلیمان الکفوی فی اعلام الاخیار
قال یحیی بن اکثم صحبته فی الحضر والسفر فکان یصوم الدهر ویختم القران کل لیلۃ وعن
محمد بن جریر قال مکث وکیع ببغداد اربعین لیلۃ وختم اربعین مرۃ وتصدق
باربعین درهم انتهی۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ یہ اولیاء اللہ صحابہ اور تابعین و غیرہم اس قدر
عبادت کرتے تھے اور اگر سب کا شمار ہو تو طاقت بشریہ سے باہر ہے اگر زیادہ رکعت
اور قیام میں اجر کم تھا بہ نسبت اس شخص کہ جس نے اخیر شب میں یا کہ اول شب میں گیارہ
رکعت ادا کر کے خواب نوشیں کا مزا اڑایا تو اب اولیاء اللہ نے کیا نفع پایا۔ اگر کوئی کہے کہ
ان صاحبوں کے واسطے کوئی دلیل آیت یا حدیث موجود ہے کہ جائے تمسک اور عروہ وثقی
ان کے واسطے ہو یا کہ نہ تو جواب اس کا یہ ہے کہ تمام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اس ہی
وارد ہے قال الله تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون وقال الله فی وصف
عباده والذین یبیتون لربهم سجدا وقیاما وقال الله تعالیٰ کانوا قلیلا من اللیل ما یهجعون
ونحو ذلک من الایات العامۃ وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم افلا اکون عبدا شکورا
فی جواب عائشۃ قد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر کما هو مصرح فی البخاری
وغیره عن جماعۃ من الصحابۃ حین کان یقوم تمام اللیل وتورم قدماه...... البتہ
وہ عبادت جس کا ثبوت قرون ثلثہ میں نہیں اور عمومات کتاب اللہ او سنت رسول اللہ صلی اللہ
[illegible]

تخمین سے اختراع کیا اور دوسرے نے اُس کو رد کر کے اُس پر انکار کیا وہ بدعت ہو اُس سے اجتناب ضروری ہے اور اس کے نظائر اور مثالیں علم حدیث اور فقہ میں بہت وارد ہیں منہا رفع الیدین فی خطبۃ الجمعۃ فقد اخرج مسلم وابوداؤد عن حصین بن عبد الرحمٰن قال رای عمارۃ بن رویبۃ بشر بن مروان وهو یدعو فی یوم الجمعۃ فقال قبح اللہ هاتین الیدین لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو علی المنبر ما یزید علی هذا یعنی السبابۃ التی تلی الابهام ومنها ما اخرج الترمذی عن مجاهد قال کنت مع ابن عمر فثوب رجل فی الظهر او العصر فقال اخرج بنا فان هذه بدعۃ واخرج ابن ابی شیبۃ عن مجاهد ان ابا محذورۃ قال الصلوٰۃ الصلوٰۃ فقال عمر ویحک امجنون انت اما کان فی دعائک الذی دعوتنا ما تاتینا ومنها ما اخرج الامام احمد فی مسنده عن غضیف بن الحارث قال بعث عبد الملک بن مروان فقال انا قد جمعنا الناس علی رفع الایدی علی المنبر یوم الجمعۃ وعلی القصص بعد الصبح والعصر فقال اما انهما امثل بدعکم ولست مجیبکم الی شیئ منهما لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما احدث قوم بدعۃ الا رفع من السنۃ مثلها فتمسک بسنۃ خیر من احداث بدعۃ اور اگر تتبع کیا جائے تو بہت سے افعال اور اقوال لوگوں میں مروج ہیں کہ انہوں نے اُن کو محض حسبۃ للّٰہ اختراع کیا ہے اور صحابہ و تابعین و مجتہدین نے اُن کو بُرا جانا ہے پس وہ بدعت سیئہ ہیں اُن سے اجتناب ضرور ہے گو کہ صورت اور شکل اُن کی بادی الرای میں لوگوں کی نظر میں نیک معلوم ہو اور یہ امر جس میں ہم بحث کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت شب کو نفل اور قیام اللیل تمام رات بھر تک یا کہ ختم قرآن مجید مع شرائط خشوع و خضوع و آداب کے اور مع نشاط اور لذت کے اگر کوئی کرے تو یہ عین مراد خدا و رسول کی ہے اور اولیاء اللہ کو تو اس میں عین زندگی اور حیات القلوب ہے دیکھو اُن کی کلام کو فقد قال غوث الثقلین فی الغنیۃ و اما قیام جمیع اللیل فهو فعل الاقویاء الذین سبقت لهم منہ العنایۃ واحاط علی

قلوبهم التوفیق ونور الجلال ثم الجمال فجعل القیام باللیل موهبۃ لهم وخلعۃ لم یسلبہ منهم مولاهم عز وجل حتی اللقاء وقد روی عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان یحیی اللیل برکعۃ واحدۃ یختم فیها القرآن وذکر من اربعین رجلا من التابعین انهم کانوا یحیون اللیل کلہ ویصلون صلوٰۃ الغداۃ بوضوء العشاء اربعین سنۃ صح النقل عنهم واشتهر انتهی وقال حجۃ الاسلام الامام محمد الغزالی فی احیاء العلوم اعلم ان احیاء اللیل کلہ شان الاقویاء الذین تجردوا لعبادۃ اللہ تعالیٰ وتلذذوا بمناجاتہ وصار غذاءهم وحیاۃ لقلوبهم فلم یتعبوا بطول القیام ورد المنام الی النهار فی وقت اشتغال الناس وحکی ذلک علی سبیل التواتر عن اربعین رجلا من التابعین وکان فیهم من واظب علیہ اربعین سنۃ منهم کهمس بن المنهال وکان یختم فی الشهر تسعین ختمۃ وما لم یفهم رجع وقرأ مرۃ اخری انتهی کلام الغزالی بعینہ قلت ومنهم الامام الهمام ابو حنیفۃ النعمان کما ذکرت مناقبہ وفضائلہ فی رسالتی تنویر الحاسۃ فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ بما لا مزید علیہ وقد طبع بحمد اللہ تعالیٰ وللفاضل اللکهنوی رسالۃ انیقۃ سماها اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ وحقق فیها تحقیقا فی اکثار التعبد بحسب الطاقۃ ورد علی من انکره ...... انکارا شدیدا وحقق فیها امر التراویح وایضا لہ رسالۃ حسنۃ فی اثبات التراویح عشرین رکعۃ بما لا مزید علیہ جزاه اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا عنی وعن جمیع المسلمین آمین۔ ہر خاص و عام کو اشتہار دیا جاتا ہے اور تنبیہ کے طور کہا جاتا ہے کہ ہر چند میں نے اس رسالہ میں فرقہ مخالف کی خیانت داری اور ابلہ فریبی ظاہر کر دکھائی ہے مگر نہایت عمدہ سے عمدہ تقریر دلپذیر ایک اور تم کو سناتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے ایک رسالہ بچشم خود دیکھا اور مطالعہ کیا جسکا مصنف مولوی عبد اللہ ..... بہکڑالوی ہیں اور مہتمم اُس کے طبع کرانے کا محمد حسّو تاجر رشیم لاہور مسجد چینیاں ہیں اُن دونوں صاحبوں کی تقریر

کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ تراویح کی نماز کو جماعت سے ادا کریں وہ نہایت درجہ کے بُرے اور مغضوبِ
خدا و رسول ہیں اور مصداق مغضوب علیہم کے ہیں چنانچہ اوّل اُن کی کچھ عبارتیں
بندہ آپ لوگوں کے روبرو پیش کرتا ہے اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز اُن کا ردّ عمدہ
طور پر کرے گا۔ مگر منصف لوگ انصاف فرما کر دادِ حق رسی انعام فرماویں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ
مولوی عبد اللہ چکڑالوی کی عبارت صفحہ ۵۸ میں یہ ہے۔ سوال جبکہ مبتدعین کا یہ حال
ہے تو عمرؓ نے مسجد میں بوقت اوّل شب ایک امام پر لوگوں کو کیوں جمع کیا انتہی مختصراً۔
جواب اس کی دو وجہیں ہیں اوّل آپ پر زید بن ثابت اور ام المومنین عائشہؓ کی
حدیثیں مخفی تھیں جن میں ممانعت کا بیان ہے ورنہ مخالفت اُن کی کیونکر ہو سکتی انتہی
مختصراً۔ اور صفحہ ۵۹ میں آپ یوں دُرّ افشانی کرتے ہیں۔ سوال پنجم پھر حدیث
شریف کے اس حصہ کے کیا معنے ہوں گے کہ میں فرضیت سے ڈرا تھا انتہی۔ جواب کوئی
عبادت ہو عموماً و خصوصاً ہرگز ثابت نہ ہو سکیگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے
خوف فرضیت کے ترک کی ہو اور ثواب حاصل کرنے سے روک دیا ہو الخ الی ان قال اصل
مراد حدیث مذکور کی یہ ہے کہ وہ لوگ بلا اجازت خدا و رسول خود بخود مسجد میں یہ عبادت
کرنی چاہتے تھے۔ اور اس قسم کا امر بدعت ہوتا ہے اور کل بدعت مغضوب عند اللہ
اور باعث شدّت غضب و مقت کے وہ تمہارا اُن پر فرض کر دیتا ہے انتہی کلامہ مختصراً
ملخصاً غایۃ الاختصار۔ اور صفحہ ۶۲ میں فرماتے ہیں کہ مراد اس حدیث سے یعنے مسجد میں
باجماعت شب خیزی کو خدا اور رسول نے متروک اور معاف فرمایا تھا اور کہا کہ تم لوگ اپنے
گھروں میں جا کر نماز پڑھو کیونکہ یہ امر موجب فرضیت و مقت و غضب الٰہی کا ہے انتہی مختصراً
ملخصاً۔ اور صفحہ ۶۳ میں ارقام فرماتے ہیں سوال جامع ترمذی وغیرہ میں ابوذر غفاریؓ
کی حدیث میں ہے فلمّا کانت الخامسۃ قام بنا حتی ذہب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ

قیام لیلۃ فلمّا کانت الثالثۃ جمع اہلہ ونساءہ والناس فقام بنا حتی خشینا ان
یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیۃ الشہر انتہی بقدر الحاجۃ
جواب ان سب حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اوّل زمانہ میں تین روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے جماعت قیام رمضان ثابت ہے بعدہ وہ فعل منسوخ ہو کر متروک ہو گیا اور اسی پر وفات ہوئی
اور فعل مؤخر ناسخ مقدم کا ہوتا ہے اور علیکم بالصّلوٰۃ فی بیوتکم ناسخ ہے پس بلا ریب اظہر
طور پر صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی رات قیام گھروں میں فرادی فرادی سوائے جماعت کے
گیارہ رکعت حسن طور پر کی جاویں کیونکہ باجماعت پڑھنے سے تو غضب رسول کا بیان ہو چکا
حدیث زید بن ثابت والی میں اور اسی حدیث میں بھی یہ حکم صاف ہو چکا ہے فعلیکم بالصلوٰۃ
فی بیوتکم انتہی مختصراً ملخصاً غایۃ الاختصار اور صفحہ ۶۷ میں رقم فرماتے ہیں سوال جس
نماز کا گھروں میں حکم دیا وہ تہجد نماز ہے قیام رمضان اور چیز ہے اس کی ممانعت مسجد میں کس
طرح ہو سکتی ہے انتہی جواب جملہ احادیث سے اظہر طور پر پایا جاتا ہے کہ نماز تہجد ہی مراد ہے
اور ماہ مبارک رمضان میں بھی وہی شب خیزی مراد ہے فقط الخ مختصراً ملخصاً غایۃ الاختصار
اور حضرت عمرؓ کے جماعت فرمانے سے یوں جواب دیا کہ اُن پر احادیث منع کی مخفی رہی ورنہ انتظام
جماعت کا جو بدعت ہے نہ کرتے اور سیاست کے طور پر تھا انتہی مختصراً۔ اور میاں محمد چھوٹو صاحب اپنی
رسالہ کے اخیر میں مولوی محمد صاحب لکھنوی کے خط کے جواب میں یہ ارشاد بطور ہدایت نامہ کے
فرماتے ہیں کہ ہم نماز تراویح اول شب میں مسجد میں باجماعت پڑھنی عدوان ہی میں جانتے ہیں
خواہ گیارہ رکعت ہوں خواہ بیس رکعت کیونکہ ہم لوگ اُن کے ہاتھوں کو پکڑتے ہیں جو لوگ حکم
علیکم بالصّلوٰۃ فی بیوتکم کا تخالف کرتے ہیں الخ انتہی مختصراً ملخصاً غایۃ الاختصار۔
اب اس سے زیادہ عبارات لکھنی اُن دونو صاحبوں کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ لب لباب اور مغز
اُن کی تحریرات کا مع اُن کے ہم مشربوں کے اور خلاصہ اصلی اُن کا یہی ہے جو مرقوم ہوا ہے۔
اب میں اہل علم با انصاف سے سائل ہوں کہ یہ عقائد اُن کے سارے ضلالت اور خیانت فی دین متین

اور ظلمات بعضہا فوق بعض ہیں یا کہ منور بنور نبوت ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ
مقصود اصلی اور ماحصل اُن کی ان تقریرات کا چند امور ہیں آول تراویح نماز بجز تہجد کے
کوئی شرع میں وجود نہیں رکھتی پس اس کی بحث بوجہ اتم میں خود اوّل کر چکا ہوں مفصل طور پر قال
الحافظ ابن حجر فی فتح الباری تحت حدیث زید بن ثابت حتی خشیت علیکم ولو کتب علیکم ما
قمتم به فصلوا ایہا الناس فی بیوتکم انتہی یحتمل ان یکون المخوف افتراض قیام رمضان
خاصة فقد وقع فی حدیث الباب ان ذلک کان فی رمضان وفی روایة سفیان بن
حسین خشیت ان یفرض علیکم قیام هذا الشهر فعلی هذا یرتفع الاشکال لان قیام
رمضان لا یتکرر کل یوم فی السنة فلا یکون قدرا زائدا علی الخمس انتہی کلام ابن حجر مختصرا
لہذا حدیث سفیان بن حسین کی جو زہری سے راوی ہے اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ نماز علاوہ
تہجد کی ہے جس کو ماہ رمضان سے علاوہ خصوصیت کا ہے اسی واسطے آپ نے اضافت کے ساتھ فرمایا
یعنی قیام ہذا الشہر فرمایا اور قیام فی هذا الشهر نہ فرمایا اور تفصیل باقی ادلہ کی اوّل گذر چکی
امر دوسرا یہ کہ حضرت عمر رض کو احادیث منع کی پہنچنے حدیث زید بن ثابت اور ام المومنین عائشہ رض
کی مخفی تھی تو جواب اس کا چند وجہ پر ہے وجہ اوّل یہ کہ ہم اوّل ثابت بسند صحیح کر چکے ہیں کہ حضرت
عمر رض اُن شبوں میں آپ کے ساتھ جماعت میں شریک ہیں بلکہ حضرت عمر رض ہی تھے جنہوں نے آں
جناب کو گھر سے آواز دیکر بلایا وقد مر مفصلا۔ وجہ دوسری یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی
حدیث اگر اور سب صحابہ پر مخفی تھی تو خود ام المومنین پر تو ظاہر تھی حال یہ کہ وہ خود بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے جماعت کے ساتھ ادا کرتی تہیں وقد قال الامام البخاری فی صحیحہ تعلیقا و
کانت عائشة رض یؤمہا عبدہا ذکوان من المصحف انتہی وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری
وصله ابن ابی شیبة قال حدثنا وکیع عن هشام بن عروة عن ابن ابی ملیکة عن عائشة
انہا اعتقت غلاما عن دبر فکان یؤمہا فی رمضان فی المصحف انتہی واخرج امام الائمة
الامام محمد فی کتاب الآثار عن ابراهیم النخعی ان عائشة کانت تؤم النساء فی شهر رمضان

فتقوم وسطا انتہی امر تیسرا یہ کہ تراویح مسجد میں با جماعت بدعت اور اشد منع موجب غضب و
قہر الٰہی ہے پس جواب اس کا چند وجہ پر ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ خود ابو ہریرہ رض رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے حدیث مرفوع روایت فرماتے ہیں یعنی من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما
تقدم من ذنبه قال ابن شہاب فتوفی رسول الله صلی الله علیه وسلم والامر علی ذلک ثم
کان الامر فی خلافة ابی بکر وصدرا من خلافة عمر علی ذلک انتہی اخرجه مسلم فی
صحیحه وغیره فی غیره۔ اور وہی ابو ہریرہ رض روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ابی بن کعب کو جماعت قیام رمضان کراتے دیکھا اور فرمایا اصابوا ونعم ما صنعوا اخرجه
ابو داؤد وقد مر مفصلا واسناده حسن اگر جماعت کا منع فرمانا آپکا واسطے منسوخ کرنے کے
تھا تو ابی بن کعب کی جماعت کو اصابت رای کا نام دینا اور فعل مدح کے ساتھ اس کی مدح کرنی
اس کے کیا معنے وجہ دوسری یہ کہ تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اکثر تابعین
اور تبع تابعین ومن بعدہم جنہوں نے انتظام کر کے مسجدوں میں بندوبست کر کے امام مقرر
کیے اور اس امر کی مدح اور ثنا خوانی فرمائی وہ کون کون ہوئے۔ اب ان کے آثار سعادت اطوار جو اہل
حدیث نے لکھے ہیں کسی قدر بیان کرتا ہوں فقد اخرج البیهقی من طریق عروة ان عمر
اوّل من جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بالرجال وکان تمیم الداری یصلی بالنساء
وفی روایة محمد بن نصر فی ذکر امام النساء سلیمان بن ابی حثمة قال ابن حجر لعل ذلک
کان فی وقتین انتہی کذا نقله الفاضل اللکنوی فی حاشیة الموطا وقال امام الائمة الامام
محمد لا باس بالصلوة فی شهر رمضان ان یصلی الناس تطوعا بامام لان المسلمین قد اجمعوا
علی ذلک ورآوه حسنا وقد روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال ما راه المؤمنون
حسنا فهو عند الله حسن انتہی قلت کلام الامام محمد رح صحیح لا شبهة فیه وخلافه
باطل لا ریب فیه اما قوله ما راه المومنون الخ فصحیح کما بسطناه فی المقدمة الاولی و
للثانیة فان الخلفاء الراشدین والائمة المجتهدین قد حکموا بتحسینه واهتموا به قال

الفاضل اللکنوی فی حاشیۃ الموطا لم یرو عن الصحابۃ فی زمان الخلفاء فمن بعدھم
الانکار علی ذلک بل قد وافقوا عمر رض فی کونہ حسنا و باشروا بہ و امروا واھتموا بہ
فاخرج البیھقی عن السائب کانوا یقومون علی عہد عمر فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ و
اخرج عن عروۃ ان عمر اول من جمع الناس علی قیام رمضان الرجال علی ابی بن کعب و
النساء علی سلیمان بن ابی حثمۃ زاد ابن سعد فلما کان عثمان جمع الرجال والنساء علی
امام واحد سلیمان بن ابی حثمۃ واخرج البیھقی عن شتیرۃ وکان من اصحاب علی انہ کان
یؤمھم فی رمضان فیصلی خمس ترویحات واخرج ایضا انھم کانوا یقومون علی عہد عمر
عشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان وعلی مثلہ واخرج عن عرفجۃ کان علی یامر الناس بقیام
رمضان ویجعل للرجال اماما وللنساء اماما قال عرفجۃ فکنت انا امام النساء وعن ابی
عبد الرحمن السلمی ان علیا دعی القراء فی رمضان رجلا ان یصلی بالناس عشرین رکعۃ
وروی عن علی انہ قال نور اللہ قبر عمر رض کما نور مساجدنا انتہی کلام الفاضل وقال
بعید ھذا وبالجملۃ المواظبۃ التشریعیۃ ثابتۃ من الصحابۃ فمن بعدھم علی حسن اداء
التراویح عشرین رکعۃ بالجماعۃ وان لم یثبت الاجماع الفعلی عن جمیعھم انتہی کلام الفاضل
اب دیکھو کہ جن صحابہ نے امر کیا جماعت کا مثل حضرت عمر اور حضرت علی رض کی اور جو صحابہ امام
مقرر ہوئے مثل تمیم داری اور عرفجہ اور سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہم کی جبکہ یہ حضرات
سب صحابہ ہیں اور قصداً جماعت پہ زور لگایا اور وہ بھی بیس رکعت پر اگر یہ دونو امر بدعت
تھی تو یہ سب صحابہ بلکہ جمیع اصحاب بدعتی ہوئے ولا یقول بہ الا اھل البدعۃ اما
رافضی وخارجی وغیرھما اور اہل مکہ کا اجماع خود امام شافعی فرماتے تھا جیسا عن الترمذی
اور عطا وغیرہ کا قول کہ اسپر اجماع ہوا وہ بھی گذر چکا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ سے آجتک حرمین شریفین زادھما اللہ تشریفا میں اور باقی بلاد مشہورہ بالخیر مثل شام
وغیرہ کی اجتماع کرکے مسجدوں میں جماعت سے یہ صلاۃ تا برکات ادا ہوتی چلی آئی ہے اور

اول کتاب میں مقدمہ میں گذر چکا کہ جو بات خلاف اجماع ہو وہ سراسر گمراہی اور ضلالت
ہے لہذا جو شخص جماعت تراویح کو یا کہ بیس رکعت کو گمراہی کا حکم لگاوے وہ شخص نہایت
بدذات کمینہ اور گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے بلکہ اسپر وہ احادیث جو کہ خارق اجماع پر وارد ہیں
بعینہٖ صادق آتی ہیں اُس کے نزدیک سب صحابہ اور قرون مشہود لہم بالخیر گمراہ ہوے
اب یہ شخص خارجی اور رافضی ہونے سے ہرگز خالی نہیں ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط
مستقیم رہا یہ امر کہ پھر اُن احادیث کے کیا معنے کہ جن میں وہ لوگ غلط فہمی سے مغالطہ
کرکے جماعت کو مسجد میں منع اور منسوخ سمجھے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ انکی دلیل عمدہ
سے عمدہ چند امور ہیں اول یہ کہ لفظ فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم الخ دوسری تین
رات جماعۃ کرکے پھر ترک کرنا گویا منسوخ کر دیا تیسری یہ کہ صحابہ رض خود بخود یہ امر اختراع
کرکے بے حکم شارع کے آپ کے پیچھے نماز کرنے لگے اور یہ وضع جدید تھی اور وہ بدعت
ہوتی ہے کما لا یخفی اب یہ امور دیکھ کر مخالف کو مغالطہ ہوا ہے کہ جماعت منع ہے مگر
اہل علم نے ان سب امور کا جواب دیکر سنیت جماعت کا مسجد میں ثبوت عمدہ طور پر کرکے
سب احادیث کو مطابق کر دیا ہے قال الامام الطیبی فی شرح المشکوٰۃ قول عمر بن
الخطاب نعمت البدعۃ ھذہ الخ یرید صلوۃ التراویح فانہ فی حیز المدح وفیہ
تحریض علی الجماعۃ المندوب الیھا وان کانت لم تکن فی عہد ابی بکر فقد صلاھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما قطعھا اشفاقا من ان تفرض علی امتہ وکان عمر
ممن نبہ علیھا وسنھا علی الدوام فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیمۃ انتہی
کلام الطیبی وقال الفاضل اللکنوی فی حاشیۃ الموطا فی شرح حدیث عائشۃ
تحت قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یمنعنی ان اخرج الیکم الخ ظاھرہ انہ صلعم کان یحب
ان یصلی بالناس فی لیالی رمضان علی الدوام ولم تمنعہ الا الخشیۃ ان یفرض
علی صلوۃ ... المواظبۃ الحکمیۃ ... وان لم توجد المواظبۃ الحقیقیۃ ...

مدل دالسنیة المواظبة مطلقاً فیکون قیام رمضان سنة مؤکدة وبهذا یجتمع
یثبت استنان التراویح فی جمیع اللیالی انتہی ملخصاً مختصراً وقال الامام الباجی
فی شرح قوله صلی اللہ علیہ وسلم الا انی خشیت ان یفرض علیکم الخ قال القاضی ابو [illegible]
یحتمل ان یکون قد اوحی الیہ انہ ان واصل ہذہ الصلوۃ معہم فرضہا علیہم
ویحتمل انہ ظن ان ذلک سیفرض علیہم لما جرت عادتہ بان ما داوم علیہ علی
وجہ الاجتماع من القرب فرض علی امتہ ویحتمل ان یرید بذلک انہ خاف ان
یظن احد من امتہ بعدہ اذا داوم علیہ وجوبہا انتہی کلام الباجی حاصل کلام کا یہ
ہے کہ بخوف فرضیت جماعت سے آپ نے جماعت ترک فرمائی مگر غرض آپ کی سنیت ادا
بالجماعت تھی اسی واسطے ترغیب فرمائی کہ جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے تمام شب کے قیام
کا درجہ ہے اور جب آپکی وفات شریف ہو چکی اور فرضیت کا خوف نہ رہا لہذا اصلی غرض آپکی
جو سنیت جماعت کی تھی وہ اپنے موقع پر بجائے خود باقی رہے اور یہ جواب سب محدثین
اور فقہا نے دیگر احادیث کو مطابق کر دیا ہے کما فی کتب القوم[1] اور وہ جو چکڑالوی
نے فرضیت کے خوف کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ لوگ خود بخود بلا اجازت خدا و رسول یہ عبادت
مسجد میں کرنی چاہتے تھے الخ پس یہ جواب اس کا کیسا لغو اور سرقہ بازی ہے اور بطلان اس کا
دو وجہ سے ہے وجہ اول یہ کہ خود حدیث میں اس کو قیام تمام شب کا اجر فرمایا اگر یہ اُن کا
اجتماع رہبانیت کے طور پر بدعت تھا تو اس قدر اجر عظیم کا وعدہ فرمانے کے کیا معنے یعنے
جبکہ صحابہؓ نے درخواست کی لو نفلتنا قیام ہذہ اللیلة تو آپنے جواب میں فرمایا ان الرجل
اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام لیلة انتہی کذا اخرجه الترمذی عن ابی ذر
وجہ دوسری یہ کہ اُن لوگوں کو جماعت کے واسطے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً و
ارادةً جمع کرکے سحور تک قیام فرمایا چنانچہ اُسی حدیث ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ میں ترمذی کی روایت
میں یہ لفظ وارد ہے فلما کانت الرابعة لم یقم بنا حتی بقی ثلث اللیل فلما کانت الثالثة

جمع اہلہ ونساءہ والناس حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال
السحور انتہی بقدر الحاجة اور خود چکڑالوی نے اس حدیث کو صفحہ ۶۶ میں نقل کر کے
بتقریر یہ فرمائی ہے کہ اول زمانہ میں تین روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جماعت قیام
رمضان ثابت ہے انتہی۔ اب اس جگہ پر صحابہ کا اختراعی فعل بتاتے ہیں فانسی ہذا
ما قدمت یداہ ثم اور وہ جو چکڑالوی صاحب نے مفوہ کیا ہے کہ فعل مؤخر فعل
مقدم کا ناسخ ہوتا ہے انتہی تو یہ کلیہ اس کا غلط ہے کیونکہ بہت سے افعال مسنون
ہیں اور اُن کو گاہے گاہے واسطے رفع حرج کے ترک فرمایا ہے اس باب میں بھی یہ
بات ہے کہ جو جماعت سے ادا کرے اُس کو ترغیب فرمائی کہ تمام شب کے قیام کا اجر ہے اور
واسطے رفع حرج کے کہ مبادا فرض ہو جاوے ترک فرمائی فجاء الحق وزہق الباطل ان
الباطل کان زہوقاً سبحان اللہ جب مولوی چکڑالوی صاحب اور مولوی [illegible]
جیسے خام اور بے علم لوگ محدث قرار دیئے گئے اور ائمہ اربعہ اور متبعین ان کے بلکہ صحابہ و
تابعین ناواقف علم حدیث کے مسلم ہوئے تب ہی یہ ظلم اور اندھیر پڑ گیا کبرت کلمة تخرج
من افواههم ان یقولون الا کذبا۔ بھائیو اسی قسم کے خام خیال خودرائے لوگوں نے تمام
دنیا کا دین برباد کردیا ہے تم لوگوں کی بہبودی اوسی تقلید مذہب معین میں ہے ورنہ
مدعی تمسک بآیت وحدیث تو تہتر فرقہ ہے اور حال یہ کہ جنتی اُن میں سے ایک ہی ہے
باقی سب ناری ہیں اور وہ جنتی فرقہ[1] بھی چار مذاہب معینہ ہے بغیر اُن کا کہنا قاضی ثناء اللہ
محدث پانی پتی نے تفسیر مظہری میں بیچ تفسیر قول باری تعالیٰ کے قل یا اہل الکتاب
تعالوا الی کلمة الآیة وانما قلت فی العمل بالحدیث ان یکون ذلک الحدیث قد

[1] حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ بہت تہتر فرقہ ہونگے سب دوزخی ایک جنتی اُن کی علامت فرمائی
ایک جنتی ہیں ما انا علیه واصحابی اور دوسری میں فرمایا ہے وهی الجماعة اب مجموعہ ان امور کا مقلدین میں [illegible]
ہے [illegible] غیر مقلدین [illegible] مذہب صحابہ [illegible]

ذهب اليه احد من الائمة الاربعة كيلا يلزم العمل على خلاف الاجماع فان
اهل السنة قد افترق بعد القرون الثلاثة او الاربعة على اربعة مذاهب ولم
يبق فی فروع المسائل سوی هٰذه الاربعة فقد انعقد الاجماع المركب على بطلان
قول يخالف كلهم وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تجتمع امتی على الضلالة
وايضًا لا يحتمل ان يكون مختفيا عن الاربعة وعن اكابر العلماء من تلامذتهم
فتركهم العمل بحديث دليل على كونه منسوخًا او ماؤلا انتہیٰ اس کے علاوہ بہت
کتب میں یہ مسئلہ مرقوم ہے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس مقام پر بندہ سب کو ایک فائدہ
جلیلہ بیان کرتا ہے جس سے چند مطالب حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم سابق حدیث
صحیح مسلم کی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کر چکے جس کا تتمہ یہ تھا فصلّی صلوٰۃ لا
یصلیها عندنا الحدیث یعنی کچھ نماز آپ نے صحابہ کے ساتھ ادا کی اور کچھ گھر میں اور نیز روایت
کیا اُس کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور اس کے آخر میں یوں لفظ وارد ہے فدخل منزله
فصلّی صلوٰۃ لم یصلّها عندنا قال فلما اصبحنا قال قلنا افطنت بنا اللیلة قال نعم
فذاك الذی حملنی علی الذی صنعت الحدیث یہ الفاظ ثابت بن اسلم نے انس رض سے روایت
کیے ہیں اور دوسری جگہ پر ثمامہ بن عبد اللہ بن انس بن مالک کی روایت میں انس رض سے یوں لکھا
ہے عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج الیهم فی رمضان فخفف بهم ثم دخل فاطال ثم
خرج فخفف بهم ثم دخل فاطال فلما اصبحنا قلنا یا نبی الله جلسنا اللیلة فخرجت الینا
فخففت ثم دخلت فاطلت قال من اجلكم انتہیٰ اور دوسری جگہ اُسی ثمامہ بن عبد اللہ کی
سے روایت کیا ہے اُس میں لفظ یہ ہے قالوا یا رسول الله صلّیت فجعلت تطیل اذا دخلت
وتخفف اذا خرجت قال من اجلكم ما فعلت انتہیٰ اور دوسری جگہ یوں وارد ہے
کی روایت میں انس رض سے ففعل ذٰلك مرارا كل ذٰلك يصلی وينصرف قالوا یا رسول
الله صلينا معك البارحة ونحن نحب ان تمدّ فی صلاتك فقال قد علمت بمكانكم

فعلت ذٰلك انتہیٰ یعنے آپ نے چند بار یوں کیا کبھی اُن کے ساتھ جماعت کرتے اور کبھی
خود اکیلے گھر میں جا کر ادا فرماتے اور دوسری جگہ پر اُسی ثمامہ بن عبد اللہ کی سند سے یوں
روایت کیا ہے عن انس بن مالك ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اتوه ليلة
فی رمضان فصلّی لهم فخفف ثم دخل فاطال الصلوٰة ثم خرج ..... فصلّی بهم ثم
دخل فاطال الصلاة ففعل ذٰلك مرارًا الحدیث انتہیٰ ان مواضع کے علاوہ بھی یہ حدیث
امام احمد رح نے روایت فرمائی ہے جس سے چند فوائد حاصل ہوئے **فائدہ** اول یہ کہ جماعت
سے گذارنا اس نماز کا ثابت ہوا اگر جماعت منع ہوتی تو آپ کیوں کرتے البتہ تخفیف اس لئے
کی کہ جماعت کو مؤکد طور پر تاکید نہ فرمائی تو کہ جماعت سے ادا کرنا فرض نہ ہو جائے جیسا کہ سابق
میں ہم مفصل بیان کر چکے۔ فائدہ دوسرا یہ کہ جبکہ آپ نے چند بار اس طرح کیا کہ کبھی آپ جماعت
کرتے اور کبھی گھر میں جا کر ادا کرتے چنانچہ لفظ مرارًا کا راوی نے ذکر کیا ہے اور بجہ اس کی
تعیین نہ کی تو اب حصر کرنا آٹھ رکعت میں اس کی کوئی وجہ معقول نہیں بن سکتی۔ فائدہ تیسرا یہ کہ
حدیث جابر رض کی سے جو آٹھ رکعت جماعت سے ثابت ہیں اور حدیث ابن عباس رض کی بیس رکعت
بلا جماعت ثابت ہیں تو دونوں میں تطبیق ہوگئی کہ کچھ جماعت سے ادا کی جو کہ جابر رض نے
ذکر کیا اور باقی بلا جماعت جو کہ ابن عباس رض نے ذکر کیا تو مجموعہ ملکر بیس ہو جاویں تو ممکن ہے
گو کہ دونوں کی حدیث میں بحث اور کلام ہے جو گذر چکا بلکہ اجماع صحابہ رض کا بیس پر اس کا
عمدہ طور پر مؤید ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ جابر رض کی حدیث میں آٹھ رکعت جو وارد ہیں
وہ دفعی طور پر جو جماعت سے گذاری وہی بیان کیا اور ابن عباس کی حدیث میں بیس رکعت
بلا جماعت مذکور ہے تو اگر دونوں میں مطابقت کیجائے تو ابن عباس کی حدیث میں
بلا جماعت کے کیا معنے تو جواب اس کا یہ ہے کہ ابن عباس رض کی حدیث بقاعدہ للاکثر حکم الکل کے باب
سے ہو یعنے جبکہ اکثر رکعات بلا جماعت گذاری اور کم رکعات جماعت کے ساتھ تو اس واسطے

مطابقت ہوگئی اور اگر ابن حجر مکی اور کرمانی اور رافعی کا دعویٰ درست ہوجائے وہ تین شب
جو حضرتؐ نے جماعت سے گذاری ہیں تھی تو سب بلکہ عمدہ طور پر سنت جماعت کا مذہب ثابت
ہوجاویگا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ واھل بیتہ وازواجہ امہات المؤمنین اجمعین
برحمتک یا ارحم الراحمین ○

احسن الکلام فی مسئلۃ الوتر

سوال اوّل

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حنفی مذہب میں جو
وتر نماز کو تین رکعت پڑھتے ہیں اس کی کیا دلیل ہے۔

جواب

صحیح بخاری وصحیح مسلم اور موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہم اہل حدیث
.... نے سند صحیح سے روایت کیا ہے عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ
سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان
قالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا
تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم
یصلی ثلاثا قالت فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی
تنامان ولا ینام قلبی انتہیٰ اس[1] حدیث صحیح سے جو اعلیٰ درجہ صحت کا رکھتی ہے صراحۃً
تین رکعت وتر نماز ثابت ہوتی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

سوال دوم

حنفی مذہب میں جو دو رکعت وتر کے بعد قعدہ کرتے ہیں اور بغیر سلام کے کھڑے ہوکر
تیسری رکعت شفعہ اول کے ساتھ منضم کرتے ہیں تو اس سلام دینے کی ان کی کیا دلیل ہے۔

جواب

وہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو کہ اعلیٰ درجہ صحت سند کا رکھتی ہے فقد
اخرج امام الائمۃ الامام محمد فی الموطا اخبرنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن
زرارۃ بن اوفی عن سعد بن ہشام عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان لا یسلم فی رکعتی الوتر واخرج الحاکم وصححہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر
بثلاث لا یسلم الا فی اٰخرہن وفی روایۃ لا یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر انتہیٰ کذا
نقلہ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ وکذا الحافظ ابن حجر فی تخریجہ المذکور اب واضح
ہوگیا کہ حدیث اول میں جو کہ بخاری مسلم وغیرہما کی ہے لفظ ثم یصلی ثلاثا کے معنے یہ ہیں کہ وتر کے
بیچ کے تشہد میں سلام نہ فرماتے لہذا تینوں امور ثابت ہوچکے یعنے رکعت تین اور ایک سلام اور دو
تشہد ورنہ اگر قعدہ اول نہ تھا تو سلام بدرجہ اولیٰ نہ تھا پھر سلام کی نفی سے کیا فائدہ اور نیز صحیح بخاری
وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن صلوٰۃ اللیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ الحدیث
اور مسلم کی روایت میں ہے قال عقبۃ بن حریث قلت لابن عمر ما معنی قولہ مثنیٰ مثنیٰ قال
تسلم من کل رکعتین انتہیٰ کذا نقلہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری اور ظاہر ہے کہ لفظ مثنیٰ مثنیٰ
اور لفظ تسلم من کل رکعتین کو قعدہ لازم ہے البتہ اس کا عکس جائز ہے کہ قعدہ ہو اور سلام نہ ہو
جیسا کہ بیچ کے قعدہ کا حکم ہے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عدم سلام تو ثابت ہے
اور حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بعد دو رکعت کے قعدہ بھی ثابت ہے مگر لفظ تسلم من کل رکعتین کا

---

[1] اس حدیث کو نسائی نے بہت سندوں سے روایت کیا ہے اور نیز باقی ائمہ نے اور اعلیٰ درجہ صحت کا رکھتی ہے
کذا فی کتب القوم ۱۲ منہ [2] اور پوری حدیث یوں ہے فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ توتر لہ ما قد صلی
انتہیٰ اور کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فی روایۃ الشافعی وعبد اللہ بن وھب ومکی بن ابراھیم
ثلاثتہم عن مالک فلیصل رکعۃ ھکذا اخرجہ الدارقطنی بصیغۃ الامر انتہیٰ قلت واخرجہ

حدیث حضرت عائشہ رض کو مخالف اور مستدل کو مضر ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ لفظ تسلم
من کل رکعتین کا راجع طرف ہر شفعہ کی نہیں بلکہ فقط شفعات اوائل کی طرف راجع ہے
یعنی ہر شفعہ کے بعد قعدہ اور سلام چاہیے۔ اب رہا شفعہ اخیرہ تو ہم کہتے ہیں کہ اس شفعہ میں
سلام نہ دینا چاہیے دلیل اس کی حدیث اوی عبداللہ بن عمر رض کی ہے جس کو امام بخاری نے
صحیح بخاری میں روایت کیا ہے باب ما جاء فی الوتر میں اور وہ حدیث یہ ہے عن
عبدالرحمن بن القاسم عن ابیہ عن عبداللہ بن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ فاذا اردت ان تنصرف فارکع رکعۃ توتر لک ما صلیت
انتہیٰ اب اس حدیث صحیح میں لفظ فاذا اردت ان تنصرف صریح دال ہے اس بات پر کہ
اس شفعہ اخیر کا حکم شفعات متقدمہ کا سا نہیں کیونکہ ان میں تسلم من کل رکعتین نص ہے
کہ ہر شفعہ کے بعد سلام ہے اور اس شفعہ کے وقت شارع علیہ السلام نے لفظ اردت کا فرمایا ہے
یعنے ابھی تک انصراف نہیں ہوا بلکہ ارادہ کیا مصلّی نے کہ انصراف کرے تو ایک رکعت اس
شفعہ کے ساتھ منضم کرے تو ارادہ انصراف کو نفس انصراف مخالف ہے لہٰذا لفظ تسلم من
کل رکعتین اور لفظ مثنیٰ مثنیٰ دونوں کو تشہد لازم ہے اور شفعہ اول کو بسبب لفظ فاذا
اردت ان تنصرف کے تشہد لازم اور سلام مخالف ہے بناءً علیہ وتر نماز کے واسطے تین
امور ثابت ہو چکے یعنی رکعات اس کی تین از روے حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رض کے اور
عدم سلام قعدہ اول میں اسی حدیث کے رو سے اور قعدہ اولیٰ بموجب حدیث عبداللہ بن
عمر رض کے اور عدم سلام تشہد اول میں اور رکعت تین اسی حدیث کے رو سے ہوں اس تقریر
پر تمام طرق حدیث اور الفاظ اور اسانید سب کے سب منطبق اور موافق ہوئے اور کچھ خلاف
نہ رہا اور یہی مذہب حنفی ہے اور یہی صحیح ہے وھو المطلوب وللّٰہ الحمد اولاً و اخراً
و ظاھراً و باطناً اور نسائی رحمہ اس حدیث کی شرح کے واسطے مستقل باب منعقد
[illegible]

یہی حدیث روایت فرمائی ہے صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ فاذا اردت ان تنصرف فارکع
بواحدۃ توتر لک ما قد صلیت انتہیٰ غرض نسائی کی یہ ہے کہ وتر برکعت واحد
کے یہ معنے ہیں کہ رکعت اخیرہ شفعہ اخیرہ کے متصل ہو نہ جدا اس سے واللہ اعلم بالصواب
حدیث دوسری اسی حضرت عائشہ رض کی ہے اخرج اصحاب السنن الاربعۃ وابن
حبان والحاکم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الرکعۃ
الاولیٰ من الوتر بفاتحۃ الکتاب وبسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیۃ بقل یا ایھا
الکفرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد والمعوذتین وقال الحاکم صحیح علی شرط
البخاری ومسلم انتہیٰ قلت وقد اخرجہ الطحاوی عن ابن عباس وعلی وعمران
ابن حصین وکذا اخرج الترمذی والنسائی وابن ماجہ کذا نقلہ الزیلعی وابن حجر فی
تخریجہما لاحادیث الھدایۃ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صراحۃً تین
رکعات وتر کا جدا جدا بیان فرمایا ہے مع قراءۃ اور عدد اور ترتیب کے۔ اگر کوئی اعتراض
کرے کہ دارقطنی کی روایت میں اسی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں وارد ہے
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الرکعتین یوتر بعدھما بسبح اسم ربک الاعلیٰ
وقل یا ایھا الکفرون ویقرأ فی الوتر بقل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق و
قل اعوذ برب الناس انتہیٰ اب اس حدیث میں صریح ہے کہ تیسری رکعت کو وتر قرار
دیا ہے لہٰذا یہ حدیث مذہب حنفی کو مفید نہ ہوئی بلکہ مضر ہوئی کیونکہ دو رکعت ذکر کرکے بعد
میں تیسری رکعت کو شفعہ اول سے جدا ذکر کیا تو اس کو شفعہ اول سے کچھ علاقہ نہ رہا۔
تو جواب اس کا یہ ہے کہ مخالف نے تین رکعت اور بیچ کا قعدہ تو مسلم رکھا اور فی الواقع یہ دو
امر اس صورت کو لازم ہیں مگر اتصال رکعت تیسری کا اور انفصال اس کا شفعہ اول سے
تو واضح ہو کہ دارقطنی کی حدیث جو مخالف نے نقل کی ہے وہ انفصال میں نص نہیں محتمل
التاویل ہے اور یہ حال یہ کہ دوسری سند صحیح سے اسی حدیث میں تصریح کے طور وارد ہے کہ

وہ رکعت تیسری متصل تھی فقد اخرج النسائی من حدیث ابی بن کعب نحو حدیث عائشہ
وابن عباس وفی آخرہ ولا یسلم الا فی آخرهن ویقول بعد التسلیم سبحان الملک
القدوس ثلاثا انتہی آب اس حدیث کے اس طریق میں عدم سلام ثابت ہوا اور حضرت
عائشہ رض کے طریق سے تین رکعت اور بیچ کا قعدہ دونوا ثابت ہوئے لہذا مجموعہ تینوں امور
کا یعنے تین رکعت اور بیچ کا قعدہ اور ایک سلام ان سب کا ثبوت خود مخالف مان چکا وھو
المطلوب واللہ اعلم بالصواب تیسری حدیث اوسی حضرت عائشہ رض کی ہے اخرج الدارقطنی
من طریق سعد بن هشام عن عائشة رضی الله عنها قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
وتر اللیل ثلاث کوتر النهار صلوة المغرب انتهی اور اسکا ایک شاہد ہے حدیث عبد اللہ
ابن مسعود رض کی فاخرج الدارقطنی من طریق الاعمش عن مالک بن الحارث عن عبد الرحمن
ابن یزید النخعی عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وتر اللیل
ثلاث کوتر النهار صلوة المغرب انتهی واخرج ابن ابی شیبة من حدیث عبد الله بن عمر
مرفوعا قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة المغرب وتر النهار فاوتروا صلوة
اللیل قال العراقی سنده صحیح کذا نقله الفاضل اللکنوی فی حاشیة الموطا آب اس سے
زیادہ تصریح کیا درکار ہے کیونکہ وتر نماز کو مغرب کے ساتھ تین ہونے کے باب میں تشبیہ تام
فرمائی اور وہ تب درست ہو جبکہ تینوں ہو کو شامل ہو۔ لہذا اب جو شخص تین رکعت وتر بے اصل
جانے اسکا قول سراسر باطل اور دعوی اسکا محض کذب ہے اور جو شخص یوں کہتا ہے کہ رکعت
تین مسلم ہیں مگر بیچ کا قعدہ ثابت نہیں اوس کی بات بھی خام ہے کیونکہ اول تو کون سی
نماز ہے جس کے واسطے بیچ کا قعدہ ثابت نہیں بایں طور کہ شارع نے دو رکعت کے بعد قعدہ مقرر
نہیں کیا بجز وتر کے کوئی نظیر اس کی ضرور بیان کرنی چاہیے دوسری وجہ یہ کہ صلوة اللیل
مثنی مثنی کے کیا معنے اور جو شخص یوں کہتا ہے کہ وتر نماز کی تینوں رکعت مسلم اور دو تو قعدہ
بھی مسلم مگر قعدہ اولی میں سلام دیکر تیسری رکعت ادا کرنی چاہیے تو یہ قول بد جہ اولی نہایت

خام ہے دو وجہ سے وجہ اول یہ کہ شارع نے وہ کون سی نماز مقرر فرمائی ہے کہ جس کے واسطے
دو سلام ادا کرکے نماز ایک ہی قرار دی ہو مخالف کو لازم ہے کہ اس کی کوئی نظیر وتر کے علاوہ
بیان کرے۔ وجہ دوسری یہ کہ لفظ لا یسلم الا فی اخرهن اوس کے کیا معنے۔ وجہ تیسری یہ کہ
شارع نے سلام کو خارج کنندہ نماز سے مقرر کیا ہے جس کے مقابلہ میں تکبیر کو داخل کنندہ نماز
میں مقرر رکھا ہے لہذا جبکہ دو رکعت ادا کرکے سلام دیا تو نماز سے خارج ہو چکا تو اب تیسری
رکعت کو شفعہ اول سے کچھ علاقہ نرہا اب اوس کی بنا شفعہ اول پر کب جائز ہے فقد
اخرج الترمذی وابو داود وابن ماجة والطحاوی وغیرهم عن علی بن ابی طالب
قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مفتاح الصلوة الطهور وتحریمها التکبیر و
تحلیلها التسلیم قال الترمذی هذا الحدیث اصح شیء فی هذا الباب انتهی واخرج
الترمذی وابن ماجة عن ابی سعید الخدری مثله واخرج الدارقطنی والطبرانی عن
عبد الله بن زید مثله واخرج الطبرانی فی معجمه الکبیر عن ابن عباس مثله کذا نقله الزیلعی
وابن حجر فی تخریجهما لاحادیث الهدایة واللہ اعلم اور اگر مخالف شخص سلام کو خارج
قرار نہ دے تو اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں اول یہ کہ باقی اور نمازوں میں بھی اسکو
خارج کنندہ نہ مانے اور اگر مانے تو فرق کی وجہ کسی حدیث سے بیان کرے کہ وتر نماز میں سلام
خارج کنندہ از نماز نہیں اور دوسری نمازوں میں ہے وجہ دوسری یہ کہ اس کی تقریر پر
بنا کرتے تکبیر کو تحریم نہ ماننا چاہیے کیونکہ جب دونوں میں تقابل ہے یعنی تکبیر کو تحریم فرمایا اور
سلام کو تحلیل قرار دیا تو اب آپ کو مسلم رکھنا ایک اور دوسری کو ضائع کرنا بلا درود حدیث تحکم
ہے تحکم اور دعوی بلا دلیل ہے پس صحیح اور معمول بہ یہی مذہب حنفی ہے اور یہی قوی ہے
وہی مذہب فقہاء سبعہ مدینہ اور جمہور صحابہ وتابعین کا ہے فقد اخرج الامام ابو جعفر الطحاوی
فی شرح معانی الآثار عن عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ابیه قال اثبت عمر بن عبد العزیز
الوتر بالمدینة بقول الفقهاء ثلاثا لا یسلم الا فی آخرهن انتهی واخرج عنه عن سعید بن

المسيب وعروة بن الزبير والقاسم بن محمد وابي بكر بن عبد الرحمن وخارجة بن
زيد وعبيد الله بن عبد الله وسليمان بن يسار في مشيخة سواهم اهل فقه وصلاح
وربما اختلفوا في الشيء فاخذوا بقول اكثرهم وافضلهم رأيا فكان مما وعيت عنهم
على هذه الصفة ان الوتر ثلاث لا يسلم الا في آخرهن انتهى واخرج ابن ابي شيبة
عن الامام الحسن البصري قال اجمع المسلمون على ان الوتر ثلاث لا يسلم الا في آخرهن
انتهى واخرج الطحاوي عن ثابت البناني قال صلى بي انس بن مالك الوتر انا عن يمينه
وام ولده خلفنا ثلاث ركعات لم يسلم الا في آخرهن انتهى واخرج عن انس ايضا انه
قال الوتر ثلاث ركعات انتهى واخرج عن المسور بن مخرمة قال دفنا ابا بكر فقال
عمر اني لم اوتر فقام فصففنا وراءه فصلى بنا ثلاث ركعات لم يسلم الا في آخرهن انتهى
كلامه اور قياس كے موافق بهى يهى مذهب حنفى هے قال الامام الطحاوي في شرح معاني
الآثار ثم اردنا ان نلتمس ذلك من طريق النظر فوجدنا الوتر لا يخلو اما ان يكون فرضا
او سنة فان كان فرضا فانا لم نر شيئا من الفرائض الا على ثلاثة اوجه فمنه ما هو
ركعتان ومنه ما هو اربع ركعات ومنه ما هو ثلاث وكل قد اجمع ان الوتر لا يكون
اثنتين ولا اربعا فثبت بذلك انه ثلاث واما اذا كان سنة فانا لم نجد شيئا من
السنن الا وله مثل في الفرض من ذلك الصلوة منها تطوع ومنها فرض ومن
ذلك الصدقات لها اصل في الفرض وهو الزكوة ومن ذلك الصيام وله اصل في
الفرض وهو صيام شهر رمضان وما اوجب الله عز وجل من الكفارات ومن ذلك
الحج يتطوع به وله اصل في الفرض وهو حجة الاسلام ومن ذلك العمرة يتطوع بها
ووجوبها فيه اختلاف سنبينه في موضعه ان شاء الله ومن ذلك العتاق له اصل
في الفرض وهو ما فرض الله عز وجل في الكتب من الكفارات والظهار فكانت هذه
الاشياء كلها يتطوع بها ولها اصول في الفرض فلم نر شيئا يتطوع به الا وله

اصل في الفرض وقد رأينا اشياء هي فرض ولا يجوز ان يتطوع بها منها الصلوة على الجنازة
وهي فرض ولا يجوز ان يتطوع بها ولا يجوز لاحد ان يصلي على الميت مرتين يتطوع
بالآخر منهما فكان الفرض قد يكون في شيء ولا يجوز ان يتطوع بمثله ولم نر شيئا ان
يتطوع به الا وله مثل في الفرض منه اخذ وكان الوتر يتطوع به فلم يجز ان يكون
كذلك الا وله مثل في الفرض والفرض لم نجد وترا الا ثلاثا فثبت بذلك ان الوتر
ثلاث هذا هو النظر وهو قول ابي حنيفة وابي يوسف ومحمد انتهى كلام الطحاوي
اور اہل حدیث کا قاعدہ ہے کہ وقت تعارض احادیث کے اس کو ترجیح ہوتی ہے جو حدیث کہ
موافق قیاس کے ہو قال الحافظ ابو بكر الحازمي في كتاب الناسخ والمنسوخ من جملة الترجيحات
ان يكون احد الحديثين موافقا للقياس دون الآخر فيكون العدول عن الثاني الى
الاول متعينا انتهى مختصرا كذا نقله الامام الزيلعي في تخريج احاديث الهداية
اور یہ قاعدہ بہت سے ائمہ دین نے پسند کیا ہے چنانچہ امام زیلعی اور امام عینی وغیرہما نے [illegible]
یہی مذہب حنفی کو ترجیح دیتا ہے بلکہ بعض ائمہ دین نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ وتر نماز
تین رکعت ایک سلام سے ہونی چاہیے جیسا کہ نص کی ہے بعض تابعین نے ان میں سے ہیں
امام حسن بصری اور ابو الزناد جیسا کہ ان کے آثار گذر چکے اور قاسم بن محمد نے بھی یہی دعوی کیا
ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ان کا اثر موجود ہے اور صدیق اکبر کے دفن کے وقت تمام صحابہ
اور تابعین جو موجود تھے اور حضرت عمر رض نے جماعت وتر کی فرمائی اور تین رکعت بیک سلام
ادا کیے اور کسی نے خلیفہ راشد عمر رض پر انکار نہ کیا اور راوی اس اثر کا جو کہ مسور بن مخرمہ
ہے وہ خود صحابی ہے اگر تین وتر بیک سلام مسنون نہ تھے تو یہ لوگ سب کیوں سکوت
کرتے پس ثابت ہوا کہ یہی سنت نبوی ہے اور وہی مجمع علیہ ہے فان السكوت في معرض
البيان بيان لہذا اجماع وسنت دونو متفق ہوئے اس بات پر کہ وتر اسی طرح ہے جس طرح
کہ مذہب حنفی ہے اور کہا شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں وهو قول عمر وعلي و

مسعود وابی بن کعب وانس بن مالک وابن عباس وابی امامة وحذیفة وعمر بن
عبدالعزیز وفقہاء السبعة وسعید بن المسیب انتہی آپ اس قسم کے مدلل اور صحیح
مسئلہ کو جو شخص بے اصل قرار دیکر اُسکو ترک کرے اور خواہ مخواہ اُس کی ترک پر سعی اور کوشش
کرے پس وہ شخص نہایت درجہ کا متعصب اور بے دین ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ واہل بیتہ اجمعین
اما بعد پس یہ رسالہ ہے مسمی بہ تنبیہ اہل العصر فی اداء رکعتی الفجر اور اس میں دو فصل ہیں. فصل اول
بیچ بیان ادائی سنت فجر کے بعد اقامت فرض کے واضح ہو کہ ادا کرنا سنت فجر کا بعد تکبیر اور اقامت
فرض کے اس میں علما کا اختلاف ہے. مگر مذہب حنفی میں اسکی تفصیل یوں ہے. کہ اگر مصلی
کو اعتماد ہے. کہ سنت ادا کرکے ایک رکعت امام کے ساتھہ پا سکیگا تو سنت ادا
کرکے جماعت میں شامل ہو جاوے. مگر بشرطیکہ روبرو جماعت کے ادا نہ کرے
کہ مکروہ اور منع ہے. ورنہ جماعت میں شامل ہو جاوے. قال فی الھدایة ومن انتہی
الی الامام فی صلوة الفجر وہو لم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان تفوتہ رکعة ویدرک الاخری یصلی
رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل لانہ امکنہ الجمع بین الفضیلتین وان خاف فوتہما دخل مع الامام
لان ثواب الجماعة اعظم والوعید بالترک الزم بخلاف سنة الظہر حیث یترکہا فی الحالین لانہ یمکنہ
اداوہا فی الوقت بعد الفرض ہو الصحیح انتہی. یعنی کہا صاحب ہدایہ نے کہ جو شخص پہنچا طرف
امام کے نماز فجر میں اور اُس نے نہیں پڑھی دو رکعت فجر کی اگر خوف کرتا ہے. کہ فوت
ہوگی ایک رکعت اور پالیگا رکعت دوسری تو وہ پڑھے دو رکعت فجر کی نزدیک دروازہ
مسجد کے [illegible]

خوف کرتا ہے فوت ہونیکا تو داخل ہو جاوے ساتھہ امام کے کیونکہ ثواب جماعت کا بڑا ہے
اور عذاب اُسکے ترک کا زیادہ لازم ہے. بخلاف سنت ظہر کے کیونکہ اونکو دونوں حالتون
میں ترک کرے کیونکہ ممکن ہے اوسکو ادا کرنا اونکا وقت میں بعد فرض کے اور یہی صحیح ہے
انتہی قال الامام ابن الہمام فی فتح القدیر قولہ وان خشی فوتہما الخ الحاصل انہ اذا امکنہ الجمع بین
فضیلتین ارتکب والا رجح فضیلة الفرض بجماعة اعظم من فضیلة رکعتی الفجر والوعید علی ترک الجماعة
الزم منہ علی ادا رکعتی الفجر انتہی مختصر الملخصا - اور کہا امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں کہ قول صاحب
ہدایہ کا کہ اگر خوف ہو فوت ہونے دونوں رکعتوں کا الخ حاصل یہ ہے. کہ جب ممکن ہو جمع کرنا
درمیان دونوں فضیلتوں کے تو مرتکب اُسکا ہو جاوے ورنہ ترجیح دے اور فضیلت فرض
کی ساتھہ جماعت کے بڑی ہے بفضیلت دو رکعتوں فجر پر اور وہ عذاب کہ وارد ہے -
ترک جماعت پر زیادہ لازم ہے. اوسپر جو ادائے - دو رکعتوں پر ہے ختم ہوا کلام اوسکا
مختصر خلاصہ کرکے اور کہا امام الائمہ امام محمد رح نے موطا میں یکرہ اذا اقیمت الصلوة
ان یصلی الرجل تطوعا غیر رکعتی الفجر خاصة فانہ لا باس بان یصلی الرجل وان اخذ المؤذن فی الاقامة
وکذلک ینبغی وہو قول ابی حنیفة رح انتہی یعنی مکروہ ہے جب اقامت کی جاوے یہ کہ
پڑھے آدمی نفل بجز دو رکعت فجر کے خاص کرکے کیونکہ نہیں کوئی خوف ساتھہ اس بات کے
کہ پڑھے آدمی اگرچہ شروع کیا موذن نے اقامت میں اور اسیطرح لائق ہے اور
وہی ہے قول امام ابو حنیفہ کا -- ختم ہوا کلام اوسکا غرض کہ مذہب حنفی میں ادا کرنا
سنت مذکورہ کا ساتھہ شرائط مذکورہ کے بعد اقامت فرض کے جائز ہے. اور میں
کہتا ہوں کہ تائید مذہب حنفی کی ادلہ صحیحہ سے ہوسکتی ہے اور وہ چند قسم کی ہیں اول حدیث
مرفوع نبی صلعم سے فقد اخرج الامام احمد فی مسندہ حدثنا عبداللہ حدثنی ابو سعد وحسین
بن محمد قالا ثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی رض قال کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم [illegible]

پڑھتے دو رکعت فجر کی وقت اقامت کے واخرج ابن ماجة فی سننه حدثنا الخلیل
ابن عمرو ابو عمرو ثنا شریک عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی الرکعتین عند الاقامة انتہی یعنی کہا حضرت علی رضا نے کہ تہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے
دو رکعت وقت اقامت کے انتہی - اب یہ حدیث دلالت کرتی ہے اداے سنت
فجر پر وقت اقامت کے - اور کہا شیخ العلامہ برہان الدین محمود بن تاج الدین احمد
بن صدر الشہید رح نے محیط برہانی میں قد صح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی
حی من احیاء العرب لیصلح بینہم لشیئ بلغہ منہم واستخلف عبد الرحمن بن عوف فلما جاء وجدہ
فی الصلوة فدخل منزله وصلی رکعتی الفجر ثم خرج فصلی معہ انتہی یعنی تحقیق صحیح ہوا ہے - کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے طرف ایک قبیلہ کے قبیلیون عرب سے تاکہ صلح کرادین
اون میں بہ سبب کسی چیز کے کہ پہنچا آپکو اون سے اور خلیفہ کیا عبد الرحمن بن عوف رضا کو پس
جبکہ رجوع کیا آپنے پایا اوسکو نماز میں پس داخل ہوئے آپ گہر میں اور پڑہی دو رکعتین
پہر نکلے آپ پس نماز پڑہی آپنے ساتہ اوسکے انتہی - اور کہا امیر کاتب اتقانی نے غایۃ البیان
میں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم شروع الامام فی صلوة الفجر وہو فی بیتہ یصلی
سنة الفجر انتہی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا شروع ہونا امام کا نماز
فجر میں اور آپ اپنے گہر میں پڑہتے تھے سنت فجر کی انتہی وقال الامام العینی فی شرح البخاری
وقد روی ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی عند الاقامة فی بیت میمونة انتہی
اور کہا امام عینی نے شرح بخاری میں اور تحقیق روایت کیا ابن عباس رضا نے کہ نبی صلعم
تہے پڑہتے وقت اقامت کے بیچ گہر میمونہ رضا کے انتہی اس مقام پر مخالف لوگ چند
اعتراض کرتے ہیں اول یہ حدیث حضرت علی رضا کی ضعیف ہے - کیونکہ اسناد میں اوسکی
حارث اعور ہے اور وہ ضعیف ہے - بلکہ بعض نے اوسکو کاذب کہا ہے - کہا شعبی نے

ہے - کہ نہ تہا حارث سچ بولتا حدیث حضرت علی میں اور کہا ابن المدینی نے کہ تہا کاذب اور کہا
جریر بن عبد الحمید نے کہ تہا وہ ردی اور کہا ابن معین نے ضعیف ہے اور کہا ابن عدی نے
کہ اکثر جو روایت کرتا ہے غیر محفوظ ہیں اور کہا دارقطنی نے ضعیف ہے - اور کہا شعبی نے
کہ نہیں جہوٹہہ بولا کسی نے اس امت میں جسقدر جہوٹ بولا ہے وہ حضرت علی رضا پر اور تہے امام
ابن سیرین دیکہتے کہ اکثر جو روایت کرتا ہے حضرت علی رضا سے باطل ہیں اور کہا ابن حبان
نے کہ تہا حارث غالی التشیع میں انتہی مختصراً ملخصا - اور اسیطرح بہت کتب رجال میں
ہے - اسکا حال شرق سے غرب تک مشہور ہے - اسواسطے کہا مولوی شمس الحق عظیم آبادی
نے کتاب اعلام اہل العصر میں فیہ الحارث الاعور وہو ضعیف بل قد رمی بالکذب انتہی یعنی
اس میں حارث اعور ہے اور وہ ضعیف ہے - بلکہ تحقیق وہ تہمت لگایا گیا ہے ساتہ
جہوٹ بولنے کے انتہی - اور جواب اوسکا یہ ہے کہ قول فیصل حارث اعور میں یہ نہیں ہے
جو کہ مخالف نے بیان کیا ہے - بلکہ صحیح یہ ہے کہ مسائل اعتقادیہ میں وہ مقبول
نہیں کیونکہ وہ شیعہ ہے ماسکے علاوہ مقبول ہے - دیکہو اہل حدیث کے قول فیصل کو قال شیخ الاسلام
الذہبی فی میزانہ قال عباس عن ابن معین لیس بہ باس وکذا قال النسائی وقال عثمان الدارمی
سألت یحیی ابن معین عن الحارث الاعور فقال ثقة وقال ابو بکر بن ابی داود کان الحارث
الاعور افقہ الناس وافرض الناس واحسب الناس تعلم الفرائض من علی وحدیث الحارث فی السنن
الاربعة والنسائی مع تعنتہ فی الرجال فقد احتج بہ وقوی امرہ والجمہور علی توہین امرہ مع روایتہم
لحدیثہ فی الابواب ہذا الشعبی یکذبہ ثم یروی عنہ والظاہر انہ کان یکذب فی لہجتہ وحکایاتہ واما
فی الحدیث فلا وقال مرة بن خالد حدثنا محمد بن سیرین قال کان من اصحاب ابن مسعود خمسة یوخذ
عنہم ادرکت منہم اربعة وفاتنی الحارث فلم ارہ وکان یفضل علیہم وکان احسنہم ویختلف
فی ہولاء الثلاثة ایہم افضل علقمة ومسروق وعبیدة انتہی کلام الذہبی یعنی کہا شیخ الاسلام
ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہ کہا عباس نے روایت ہے ابن معین سے کہ کچھ حرج

نہیں ساتھ اُسکے اور اسیطرح کہا نسائی نے اور کہا عثمان دارمی نے پوچھا مین نے ابن
معین کو حال حارث کا پس کہا ثقہ ہے ۔ اور کہا ابوبکر بن ابی داؤد نے کہ تہا حارث
اعور افقہ لوگوں کا علم فرائض مین حضرت علی سے اور حدیث حارث کی سنن اربعہ مین ہے
اور نسائی نے باوجود تشدد اپنے کے رجال کے باب مین پس حجت پکڑی ہے ساتھ اوسکے
اور قوی کیا امر اوسکا اور جمہور محدثین اوپر اہانت امر اوسکے کے ہیں باوجود روایت کرنے
اونکے حدیث اوسکی کو تمام ابواب مین ہی امام شعبی اوسکو کاذب کہتے ہیں ۔ اور پہر
روایت کرتے ہیں اوس سے اور ظاہر ہے کہ وہ جھوٹ بولتا تہا اپنے لہجہ اور اپنی
حکایتوں میں اور لسے پر حدیث نیں پس نہ کہا مرہ بن خالد نے حدیث کی ہمکو محمد بن
سیرین نے کہا تہے شاگرد عبد اللہ بن مسعود کے پانچ شخص جن سے علم لیا جاتا تہا پایا میں نے
اُن میں سے چار کو اور فوت ہوا مجھ سے حارث پس نہ دیکھا میں نے اوسکو اور تہا فضیلت
رکہتا اونپر اور تہا نیک اونکا بڑا اور اختلاف ہے ان تین مین کہ کون اُن تینون کا افضل ہے
علقمہ اور مسروق اور عبیدہ بن عمرو سلمانی انتہی کلام الذہبی اور خود ترمذی نے زکوۃ
الخیل کے باب میں امام بخاری رح سے حارث کی حدیث کی تصحیح نقل کی ہے اور عبارت اوسکی
یہ ہے قال ابوعیسی روی ہذا الحدیث الاعمش وابوعوانۃ وغیرہما عن ابی اسحاق عن عاصم بن
ضمرۃ عن علی وروی سفیان الثوری وابن عیینۃ وغیر واحد عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی
وسالت محمد بن اسماعیل عن ہذا الحدیث فقال کلاہما عندی صحیح عن ابی اسحاق یحتمل ان یکون
عنہما جمیعا انتہی کلام الترمذی بعینہ ۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ یہ تمام اشخاص اعلم الناس
اور اصدق الناس اور افقہ الناس اور اوثق الناس ان سب کی اہل حدیث نے وصف
فرمائی ہے باوجودیکہ صحاح ستہ والونکے اجماعی اشیاخ ہیں پہر جبکہ امام محمد بن سیرین نے حارث
اعور کو ان سب پر فضیلت فرمائی اب مخالف شخص دیدہ و دانستہ اسپر جرح تسلیم کرتا ہے
اور تعدیل کو نسیا منسیا مانتا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ حارث اعور کا درجہ محمد بن اسحاق صاحب

مغازی سے اعلی ہے کیونکہ محمد بن اسحاق بہی اکثر کے نزدیک مجروح اور ضعیف اور کذاب اور
متہم بالتشیع والقدر اور موصوف بوصف تدلیس ہے چنانچہ اسکی بحث مین نے اپنے رسالہ الدلیل
المبین علی ترک القراۃ للمقتدین مین بالبسط کی ہے اور مخالف کی دلیل یعنی حدیث عبادۃ
بن صامت رض کی جس سے مخالف نے وجوب فاتحہ خلف امام پر استدلال کیا ہے اوسکا ضعف
عمدہ طور پر ثابت کر دکہایا ہے ۔ اب محمد بن اسحاق کی حدیث کو صحیح ماننا اور حارث کی حدیث
کو ضعیف بلکہ وضعی قرار دینا بعید از انصاف ہے بلکہ حق یہ ہے کہ محمد بن اسحاق کی
حدیث خواہ مخواہ ضعیف ہے ۔ کیونکہ اُس نے حدیث کی سند یون بیان کی ہے محمد بن
اسحاق عن مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ انتہی جیسا کہ ترمذی اور ابوداؤد اور دارقطنی و
جزء القراۃ وغیرہا میں موجود ہے اور حال یہ کہ سند اس حدیث کی صحیح طور پر اسطرح نہیں ہے
بلکہ یا تو یون ہے مکحول عن عبادۃ ارسال کے طور پر چنانچہ چار شاگرد مکحول کے اسیطور
روایت کرتے ہیں اُن مین سے ہیں سعید بن عبد العزیز اور عبد الرحمن بن یزید بن جابر اور
عبد اللہ بن العلاء یہ تینوں کہتے ہیں عن مکحول عن عبادۃ جیسا کہ ابوداود میں ہے اور چوتہا
محمد بن ولید زبیدی جیسا کہ دارقطنی میں ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ مکحول کو عبادہ رض سے روایت
نہیں بلکہ اتفاقاً منقطع ہے اور زید بن واقد رح جو کہ امام ملک شام کا ہے اوس نے یوں
روایت کی ہے زید بن واقد عن مکحول عن نافع بن محمود عن عبادۃ جیسا کہ نسائی اور ابوداؤد اور
جزء القراۃ اور دارقطنی میں ہے اور خود محمد بن اسحاق نے بہی اسیطور پر روایت کی چنانچہ
دارقطنی اور بیہقی میں ہے اور ظاہر ہے کہ نافع بن محمود مستور الحال ہے جیسا کہ نص کی ہے
اسپر حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں اور کہا ذہبی نے میزان الاعتدال میں قال ابن حبان حدیثہ
ہذا معلل انتہی لہذا ثابت ہوا کہ حدیث عبادہ کی سند یا منقطع ہے یا مدار اسکا نافع بن
محمود مستور الحال پر ہے اور جس طور پر ترمذی وغیرہ نے محمود بن ربیع کے واسطے سے اوس نے

شمس الحق صاحب عظیم آبادی مع اپنے اشیاخ اور اقران اور اتباع کے عبادہ بن صامت[1]
کی حدیث کو صحیح مانکر فاتحہ خلف امام کو واجب جانتے ہیں اور اس حدیث کو بسبب حارث
اعور کے مجروح کیا ہے باوجودیکہ حارث نے کسی شاگرد حضرت علی رض کی مخالفت
نہیں کی اور نہ کسی پر زیادتی کی ہے اور درجہ میں حارث اعور محمد بن اسحاق سے اول تو
زیادہ معتبر ہے ورنہ اُسکا مساوی توضرور ہے لہذا حدیث حارث کی جس میں ہم ہیں حدیث
محمد بن اسحاق سے اعلی ہے واللہ اعلم اور جسکو شوق ہو مسالہ فاتحہ خلف الامام کا عمدہ طور
تفصیل سے دیکھے وہ شخص ہمارے رسالہ الدلیل المبین علی ترک القراءۃ للمقتدین کو دیکھے
تاکہ اوسکی تسلی ہوجاوے اگر وہ انصاف پسند ہے ورنہ خیر اعتراض دوسرا یہ ہے
کہ وہ جو صاحب محیط اور امیر کاتب اتقانی نے غایۃ البیان میں حدیث...... نقل کی ہے
کہ آپ دیدہ و دانستہ سنت فجر ادا کرکے جماعت میں شامل ہوئے اور اسیطرح وہ جو
علامہ عینی نے ابن عباس رض کی حدیث نقل کی کہ آپ دیدہ و دانستہ میمونہ رضی اللہ
عنہا کے گھر سنت فجر ادا کرکے جماعت میں ملے یہ دونو باتیں بے اصل ہیں کیونکہ ان صاحبوں
نے ان حدیثون کی تخریج بیان نہیں کی کہ کس کتاب کی ہیں اور یہ سب صاحب خود
محدث بہی نہیں جن کی نقل بلا سند مانی جاوے کہا مولوی شمس الحق عظیم آبادی نے اپنے
رسالہ اعلام اہل العصر میں قلت ما قال فی المحیط لم یوجد فی کتب الحدیث بہذا اللفظ الخ الی
ان قال وکذا ما قال الاتقانی فی غایۃ البیان لم یوجد فی کتب الحدیث ولا عبرۃ بذکر امثالہما
من الفقہاء فان صاحب المحیط وصاحب الغایۃ وامثالہما لیسوا من المحدثین ولا اسند الحدیث
الی احد من المخرجین انتہی یعنی میں کہتا ہوں کہ وہ جو کہا ہے محیط میں نہیں پایا گیا کتب
حدیث میں ساتہہ اس لفظ کے آخر تک یہانتک کہ کہا اور اسیطرح وہ جو کہا ہے
امیر کاتب اتقانی نے غایۃ البیان میں نہیں پایا گیا کتب حدیث میں اور نہیں اعتبار ہے ساتھ

ذکر کرنے مثل انکے کی فقہاء میں سے کیونکہ صاحب محیط اور صاحب غایۃ اور انکے مانند نہیں ہیں
محدث اور نہیں نسبت کیا حدیث کو طرف کسی کی تخریج والون میں سے ختم ہوا کلام مولوی
شمس الحق کا مختصر کرکے جواب اوسکا یہ ہے کہ اگرچہ حدیث قصہ عبدالرحمن بن عوف کی ان الفاظ
کے ساتہہ نہیں جسطرح کہ صاحب محیط اور صاحب غایۃ البیان اور علامہ عینی نے نقل کی
ہے مگر معنی اوسکے صحیح ہیں اور مطلب درست ہے ۔ اور تقریر اس کی مبنی ہے ایک مقدمہ
اور تمہید پر مقدمہ تو اوسکا یہ ہے ۔ کہ ہم نے ثابت کردکہا یا ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے دیدہ و دانستہ وقت اقامت کے دو رکعت سنت فجر کی ادا کی ہے ۔
چنانچہ حضرت علی رضہ کی حدیث میں صراحۃً مذکور ہے اور وہ جو مولوی شمس الحق صاحب
اور ہم مشرب اونکے نے اوسکو ضعیف قرار دیکر ساقط عن الاعتبار کیا تہا وہ غلط نکلا بلکہ
حدیث مقبول ہقرر ہوئی اور تمہید اوسکی یہ ہے کہ حدیث صحیح مرتبہ اول سے ثابت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی پیچھے
گذاری ہے اور ایک رکعت اوسکے ساتہہ آپنے ادا کی ہے اور ایک بعد سلام کہڑے ہوکر
مسبوقانہ طور اکیلے ادا فرمائی ہے فقد اخرج البخاری ومسلم فی صحیحیہما واللفظ لمسلم من طریق
عباد بن زیاد ان عروۃ بن المغیرۃ بن شعبۃ اخبرہ ان المغیرۃ بن شعبۃ اخبرہ انہ غزا مع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک قال المغیرۃ فتبرز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل
الغائط فحملت معہ اداوۃ قبل صلوۃ الفجر فلما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی اخذ
اہرق علی یدیہ من الاداوۃ الحدیث بطولہ وفیہ ثم اقبل قال المغیرۃ فاقبلت معہ حتی یجد الناس
قد قدموا عبدالرحمن بن عوف فصلی لہم فادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدی الرکعتین
فصلی مع الناس الرکعۃ الاخرۃ فلما سلم عبدالرحمن بن عوف قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] اس حدیث میں ایک لطیفہ ہے وہ یہ ہے کہ مسبوق کی جو نماز باقی رہتی ہے وہ اوسکی اول نماز ہے لہذا اوس میں
سورہ ضم کرنے کیونکہ لفظ فصلی مع الناس الرکعۃ الاخرۃ حدیث اول میں اور [illegible]

یتم صلوته انتہی مختصر ملخصا واخرج ابو داؤد وقال فیہ فلما سلم قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی
الرکعة التی سبق بها لم یزد علیها شیئا انتہی وفی اسد الغابة فی معرفة الصحابة للعلامة الجزری باسناده
الی ابراہیم بن سعد عن ابیہ عن جده عن عبد الرحمن بن عوف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لما انتہی الی عبد الرحمن بن عوف وہو یصلی بالناس اراد عبد الرحمن ان یتأخر فاومأ الیہ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ان مکانک فصلی وصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصلوة عبد الرحمن بن
عوف انتہی اور خود مولوی شمس الحق صاحب نے ان احادیث کو اپنے رسالہ اعلام اہل العصر
میں نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک موقع ایسا بھی گذرا ہے۔ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز عبد الرحمن بن عوف کے پیچھے ایک رکعت ادا کی اور
ایک رکعت مسبوق کے طور اکیلے ادا فرمائی۔...... لہذا جبکہ یہ مقدمہ اور تمہید دونو بخوبی
ثابت اور صحیح دلیل معتبر سے ہو چکے تو اب ہم کہتے ہیں کہ ادا کرنا سنت فجر کا بعد اقامت کے جو
حدیث حضرت علی رضہ سے ثابت ہے دو حال سے خالی نہیں یا تو وہی موقع ہے جو کہ آپ
نے عبد الرحمن بن عوف رضہ کے پیچھے ادا کی ہے یا اُسکا غیر ہے اگر اوسکا غیر ہے تو مولوی
شمس الحق صاحب اور اونکے اعوان والنصار اوسکا نشان اور پتہ فرماوین کہ کس روز ہوا ہے
مگر صحیح حدیث سے ثابت کرین ضعیف ہو اور نیز ہمکو تو مطلب براری سے کام ہے اگر کوئی اور موقع
ہو تب بھی ہمارا مطلب ثابت ہوا اور اگر وہی ہے جو کہ عبد الرحمن رضہ کے پیچھے آپنے ایک رکعت
ادا کی اور دوسری بعد سلام امام کے مسبوقانہ طور ادا کی ہے تو ہمارا مدعا بھی ثابت ہوا
اور صاحب محیط اور امیر کاتب اتقانی اور امام عینی مولوی شمس الحق کے مواخذہ سے ناجی ہوئے
اور انکو اللہ تعالی نے مولوی صاحب موصوف کے طعن اور تشنیع اور بدظنی سے خلاص کیا
.... اور نیز مولوی شمس الحق صاحب کا یہ کہنا کہ یہ
فقہا فقط فقہ ہی رکھتے تھے اور ... گ محدث نہیں ہیں سبحانک ہذا بہتان عظیم

میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مولوی شمس الحق اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی وغیرہ ہما من
غیر المقلدین آجکل کے لوگ جو کہ نسبت امام عینی وغیرہ کی محض نادان اور غبی اردو خوان ہیں
وہ تو محدث اصحاب الحدیث نام رکھاوین اور فقہا سلف خلف نا واقف قرار دیے جاوین
این کار از تو آید و مردان چنین کنند خدا تعالی اس قسم کے تعصب سے بچاوے آمین قسم دوسرا
احادیث صحیحه آثار صحابہ اور تابعین اور اتباع التابعین کے ہیں اور وہ بکثرت ہیں جن سے عمدہ طور پر
ثابت ہوتا ہے کہ یہ امر علی الاعلان مشہور تھا کہ بشرائط مذکورہ بعد اقامت کے سنت فجر ادا کر لیا
کرتے تھے ان میں سے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ فقیہ ذی رکانہ امام الائمة الامام ابو جعفر الطحاوی
فی شرح معانی الآثار حدثنا سلیمان بن شعیب قال ثنا عبد الرحمن بن زیاد قال ثنا زہیر بن معاویة
عن ابی اسحاق قال ثنی عبد اللہ بن ابی موسی عن ابیہ حین دعاہم سعید بن العاص دعا اباموسی و
حذیفة وعبد اللہ بن مسعود قبل ان یصلی الغداة ثم خرجوا من عنده وقد اقیمت الصلوة فجلس عبد اللہ
الی اسطوانة من المسجد فصلی الرکعتین ثم دخل فی الصلوة یعنی بلایا سعید بن العاص نے حضرت
ابو موسی اشعری اور حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو قبل اسکے
کہ پڑہے نماز فجر کی پہر نکلے وہ سب اوسکے پاس سے اور اقامت کی گئی نماز پس بیٹھے عبد اللہ بن مسعود
طرف ستون کی مسجد میں سے پس پڑہین دو رکعتین پہر داخل ہوئے نماز میں حدثنا سلیمان حدثنا خالد
ابن عبد الرحمن قال ثنا سفیان عن ابی اسحاق عن عبد اللہ بن ابی موسی عن عبد اللہ انہ دخل المسجد و
الامام فی الصلوة فصلی رکعتی الفجر یعنی روایت ہے عبد اللہ رضہ سے کہ وہ داخل ہوئے مسجد میں اور
امام اوسوقت نماز میں تھا پس ادا کی دو رکعت فجر کی حدثنا ابو بشر الرقی قال ثنا ابو معاویة عن
ابی مالک الاشجعی عن ابی عبیدة عن عبد اللہ یعنی ابن مسعود انہ کان یفعل ذلک انتہی یعنی تھے
عبد اللہ بن مسعود کرتے اسیطرح واخرج ابن ابی شیبة فی مصنفه حدثنا ابن ادریس عن مطرف
عن ابی اسحاق عن حارثة بن مضرب ان ابن مسعود وابا موسی خرجا من عند سعید بن العاص فاقیمت الصلوة

ابن مسعود اور ابوموسیٰ نکلے وہ دونو سعید بن العاص کے پاس سے پس اقامت کی گئی نماز پس پڑہی
ابن مسعود رضہ نے دو رکعت پہر داخل ہوئے ساتہہ لوگو نکی نماز میں اور اسیطرح ابوموسی پس داخل ہوئے
صف میں ۔ ومنہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فقد اخرج الطحاوی حدثنا محمد بن خزیمۃ
وفہد قالا حدثنا عبداللہ بن صالح قال حدثنی اللیث قال حدثنی ابن الہاد عن محمد بن کعب قال خرج
عبداللہ بن عمر من بیتہ فاقیمت صلوۃ الصبح فرکع رکعتین قبل ان یدخل المسجد وہو فی الطریق ثم
دخل المسجد فصلی الصبح مع الناس انتہی یعنی نکلے عبداللہ بن عمر رضہ اپنے گہر سے پس اقامت کی گئی نماز صبح
کی پس پڑہی دو رکعتین پہلے اس سے کہ داخل ہو مسجد میں اور وہ راستہ میں تہے پہر داخل ہوئے
مسجد میں پس پڑہی صبح ساتہہ آدمیونکے حدثنا فہد قال ثنا ابونعیم قال حدثنا مالک بن مغول
قال سمعت نافعا یقول ایقظت ابن عمر لصلوۃ الفجر وقد اقیمت فقام فصلی الرکعتین انتہی یعنی
کہتا ہے نافع مدنی کہ جگایا میں نے عبداللہ بن عمر رضہ کو واسطے نماز فجر کے اور حال یہ کہ قائم
کی گئی نماز فجر کی پس کہڑے ہوئے پس پڑہی دو رکعتین حدثنا علی بن شیبۃ قال حدثنا ابن
بن موسی قال حدثنا شیبان بن عبدالرحمن عن یحیی بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر انہ جاء والامام
یصلی الصبح ولم یکن یصلی الرکعتین قبل صلوۃ الفجر فصلاہما فی حجرۃ حفصۃ ثم انہ صلی مع الامام یعنی عبداللہ
بن عمر رضہ آئے اور امام اوسوقت پڑہتا تہا صبح اور انہوں نے نہ پڑہی تہی دو رکعت قبل فجر کے پس پڑہا
اون دونوں کو بیچ حجرہ حضرت حفصہ رضہ کے پہر انہوں نے نماز پڑہی ساتہہ امام کے ومنہم ابن
عباس رضہ فقد اخرج الامام ابوجعفر الطحاوی فی معانی الآثار حدثنا احمد بن عبدالمومن الخراسانی قال
حدثنا علی بن الحسن بن شقیق قال اخبرنا الحسین بن واقد قال ثنا یزید النحوی عن ابی مجلز قال دخلت
المسجد فی صلوۃ الغداۃ مع ابن عمر وابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما
ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر رضہ مکانہ حتی طلعت الشمس
فقام فرکع رکعتین انتہی یعنی کہا ابومجلز نے داخل ہوا میں مسجد میں بیچ نماز فجر کے ساتہہ ابن عمر اور

پس پڑہی اوس نے دو رکعتین پہر داخل ہوا ساتہہ امام کے پس جب سلام دیا امام نے تو بیٹھ
گئے عبداللہ بن عمر رضہ اپنی جگہ پر یہانتک کہ آفتاب چڑہ پڑا پس کہڑے ہوئے پس پڑہی دو رکعتیں
انتہی حدثنا ابوبکرۃ قال ثنا ابوعمر الحوضی قال ثنا عبدالعزیز بن مسلم قال اخبرنا مطرف بن طریف
عن ابی عثمان الانصاری قال جاء عبداللہ بن عباس والامام فی صلوۃ الغداۃ ولم یکن صلی الرکعتین
فصلی ابن عباس الرکعتین خلف الامام ثم دخل معہم انتہی یعنی کہا ابوعثمان انصاری نے کہ آیا ابن
عباس اور امام نماز فجر میں تہا اور نہی پڑہی اونہوں نے دو رکعتین پس پڑہی ابن عباس نے دو رکعتین
پیچہے امام کے پہر داخل ہوا ساتہہ اونکے ومنہم ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فقد اخرج الامام ابوجعفر
الطحاوی حدثنا ابوبشر الرقی قال ثنا ابومعاویۃ عن مسعر عن ابی عبیداللہ عن ابی الدرداء انہ کان یدخل
المسجد والناس صفوف فی صلوۃ الفجر فیصلی الرکعتین فی ناحیۃ المسجد انتہی یعنی ابودرداء رضہ تہے داخل
ہوتے مسجد میں اور لوگ صفیں ہوتے نماز فجر میں پس پڑہتا دو رکعت بیچ گوشہ مسجد کے انتہی
ومنہم ابوعثمان النہدی وہو مخضرم من کبار التابعین فقد اخرج الامام الطحاوی فی شرح معانی
الآثار حدثنا ابوبکرۃ قال حدثنا ابوداؤد قال حدثنا ہشام بن عبداللہ عن جعفر عن ابی عثمان النہدی
قال کنا نأتی عمر بن الخطاب قبل ان نصلی الرکعتین قبل الصبح وہو فی الصلوۃ فنصلی الرکعتین فی آخر المسجد
ثم ندخل مع القوم فی صلوتہم انتہی یعنی کہا ابوعثمان نہدی نے تہے ہم آتے حضرت عمر بن
الخطاب رضہ کے پاس پہلے اس سے کہ پڑہیں ہم دو رکعتین قبل صبح کے اور وہ نماز میں ہوتے تہے
پس پڑہتے ہم دو رکعتین آخر مسجد میں پہر داخل ہوتے ہم ساتہہ قوم کے اونکی نماز میں انتہی لطیفہ
اس اثر سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر حضرت عمر رضہ کے زمانہ مبارک میں علی الاعلان مشہور تہا ۔
کہ سنت فجر بعد اقامت کے ادا کرلیا کرتے تہے ۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ شاید حضرت عمر رضہ
کو اوسکا یہ فعل نہ معلوم ہوگا ورنہ منع کرتے اور آیندہ آویگا کہ حضرت عمر رضہ اس سے منع کرتے
تہے اور تنبیہ کرتے تہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ ابن بطال رحمہ نے شرح صحیح بخاری میں ادا اور

تھے علاوہ یہ کہ اس قسم کا مشہور از خلیفہ راشد پر مخفی رہنا صاحب عقل سلیم کب گوارا کرسکتا
فالصواب عنہ جوازہ مع شرائطہ وعدمہ مع عدمہا واخرج الطحاوی حدثنا روح بن الفرج
قال حدثنا یحیی بن عبد اللہ بن بکیر قال ثنا حماد بن زید قال ثنا عاصم عن ابی عثمان النہدی قال
کنا نجئی وعمر بن الخطاب فی صلوۃ الصبح فنرکع رکعتین ثم ندخل معہ فی الصلوۃ انتہی یعنی کہا
ابو عثمان نہدی نے تھے ہم آتے اور حضرت عمر بن الخطاب نماز صبح میں ہوتے پس پڑھتے ہم
دو رکعتین پھر داخل ہوتے ساتھہ اونکے نمازمیں اس سے بھی بخوبی اس امر کا اشتہار ثابت ہے
ومنہم مسروق بن الاجدع وہو ایضا من کبار التابعین من المخضرمین فقد اخرج الطحاوی حدثنا
ابو بکرۃ قال ثنا ابو داود قال حدثنا سعید بن حصین قال سمعت الشعبی یقول کان مسروق یجئی الی
القوم وہم فی الصلوۃ ولم یکن رکع رکعتی الفجر فیصلی الرکعتین فی المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلاتہم
...انتہی یعنی کہا شعبی نے تھے مسروق آتے طرف لوگونکی اور وہ لوگ نمازمیں ہوتے تھے
اور نہ پڑھا ہوتا اوس نے دو رکعتین فجر کی پس پڑھتے دو رکعت مسجد میں پھر داخل ہوتے ساتھہ
قوم کے اونکی نمازمیں...... حدثنا ابو بشر الرقی قال ثنا ابو معویۃ عن عاصم الاحول عن الشعبی عن مسروق
انہ فعل ذلک غیر انہ تال الی ناحیۃ المسجد انتہی یعنی مسروق تھے اوسکو کرتے مگر یون کہا کہ گوشہ
مسجد میں..... حدثنا صالح قال حدثنا سعید قال ثنا ہشیم قال اخبرنا حصین وابن عون عن
الشعبی عن مسروق انہ فعل ذلک انتہی یعنی کہا شعبی نے کہ مسروق نے کیا ہے اوسکو و
منہم الامام الحسن البصری سید التابعین فقد اخرج الامام ابو جعفر الطحاوی فی معانی الآثار حدثنا ابو
بکرۃ قال ثنا حجاج بن المنہال قال ثنا یزید بن ابراہیم عن الحسن انہ کان یقول اذا دخلت المسجد ولم
تصل رکعتی الفجر فصلہما وان کان الامام یصلی ثم ادخل مع الامام انتہی یعنی کہتے تھے حسن بصری کہ جب داخل
ہووے تو مسجد اور نہ پڑھی ہو تونے دو رکعت فجر کی پس پڑھ تو اونکو اگرچہ ہو امام نماز پڑھتا پھر
داخل ہو تو ساتھہ امام کے حدثنا صالح بن عبد الرحمن قال ثنا سعید بن منصور قال ثنا ہشیم

یعنی کہا یونس نے کہ تھے حسن بصری رح فرماتے تھے کہ پڑھے نمازی اونکو گوشہ مسجد میں پھر
داخل ہو جاوے ساتھہ قوم کے اونکی نمازمیں انتہی ومنہم امام المفسرین مجاہد ومکحول وکذا
حماد بن ابی سلیمان والامام الاعظم واصحابہ واتباعہ کذا نقل ذلک المولوی شمس الحق عظیم آبادی
فی اعلام اہل العصر انتہی اب یہ تمام صحابہ اور تابعین اور ائمہ سب کے سب سنت فجر کا
ادا کرنا وقت اقامت کے بشرائط مذکورہ جائز جانتے تھے اور دلیل اونکی حدیث علی م
کی مرفوع ہے جو کہ گذر چکی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب اس مقام پر
مخالف لوگ چند احادیث وارد کرتے ہیں اور بعد اقامت کے ادا کرنا سنت فجر کا منع جانتے ہیں
اول حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے فاخرج مسلم فی صحیحہ من طریق ورقاء عن عمرو بن
دینار عن عطاء عن ابی ہریرۃ وکذا من طریق زکریا بن اسحاق عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابی ہریرۃ
ومن طریق حماد بن زید عن ایوب عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابی ہریرۃ مرفوعا اذا اقیمت الصلوۃ
فلا صلوۃ الا المکتوبۃ وفی حدیث حماد بن زید قال حماد ثم لقیت عمرو بن دینار فحدثنی بہ ولم یرفعہ
انتہی ما فی مسلم ملخصا مختصرا یعنی روایت ہے ابو ہریرہ رض سے مرفوعا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جبکہ اقامت کیجاوے نماز پس کوئی نماز نہیں بجز نماز فرض کے اور حماد بن زید کی حدیث میں ہے
کہ کہا حماد نے کہ ملاقات کی میں نے عمرو بن دینار سے پس حدیث کی مجھکو اور نہ مرفوع کیا مسلم کی
عبارت ختم ہوئی واخرج الدارمی عن زکریا وابو داود عن حماد بن سلمۃ وعن ورقاء وعن ابن جریج وایوب
کلہم عن عمرو واخرج الترمذی والنسائی عن زکریا والنسائی عن ورقاء وابن ماجہ عن زکریا وایوب
والطحاوی عن زکریا واسماعیل بن مجمع الانصاری واحمد بن حنبل من طریق محمد بن جحادۃ والبیہقی
عن حماد بن سلمۃ وورقاء واحمد من طریق شعبۃ عن ورقاء کلہم عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابی ہریرۃ
واخرج الدارمی عن زکریا عن عمرو بن دینار عن سلیمان بن یسار عن ابی ہریرۃ نحو ما رواہ مسلم بوزن کہ
ان طرق سے یہ حدیث مروی ہے اور لفظ حدیث کا وہی ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے اور اسکے

عن ابی ہریرہ و الطحاوی من طریق ابی سلمة عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا اقیمت الصلوة فلا صلاة الا التی اقیمت ولفظ الطحاوی اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا التی اقیمت
لہا انتہی غرضکہ الفاظ کا فرق ہے اور معنی سب کے ایک ہیں جواب اس حدیث کا چند طور پر ہے
اول یہ کہ اسکے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے فقد قال الامام ابوجعفر الطحاوی فی شرح
معانی الآثار ہذا الحدیث اصلہ عن ابی ہریرة لا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا رواہ الحفاظ عن عمرو بن
دینار حدثنا ابو عمر والضریر قال اخبرنا حماد بن سلمة وحماد بن زید عن عمرو بن دینار عن عطاء بن یسار
عن ابی ہریرة بذلک ولم یرفعہ فصار اصل ہذا الحدیث عن ابی ہریرة لا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی
وقال الترمذی فی جامعہ وروی حماد بن زید وسفیان بن عیینة عن عمرو بن دینار ولم یرفعاہ انتہی مختصرا
اور کہا ترمذی نے اپنی جامع میں اور روایت کیا حماد بن زید اور سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار
سے اور نہ مرفوع کیا اوسکو انتہی مختصرا اگر کوئی اعتراض کرے کہ خود ترمذی وغیرہ نے اوسکے رفع کو
صحیح کیا ہے حیث قال والحدیث المرفوع اصح انتہی یعنی کہا ترمذی نے اور مرفوع کرنا حدیث کا اصح
ہے انتہی اور خود سفیان بن عیینہ نے اول اسکو موقوف کیا اور بعد میں رفع کا اقرار کیا قال البیہقی
فی کتاب المعرفة حدثنا ابو عبد الرحمن السلمی قال اخبرنا ابو الحسن محمد بن [illegible] الکلاذری قال حدثنا محمد بن علی
الصائغ قال ثنا سعید بن منصور قال حدثنا سفیان فذکرہ موقوفا الا انہ قال فی آخرہ قلت لسفیان
مرفوع قال نعم انتہی یعنی سفیان نے ذکر کیا اوسکو موقوف مگر اوس نے یون کہا ہے اوسکے اخیر مین
ہے کہ کہا مین نے سفیان کو کہ یہ حدیث مرفوع ہے کہا سفیان نے کہ ہان انتہی جواب اسکا دو طور
پر ہے اول یہ کہ عمرو بن دینار جو کہ حدیث میں سب کا شیخ ہے اور اسی پر مدار حدیث کا ہے - وہ خود
مرفوع کرنے سے انکاری ہے فقد اخرج مسلم فی صحیحہ ہذا الحدیث کما مر فی آخرہ قال حماد بن زید ثم
لقیت عمرا فحدثنی بہ ولم یرفعہ انتہی یعنی مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جیسا کہ گذرا
[illegible] حماد بن زید نے پھر ملاقات کی [illegible] نے عمرو بن دینار کی

نہیں وجہ دوسری یہ کہ حدیث مذکور ممکن ہے کہ مشروط بشرط ہو تا کہ حضرت علی رضہ کی حدیث
اور یہ دونو مطابق ہو جاوین اور یا کہ سنت فجر کی اس نہی سے مستثنی ہون پھر اگر کوئی اعتراض کرے
کہ اس حدیث میں تتمہ وارد ہے جس سے صراحۃ سنت فجر کی مناہی ثابت ہے فقد اخرج
ابن عدی والبیہقی من طریق یحیی بن نصر بن الحاجب عن مسلم بن خالد الزنجی عن عمرو بن دینار فی ہذا
الحدیث قیل یا رسول اللہ ولا رکعتی الفجر قال ولا رکعتی الفجر قال ابن حجر واسنادہ حسن انتہی یعنی کہا گیا
یا رسول اللہ کیا رکعت فجر کی بھی نہیں ہوتی بعد اقامت کے فرمایا کہ رکعت فجر بھی نہیں ہوتی کہا ابن
حجر نے اور اسناد اسکی حسن ہے انتہی تو جواب اسکا یہ ہے کہ اس تتمہ کے معارض ہے وہ لفظ حدیث
کا جو کہ اسی حدیث کے دوسری طریق میں ہے - فقد اخرج البیہقی من طریق حجاج بن نصیر عن
عباد بن کثیر عن لیث عن عطاء عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوة
فلا صلوة الا المکتوبة الا رکعتی الفجر انتہی یعنی جبکہ اقامت ہو جاوے پس نہیں نماز بجز نماز فرض کے
مگر دو رکعت فجر کی انتہی لہذا دونو باہم برابر ہوئین اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس طریق مین حجاج بن نصیر
اور عباد بن کثیر دونو ضعیف ہیں چنانچہ یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں ہے اور اونکی جرح کا ذکر کرنا چندان
ضروری نہیں ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ یحیی بن نصر بن حاجب اور مسلم بن خالد زنجی یہ دونو
بھی ضعیف ہیں جیسا کہ اہل حدیث پر مخفی نہیں ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ مسلم بن زنجی اور یحیی
بن نصر بن حاجب دونو کو بعض اہل حدیث نے معتبر کہا ہے - اما مسلم بن خالد فقد قال ابن معین
لیس بہ بأس وقال مرة ثقة وقال مرة ضعیف وروی عثمان الدارمی عن یحیی ثقة وقال ابن عدی
ارجو انہ لا باس بہ وہو حسن الحدیث وقال الازرقی کان فقیہا عابدا یصوم الدہر وقال ابراہیم الحربی
کان فقیہ اہل مکة وقال الساجی کثیر الغلط وقال البخاری منکر الحدیث وقال ابو حاتم لا یحتج بہ و
ضعفہ ابو داؤد وقال ابن المدینی لیس بشیء انتہی کذا فی میزان الاعتدال للذہبی مختصرا وقال ابن
حجر فی التقریب فقیہ صدوق لہ اوہام انتہی واما یحیی بن نصر بن حاجب القرشی فقال ابو زرعة لیس
[illegible] وقال احمد بن حنبل کان

جهیبا کذا نقله الذهبی ایضا حاصل یہ کہ اگرچہ دونو اکثر ونکے نزدیک مجروح ہیں مگر بعض نے اونکو اچھا بھی کہا ہے اور نیز حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر نے اپنے شیخ کے باقی شاگردونپر جملہ استثنائیہ ... زیادہ کیا ہے لہذا شاذ یا کہ منکر ضرور ہی جواب اسکا یہ ہے کہ اسیطرح حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر کو بعض نے اچھا کہا ہے ۔ فقد قال الذہبی فی میزانہ حجاج بن نصیر قال یعقوب بن شیبۃ سالت ابن معین عنہ فقال صدوق لکن اخذوا علیہ اشیاء فی حدیث شعبۃ وقال ابن المدینی ذہب حدیثہ وقال ابو حاتم ضعیف ترک حدیثہ وقال البخاری سکتوا عنہ وقال النسائی ضعیف وقال مرۃ لیس بثقۃ وقال ابو داود ترکوا حدیثہ وقال الدارقطنی وغیرہ ضعیف واما ابن حبان فذکرہ فی الثقات فقال یخطی ویہم مات سنۃ اربع عشرۃ ومائتین قلت لم یات بمتن منکر انتہی کلام الذہبی واما عباد بن کثیر فہو الثقفی روی عن ثابت البنانی وابی عمران الجونی وعبد اللہ بن دینار وابن واسع ویحیی بن ابی کثیر وابن الزبیر وخلق وعنہ ابراہیم بن ادہم وابو نعیم والفریابی وابو ضمرۃ وبدل ابن المحبر والمحاربی وابو عاصم والدراوردی وعبد اللہ بن واقد الہروی وآخرون وکان یحدث عن جریر ابن عبد الحمید فیقولون اغضا منہ فیقول ویحکم کان شیخا صالحا انتہی کذا نقلہ الذہبی فی میزانہ اب جسطرح مسلم بن خالد کو چند اہل علم نے اچھا کہا اور چند نے جرح کی اور یحیی بن النضر بن حاجب کو فقط ایک ابن عدی نے اچھا کہا باقی سب نے مجروح کیا اسیطرح حجاج بن نصیر کو چند نے اچھا کہا اور چند نے جرح کی اور عباد بن کثیر کو بھی فقط ایک جریر بن عبد الحمید نے اچھا کہا اور باقی سب نے مجروح کیا لہذا اس لحاظ سے دونو زیادتی ایک درجہ کی ہوئین اور جسطرح جملہ الارکعتی الفجر اکثرونکی روایت پر زیادتی ہے اوسیطرح جملہ ولارکعتی الفجر کا بھی اکثر اصحاب عمرو بن دینار پر زیادتی ہے پس وہ بھی شاذ یا کہ منکر ہوئی بہرحال دونو باہم متعارض ہیں اور دونو نکا درجہ صحت ضعف میں برابر ہے لہذا یا تو دونو اذا تعارضا تساقطا کے طور پر غیر مقبول ہوئیں اور جسطرح حدیث میں اول ہم بحث کر چکے ہیں وہ بحث اوسیطرح باقی بحالہ رہی اور یا کہ دونون میں مطابقت کی جاوے اور

مساوی الثبوت وعدمہ یہ محض تعصب ہے واللہ اعلم بالصواب یہ تمام بحث جو مذکور ہوئی ہے ۔ سب درست ہے ۔ مگر اس عاجز کو ایک نکتہ یاد آیا ہے وہ یہ کہ وہ جو مسلم بن خالد زنجی نے عمرو بن دینار سے زیادتی ولارکعتی الفجر روایت کی ہے اوسکے شذوذ اور نکارت میں تو کچھ شک نہیں اور وہ جو عباد بن کثیر نے جملہ استثنائیہ الارکعتی الفجر کو زیادہ کیا وہ شاذ یا کہ منکر نہیں کیونکہ اوس نے اوسکو لیث بن سعد سے روایت کیا ہے اور حال یہ کہ لیث کے شاگردونمین سے کسی پر یہ زیادتی نہین کی ہے تا کہ شذوذ یا کہ نکارت کہا جاوے البتہ اگر اسکو یون کہا جاوے کہ لیث بن سعد .... منفرد ہے ساتھ اس جملہ کے عطاء کے شاگردون میں سے کہ وہ عمرو بن دینار ہے یا کہ عطاء بن یسار منفرد ہے ابو ہریرہ کے شاگردونمین کہ وہ سلیمان بن یسار ہے تو یہ انفراد اونکا مسلم ہے ۔ مگر وہ چندان مضر نہیں کیونکہ لیث بن سعد اور اوسکا شیخ عطاء بن یسار دونو ثقہ حافظ ہین تو زیادت اونکی مقبول ہونی چاہیے اور وہ جو مولوی شمس الحق صاحب عظیم آبادی نے اپنے رسالہ اعلام اہل العصر میں جناب مولانا وبالفضل اولانا خاتم المحدثین شیخنا واستاذنا حضرت احمد علی سہارنپوری رہ پر اعتراض کیا ہے ۔ اور پھر اسپر اپنے شیخ مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کی کلام نقل کر کے ہمارے شیخ کا تعاقب کیا ہے کہ جب مولوی نذیر حسین صاحب کا خط آیا تو مولانا مولوی احمد علی رہ خود تو جواب نہ دے سکے اور شہر مراد آباد میں مولوی عالم علی صاحب مرادآبادی کے پاس روانہ کیا اور مولوی عالم علی صاحب بھی جواب نہ دے سکے لہذا جملہ الارکعتی الفجر کا ضعف ..... باقی رہا اور صحت ثابت نہوئی تو جواب اوسکا یہ ہے کہ ہم نے بھی جملہ ولارکعتی الفجر کو ضعیف ثابت کیا ہے ۔ اب مولوی شمس الحق صاحب اور اونکے شیخ مولوی نذیر حسین صاحب کو لازم ہے کہ اسکی نکارت اور شذوذ کو دفع کر کے اپنا مدعی ثابت کریں ورنہ لم تقولون ما لا تفعلون میں داخل ہیں واللہ اعلم بالصواب وہو الملہم للصدق والمعطی للثواب تنبیہ واضح ہو کہ حدیث ابو ہریرہ کی بجمیع طرق اسپر دال ہے کہ بعد اقامت وہی نماز روا ہوتی ہے جو کہ فرض ہے اور خاصکر کے بعض طرق میں یون وارد ہے

ہے اور اسمین صراحۃً یہی مذکور ہے کہ جب بعد اقامت وہی نماز ہوتی ہے کہ جسکے واسطے اقامت ہوئی نہ اور تو اب نماز مفترض کی متنفل کے پیچھے درست نہین کیونکہ نفل کیواسطے اقامت نہین ہوئی لہذا امام جو نفل پڑھتا ہے اوسکی نماز نہ ہوئی تو جو لوگ اوسکے پیچھے فرض پڑھتے ہیں اور امام کی نماز پر اونکی نماز کی بنیاد ہے وہ بہی فاسد ہوئی کیونکہ اوسکی بنا فاسد نماز پر ہے لہذا اس مسئلہ مین یہ حدیث مذہب حنفی کی دلیل قوی ہے اگر مخالف شخص اس حدیث کی تاویل کرتا ہے کہ حدیث قصہ معاذ بن جبل کی حدیث کو مطابق ہو جاوے تو ہم بہی اُن احادیث کی تاویل کرتے ہین تا کہ حضرت علی رض کی حدیث کو مطابق ہو جاوین فما ہو جوابہم فہو جوابنا والله الحمد اولا و اخرا و ظاہرا و باطنا واخرج الدارقطنی من حدیث ابن عباس و ابن عدی من حدیث جابر و ابو داؤد الطیالسی من حدیث ابن عباس وکذا الحاکم عنہ والبزار من حدیث انس بن مالک و مالک فی الموطا من حدیث ابی سلمۃ مرسلا والطبرانی من حدیث زید بن ثابت والطبرانی فی الکبیر من حدیث ابی موسیٰ وابن عبد البر من حدیث عائشۃ ومسلم من حدیث مالک ابن بحینۃ وکذا البخاری والدارمی ومسلم من حدیث عبد اللہ بن سرجس وغیرہم عن غیرہم واللفظ من حدیث ابن عمر بلفظ ابی ہریرۃ و قال العراقی اسنادہ حسن کذا فی نیل الاوطار وا سانیدہ بعضہا صحیحۃ وبعضہا متکلم فیہا ضعفا وارسالا و نحوہا والقدر المشترک منہا صحیح لاشک فیہ وقد استوعب طرقہا الفاضل شمس الحق عظیم آبادی فی کتابہ اعلام اہل العصر وحققہ تحقیقا بلیغا بحیث لا مزید علیہ فہی شاہدۃ لحدیث اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ الذی مر ذکرہ سابقا مقوی لبعضہا وصراحۃ مایدل علی بطلان تاویل الحنفیۃ کما فی حدیث عبد اللہ بن سرجس عند مسلم وابی داؤد والنسائی وابن ماجۃ واللفظ لمسلم قال عبد اللہ بن سرجس دخل رجل المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ الغداۃ فصلی رکعتین فی جانب المسجد ثم دخل

لـه حدیث معاذ بن جبل رض کی یون ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کے پیچھے عشا کی نماز جماعت مین ادا کر کے بعد مین اپنی قوم مین جا کر اون لوگونکو نماز پڑہاتے اور اُس حدیث کے اخیر کا جملہ یہ ہے ہی لہ تطوع ولہم فریضۃ انتہی یعنی وہ نماز دوسری حضرت معاذ کی نفل ہوتے تہے اور اون لوگونکے جو مقتدی تہے فرض ہوتے تہے وغیرہ [illegible] اور حال یہ کہ اوسکو امام بخاری وغیرہ نے

[illegible]

مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما سلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا فلان بای الصلوتین اعتددت ابصلوتک وحدک ام بصلوتک معنا انتہی یعنی کہا عبد اللہ بن سرجس رض نے کہ داخل ہوا ایک شخص مسجد مین اور رسول اللہ صلعم نماز فجر مین تہے پس پڑہی اس نے دو رکعت کونے مسجد مین پہر داخل ہوا ساتہہ رسول اللہ صلعم کے پس جبکہ سلام پہیر آپ نے فرمایا اے فلانے ساتہہ کون سی نماز کے اعتبار کیا تو نے آیا ساتہہ اس نماز تیری کے جو تو نے اکیلے نے ادا کی یا کہ ساتہہ اوس نماز کے جو کہ تو نے ہمارے ساتہہ ادا کی ہے انتہی اس مین صریح مذکور ہے کہ اوس شخص نے سنت ادا کر کے جماعت بہی حاصل کی اور سنت کو ایک طرف ہو کر ادا کیا لہذا مذہب حنفی کی تاویل صحیح نہوئی بلکہ صریح حدیث کو معارض ہی واللہ اعلم بالصواب وہو الغفور التواب جواب ان احادیث کا دو وجہ پر ہے اول یہ کہ ان احادیث مین یہ کہان وارد ہے کہ اوس نے بعد ادائے سنت کے رکعت تامہ امام کے ساتہہ ادا کی مکن ہے کہ تشہد مین شامل جماعت ہوا ہو لہذا اوسکی نماز کو یون نہین کہا جاتا کہ اوس نے امام کے ساتہہ پائی بلکہ اوس سے جماعت فوت ہوئی اب اوسکو اس وجہ سے تو خواہ مخواہ زجر فرماتا تہا۔ اور اس سے تو ہم بہی منع کرتے ہین اور ائمہ فقہا ہمارے اوسکو بہت سا مکروہ جانتے ہین لہذا ممکن ہے مطابقت ان احادیث کی حضرت علی رض کی حدیث سے کہ بشرائط مذکورہ سنت ادا کرے ورنہ جماعت مین شریک ہو جاوے کما مر سابقا ذکرہ مفصلا وجہ دوسری یہ کہ جن صحابہ رض نے وقت اقامت یا کہ بعد اقامت دیدہ و دانستہ سنت ادا کر کے جماعت مین شریک ہونا روا رکہا ہے اور خود ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منع کی حدیث نقل کی چنانچہ اونمین سے ہین عبد اللہ بن عمر رض اور عبد اللہ بن عباس رض اب ظاہر ہے کہ اونہون نے احادیث مین مطابقت کرنا مقدم رکہا مطلق مناہی پر کیونکہ اوسمین اہمال اور بیکار کرنا بعض احادیث کا ہے وہو الصواب دیکہو خود مولوی شمس الحق صاحب اس قاعدہ کو بیہقی سے نقل کر کے امام طحاوی پر اعتراض کرتے ہین اور اوقات مکروہ مین سنن رواتب کو جائز کہتے ہین اور عبارات اونکی یہ ہے قال الشیخ احمد ودعوی من ادعی النسخ فی ہذہ الاخبار باخبار النہی عن

[illegible]

الاخبار اذا امکن الجمع اولی من ابطال مالا یوافق مذہبہ انتہی وجہ تیسری یہ کہ اون صحابہ کو آپ کیا فرماتے ہیں جنکو احادیث منع معلوم تہی اور بعض وقت سنت فجر ادا کر کے جماعت میں شامل ہوئے اور بعض وقت سنت کو ترک کیا اور جماعت میں شریک ہوئے چنانچہ وہی عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ ہیں اب اگر مطلقا سنت کا ادا کرنا من کل الوجوہ منع ہے تو جو صحابہ کہ خود راوی حدیث منع کے ہیں اونکو آپ کیا حکم لگاتے ہیں...... آپکی نزدیک وہ لوگ اس آیت کے مصداق ہوئے یعنی قولہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون ط الآیۃ اور اگر اونکو آپ کسی وجہ سے اس حکم سے بری کرتے ہیں اور اونکے واسطے تاویل کر کے بری کرنے کا حکم لگاتے ہیں تو وہی جواب ہماری طرف سے یاد فرماوین اور برائی خدا فقہا رحمہم اللہ کو بہی برا نہ جانئیں تاکہ آپ اوس حدیث کے مصداق نہ ہو جاوین یعنی قولہ صلعم لعن آخر الامۃ اولہا الحدیث ورنہ عجب ہے کہ جس صحابی کو قطعاً معلوم ہو کہ فلان فلان وقت فلانے فعل سے شارع نے منع کیا ہے اور وہ خود اوس فعل ممنوع کا مرتکب ہو بلکہ اوسکے جواز کا فتوی شایع کرے تو اب وہ خود مجرم ہوا اور عاصی اور خاطی ہوا تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا الا انہ لم یختر بصحبۃ نبیہ من کان ہذا الفعل القبیح لہ دینا مبینا واللہ اعلم وجہ تیسری یہ کہ مخالف ہمارا خود ان احادیث کے عموم کو مسلم نہیں رکہتا کیونکہ وہ خود اس عموم سے نماز وتر کو مستثنی جانتا ہے اور حال یہ کہ وتر نماز کو مسنون مانتا ہے نہ فرض نہ واجب اور خود مولوی شمس الحق صاحب اس مذہب کے اقراری ہیں چنانچہ احادیث مرویہ اس باب میں نقل فرما کر اوسکی بعد اپنے راے ظاہر کرتے ہین اور یہاں مراد واضح ہے کہ اونکی راے کے موافق جسطرح وتر نماز موکد بدرجہ اتم ہے اوسیطرح فجر کی سنت بدرجہ غایت موکد ہے غرض کہ اونکی راے کے موافق مساوی الثبوت والتاکید دونو برابر ہیں فقد اخرج الحاکم والبیہقی عن ابی الدرداء انہ قال ربما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر وقد قام الناس لصلوۃ الصبح وصححہ الحاکم اخرج مالک فی الموطا مالک عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ ان عبد اللہ ابن مسعود قال ما ابالی لو اقیمت صلوۃ الصبح وانا اوتر انتہی واخرج عن یحیی بن سعید انہ قال کان

اوتر ثم صلی بہم الصبح انتہی واخرج عن عبد الرحمن بن القاسم انہ قال سمعت عبد اللہ بن عامر بن ربیعۃ یقول انی لاوتر وانا اسمع الاقامۃ انتہی واخرج الطحاوی فی شرح معانی الآثار حدثنا فہد قال ثنا محمد بن کثیر عن الاوزاعی عن یزید بن ابی مریم عن ابی عبید اللہ قال رایت ابا الدرداء وفضالۃ بن عبید و معاذ بن جبل یدخلون المسجد والناس فی صلوۃ الغداۃ فیتنحون الی بعض السواری فیوتر کل احد منہم برکعۃ ثم یدخلون مع الناس فی الصلوۃ انتہی اب دیکہو کہ نماز وتر جو کہ ہمارے مخالف کے نزدیک سنت ہے نہ فرض نہ واجب بعد اقامت فجر کے وقت جماعت کے جائز جانتا ہے اور اس قاعدہ کو کلیہ کے طور نہیں تسلیم کرتا لہذا اوس نے وتر کو مستثنی کیا ہے* اگر کوئی شبہ کرے کہ اگرچہ اہل حدیث اور جمہور فقہا نماز وتر کو سنت جانتے ہیں نہ واجب مگر مذہب امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ کا تو وجوب وتر کا ہے لہذا وتر مستثنی ہے اور سنت فجر سنت ہے وہ عموم منع میں داخل رہی تو جواب اس کا دو وجہ سے ہے اول یہ کہ ہم نے یہی مخالف کے مذہب پر اوسکو الزام دیا ہے کیونکہ وہ تو وتر کو سنت مانتا ہے نہ واجب اور خود مولوی شمس الحق صاحب نے اسکی تفصیل کی ہے اور اسکو صحیح مانا ہے وجہ دوسری یہ کہ امام اعظم ابو حنیفہ رح کے مذہب میں تو یہی روایت کہ سنت فجر بہی واجب ہے اور اونکی دلیل یہی حدیث سے ثابت ہے اور اونکے واسطے اس باب میں سلف صالح یہی ہے اور بعض اہل حدیث کا اس طرف میلان یہی ہے چنانچہ چند عبارات فقہا اور محدثین کی نقل کی جاتی ہیں قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری شرح صحیح البخاری تحت حدیث عائشۃ لم یکن یدعہما استدل بہ لمن قال بالوجوب وہو المنقول عن الحسن البصری اخرجہ ابن ابی شیبۃ عنہ بلفظ کان الحسن یری الرکعتین قبل الفجر واجبتین والمراد بالفجر ہہنا صلوۃ الصبح نقل ابو غسان مثلہ عن ابی حنیفۃ وفی جامع المحبوبی عن الحسن بن زیاد لو صلاہما قاعدا من غیر عذر لم یجزہ انتہی وشیدار کانہ الشیخ العلامۃ الشوکانی فی نیل الاوطار تحت حدیث ابی ہریرۃ ہذا والحدیث یقتضی وجوب رکعتی الفجر لان النہی عن ترکہما حقیقۃ فی التحریم وما کان ترکہ حراما کان فعلہ واجبا ولا

* لہذا انہنے بہی سنت فجر کو مستثنی کیا ہے

التی یباح لاجلہا کثیر من الواجبات من الادلۃ الدالۃ علی ما ذہب الیہ الحسن من الوجوب فلابد للجمہور
من قرینۃ صارفۃ عن المعنی الحقیقی للنہی بعد تسلیم صلاحیۃ الحدیث للاحتجاج انتہی وقال فی موضع
آخر وقع الاختلاف ایضا فی وجوب رکعتی الفجر فذہب الی الوجوب الحسن البصری حکی عنہ ابن ابی
شیبۃ فی المصنف وحکی صاحب البیان والرافعی وجہا لبعض الشافعیۃ ان الوتر ورکعتی الفجر
سواء فی الفضیلۃ انتہی وقال ابن القیم فی زاد المعاد فی ہدی خیر العباد وقد اختلف الفقہاء ای
الصلوتین آکد سنۃ الفجر او الوتر علی قولین ولا یمکن الترجیح باختلاف الفقہاء فی وجوب الوتر فقد اختلفوا
ایضا فی وجوب سنۃ الفجر انتہی وقال النووی فی شرح صحیح مسلم وحکی القاضی عیاض عن الحسن البصری
وجوبہما انتہی وقال القسطلانی فی شرح البخاری واستدل بہ القائل بالوجوب وہو مروی عن
الحسن البصری کما اخرجہ ابن ابی شیبۃ انتہی اور کہا مجد الدین فیروز آبادی نے سفر سعادت مین
وعلما را دو قول ست در افضلیت سنت فجر و نماز وتر بعض میگویند سنت فجر آکد ست و اعمل
وچنانکہ وتر نزد بعضے واجب ست سنت فجر نیز نزد بعض واجب ست انتہی اب یہ تمام
عبارات محدثین کی ہین اور فقہاء حنفیہ کی عبارات کا لکہنا چندان ضرور نہین بلکہ مجمل یہ ہے
کہ فتاوی ظہیریہ اور عینی شرح ہدایہ اور فتح القدیر اور در مختار اور شامی وغیرہا کتب مین روایت
وجوب سنت فجر کی مشہور ہے اور خود مولوی شمس الحق نے بہت سی عبارات انکے علاوہ
نقل کی ہین اب اگر وتر کی نماز بعد اقامت صحیح ہے تو سنت فجر بہی بعد اقامت صحیح ہے للمساواۃ
بینہما ثبوتا ورتبۃ واداء وفضلا ووجوبا وسنیۃ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

فصل دوسری بیچ بیان اس بات کے کہ اگر کوئی نمازی سنت فجر کو ترک کرکے جماعت
مین شامل ہوا تو وہ شخص سنت فجر کو کب ادا کرے قبل طلوع شمس یا کہ بعد طلوع شمس کے
تو واضح ہو کہ اوقات مکروہہ مین یعنی بعد فجر قبل طلوع اور بعد عصر قبل غروب اور وقت عین طلوع
اور عین غروب اور عین برابر ہونے سورج کے سر پر قبل زوال کے نوافل کا ادا کرنا بہت احادیث

لہذا احادیث کا لکہنا چندان ضروری نہین مگر چونکہ بحث اسمین ہے کہ سنت فجر بعد فرض قبل طلوع
ادا کرنا ازروی احادیث و آثار کے روا ہے یا کہ نہ تو اس مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ منع ہے بلکہ
بعد طلوع قضا کرے اور تقریر اسکی دو طور پر ہے ایک بطور اجمال کے اور دوسری بطور
تفصیل کے جواب اجمالی تو یہ ہے کہ حدیث صحیح جو کہ اعلی مرتبہ صحت کا رکہتی ہے بلکہ درجہ شہرت
کو پہنچ چکی ہے اسمین یون وارد ہے لا صلوۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس ولا بعد العصر حتی
تغرب الشمس انتہی اخرجہ البخاری ومسلم فی صحیحہما وغیرہما عن جماعۃ من الصحابۃ اور اسکے طرق اور
اسانید کے استیعاب کی کچہہ ضرورت نہین مخالف خود جانتا ہے اور اسکی صحت کا قائل ہے اب
یہ قاعدہ مسلمہ اجماعیہ فریقین جو کہ حدیث متفق علیہ مرتبہ اول سے ثابت ہے عموما صلوۃ بعد العصر
اور بعد صلوۃ فجر کے نوافل سے منع کرتا ہے لہذا منع کو قوت ہوگی غایۃ ما فی الباب مخالف
شخص اس عموم سے خاص کر سنت فجر کا استثنا کریگا تو دو سکے ۔ و جواب ہیں اول یہ کہ اصول کا
قاعدہ ہے کہ خاص اور عام جب دو لو متعارض ہون تو اگر تاریخ معلوم ہو کہ خاص کا ورود بعد
عام کے ہے تو اس صورت مین وہی فرد خاص مستثنی ہوگا اور اگر تاریخ مجہول ہو اور یا کہ معلوم ہو کہ عام
بعد خاص کے وارد ہوا ہے تو ان دونو صورتونمین عام ناسخ ہوگا اور وہ خاص منسوخ ہوگا ۔
قال الحافظ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ ذکر السغناقی نقلا عن الفوائد الظہیریۃ قال اذا ورد
حدیثان احدہما عام والاخر خاص فان علم تقدیم العام علی الخاص خص العام بالخاص کمن یقول لعبدہ لا تعط
احدا شیئا ثم قال لہ اعط زیدا درہما فان ہذا تخصیص لزید وان علم تاخر العام کان العام ناسخا للخاص کمن
قال لعبدہ اعط زیدا درہما ثم قال لا تعط احدا شیئا فان ہذا ناسخ للاول ہذا مذہب عیسی بن ابان
وہو الماخوذ بہ قال محمد بن شجاع البلخی ہذا اذا علم التاریخ اما اذا لم یعلم فان العام یجعل آخرا لما فیہ
من الاحتیاط انتہی لہذا چونکہ اس جگہ پر تاریخ مجہول ہے کہ حدیث ادائے سنت بعد از فرض
قبل طلوع آفتاب کے جسمین وارد ہے وہ حدیث بعد اس حدیث کے ہے یعنی لا صلوۃ
[illegible]

اوسکی ناسخ بھی ہوگی اور حدیث قیس وغیرہ کی منسوخ قرار دی جاویگی واللہ اعلم وجہ دوسری یہ ہے
کہ خاصکر اس باب میں بھی حدیث قولی اور فعلی دونوں وارد ہیں جس سے عمدہ طور پر معلوم ہوتا ہے
کہ سنت کو بعد طلوع آفتاب کے ادا کرے نہ قبل اوسکے اما الحدیث القولی فقد اخرج الترمذی
فی جامعہ حدثنا عقبۃ بن مکرم العمی البصری ثنا......عمرو بن عاصم ثنا ہمام عن قتادۃ عن النضر بن
انس عن بشیر بن نہیک عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر
فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس انتہی یعنی جس شخص نے نہ پڑہی ہون دو رکعت فجر کی پس چاہیے کہ پڑہے
انکو بعد طلوع آفتاب کے انتہی اب اس حدیث میں تو خاصکر کے سنت فجر کی ممانعت ہی ثابت
ہو چکی اب احادیث مجوزہ کا معارضہ بخوبی کر سکتی ہے اور اوس قاعدہ مقررہ یعنی لا صلوۃ
بعد الفجر حتی تطلع الشمس الخ جو کہ متفق علیہ مرتبہ اولی کی حدیث سے ثابت ہے ملکر سنت فجر
کو خاصکر کے منع کر دیا ہے فخذ ما صفا ودع ما کدر اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ حدیث عام نہیں
بلکہ مقید بقیود ہے وہ یہ کہ حدیث اوسکے حق میں ہے جو کہ نماز فجر ادا کر چکا اور سنت فجر اوسکے
قبل بھول گیا نہ کہ عام ہے اور نیز اوسکے حق میں ہے جو کہ ایسے وقت ادا کرے کہ وقت صبح
قریب طلوع آفتاب کے ہو جاوے نہ وقت فراخ میں فقد اخرج الدارقطنی من طریق عمرو بن
عاصم ثنا ہمام ثنا قتادۃ عن النضر بن انس عن بشیر بن نہیک عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر حتی تطلع الشمس فلیصلہما واخرج الحاکم فی المستدرک اخبرنا ابو زکریا یحیی
ابن محمد العنبری ثنا ابراہیم بن ابی طالب ثنا ابو بدر عباد بن الولید الغبری ثنا عمرو بن عاصم ثنا ہمام
عن قتادۃ عن النضر بن انس عن بشیر بن نہیک عن ابی ہریرۃ مرفوعا مثلہ اخبرنا ابو بکر احمد بن کامل القاضی
حدثنا ابو قلابۃ ثنا عمرو بن عاصم بہذا الاسناد مرفوعا من نسی رکعتی الفجر الحدیث وقال الحاکم صحیح
علی شرطہما ولم یخرجاہ انتہی لہذا جبکہ بعد ادا کرنے فرض کے وقت ہی باقی نہ رہا یا کہ انسان
بھول گیا اور بعد طلوع یاد کیا تو وہ خواہ مخواہ بعد ہی ادا کریگا اور حدیث سے یہ منع کہان

کہ دونو طریق میں کچھ معارضہ نہیں بلکہ حکم عام ہے وقت وسیع ہو یا کہ تنگ خارج ہوا ہو یا کہ باقی
تو اب یہ دونو قیدیں کچھ احترازی نہیں ہیں ہر حال میں بعد طلوع ادا کرنی چاہیے نہ قبل اوسکے حالت
نسیان اور حالت عدم موجودگی وقت کے تو خواہ مخواہ بعد طلوع ادا کرے از روے حدیث حاکم
اور دارقطنی کے اور حالت وسعت وقت میں بھی بعد طلوع آفتاب ادا کرے از روی حدیث
ترمذی کے باعتبار عموم لفظ من لم یصل کے جو کہ شامل ہے اوس حالت کو کہ بسبب حصول ثواب
جماعت کے امام کے ساتھ شامل ہو الان توافق الاحادیث اولی من تعارضہما اما الحدیث الفعلی مرفوعا
فقد اخرج ابن ماجہ فی سننہ فی باب ما جاء فیمن فاتتہ الرکعتان قبل صلوۃ الفجر متی یقضیہما حدثنا عبد الرحمن
ابن ابراہیم ویعقوب بن حمید بن کاسب قالا حدثنا مروان بن معاویۃ عن یزید بن کیسان عن ابی
حازم عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نام عن رکعتی الفجر فقضاہما بعد ما طلعت الشمس انتہی کہا ابو ہریرہ
نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے دو رکعت فجر سے پس ادا کیا انکو بعد اوسکے کہ طلوع ہوا آفتاب انتہی
لہذا ابن ماجہ کی غرض اس ترجمۃ الباب سے اور وارد کرنے حدیث ابو ہریرہ رض کی سے صاف ثابت
ہے کہ اگر قبل صلوۃ فجر کے ادا نہوں تو بعد طلوع کے ادا کرے اور آثار بھی اسپر دال ہیں فقد اخرج مالک
الامام فی الموطا انہ بلغہ ان عبد اللہ بن عمر رض فاتتہ رکعتا الفجر فقضاہما بعد ان تطلع الشمس پہنچا ہے امام مالک
کو کہ عبد اللہ بن عمر رض سے فوت ہوئی دو رکعت فجر کی پس ادا کیا انکو بعد اسکے کہ طلوع ہوا آفتاب واخرج
الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار عن ابی مجلز قال دخلت المسجد مع ابن عمر وابن عباس والامام یصلی
فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانہ
حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین انتہی کہا ابو مجلز نے داخل ہوا میں مسجد میں ساتھ عبد اللہ بن عمر اور
عبد اللہ بن عباس رض کے اور امام اوس وقت نماز پڑہتا تھا پس لیکن ابن عمر پس داخل ہوا صف میں
اور لیکن ابن عباس پس پڑہی اوس نے دو رکعت پھر داخل ہوا ساتھ امام کے پس جبکہ سلام دیا امام
نے بیٹھ گئے ابن عمر اپنی جگہ پر یہان تک کہ طلوع ہوا آفتاب پس کہڑے ہوئے پس پڑہی دو رکعت

عبداللہ بن عمر رض نے پڑہی دو رکعت بعد ضحی کے انتہی واخرج الامام مالک فی المؤطا مالک عن عبدالرحمن
ابن القاسم عن القاسم بن محمد مثل الذی صنع ابن عمر قال الزرقانی قال ابن عبدالبر فیہ دلیل علی انہما من
موکدات السنن انتہی یعنی قاسم بن محمد رح نے بہی اوسیطرح کیا جسطرح عبداللہ بن عمر رض نے کیا تہا انتہی
واخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا غندر عن یحیی بن ابی کثیر و یحیی بن سعید علی ما حققہ صاحب اعلام
اہل العصر فی کتابہ قال سمعت القاسم یقول اذا لم اصلہما حتی اصلی الفجر صلیتہما بعد طلوع الشمس یعنی کہا قاسم
بن محمد رح نے جبکہ نہ پڑہون مین اون دو نون رکعتون کو یہانتک کہ مین صبح کی نماز ادا کرون تو پڑہونگا
اونکو بعد طلوع شمس کے اور کہا حافظ شوکانی نے نیل الاوطار مین بعد نقل کرنے حدیث ترمذی
کے جو مذکور ہو چکی ہے والحدیث استدل بہ علی ان من لم یرکع رکعتی الفجر قبل الفریضۃ فلا یفعل بعد الصلوۃ
حتی تطلع الشمس ویخرج الوقت المنہی عن الصلوۃ فیہ والی ذالک ذہب الثوری وابن المبارک والشافعی
واحمد واسحاق حکی ذلک الترمذی عنہم وحکاہ الخطابی عن الاوزاعی انتہی مختصرا اور خود مولوی شمس الحق
صاحب نے خطابی سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم رح سے بہی روایت ہے کہ بعد طلوع پڑہی اور
امام محمد رح کا مذہب تو ہمین مشہور ہے کہ بعد طلوع پڑہے واللہ اعلم بالصواب اور وہ جو مولوی
شمس الحق صاحب اور اونکے سلف شوکانی وغیرہما نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث مین
اتنا ثابت ہے کہ بعد طلوع ادا کرے نہ یہ کہ قبل طلوع منع ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر
منع نہو تو اس امر سے کیا حاصل ہوا یعنی فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس ونحوہ غرض کہ یہ امر آپکا رائیگان اور
بیکار جاتا ہے اس جگہ پر بہی مخالف لوگ چند احادیث متکلم فیہ وارد کرتے ہیں اور اپنا مدعی
اون سے ثابت کرتے ہیں کہ بعد فرض قبل طلوع آفتاب سنت فجر ادا کرے مگر یہ بحث تب سرانجام کو پونہچتی ہے جبکہ
اونکے دلائل کو عمدہ طور پر مفصل ذکر کیا جاوے اور ہر حدیث کو جدا جدا لکہا جاوے تو واضح ہو کہ وہ لوگ اس
مقام پر چند حدیثین بیان کرتے ہیں اونکو مع جرح وتعدیل کے غور سے سنو حدیث اول قیس بن عمرو رض
کی ہے فقد اخرج الترمذی فی جامعہ حدثنا محمد بن عمرو السواق حدثنا عبدالعزیز بن محمد عن سعد بن سعید

حدیث اول قیس بن عمرو رض

الصبح ثم انصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجدنی اصلی فقال مہلا یا قیس اصلوتان معا قلت یا رسول اللہ
.... انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذن انتہی یعنی کہا قیس بن عمرو رض نے نکلے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پس اقامہ کی گئی نماز پس پڑہی میں نے ساتہہ آپکے صبح کی پہر پہرے آپ پس پایا مجہکو
نماز پڑہتے ہوئے فرمایا نہیں حرج اسوقت انتہی واخرج الدارقطنی حدثنا عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز
حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ثنا عبداللہ بن نمیر ثنا سعد بن سعید حدثنی محمد بن ابراہیم عن قیس قال رای
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا یصلی بعد صلوۃ الصبح رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصلوۃ
الصبح مرتین فقال الرجل انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلہما فصلیتہما الآن قال فسکت عنہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال البیہقی قیس ہذا ہو جد یحیی بن سعید انتہی یعنی دیکہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک شخص کو کہ پڑہتا تہا بعد صبح کے دو رکعت پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نماز صبح
کی دوبار ہے پس عرض کی اوس شخص نے کہ نہ تہی پڑہی مینے وہ دو رکعت جو اسکے اول تہی پس پڑہا میں نے اونکو
اب کہا راوی نے پس چپ رہے رسول اللہ صلعم کہا بیہقی نے کہ یہ قیس وہ جد ہے یحیی بن سعید کا انتہی
واخرج ابوداود فی سننہ فقال باب من فاتتہ متی یقضیہما حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ ثنا ابن نمیر عن سعد
بن سعید حدثنی محمد بن ابراہیم عن قیس بن عمرو والحدیث نحوہ حدثنا حامد بن یحیی قال قال سفیان کان
عطاء بن ابی رباح یحدث بہذا الحدیث عن سعد بن سعید............ انتہی یعنی
کہا سفیان نے کہ تہے عطاء بن ابی رباح حدیث کرتے ساتہہ اس حدیث کے سعد بن سعید سے ختم ہوا کلام ابوداؤد
کا واخرج ابن ماجۃ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ثنا عبداللہ بن نمیر ثنا سعد بن سعید حدثنی محمد بن ابراہیم عن
قیس بن عمرو ونحوہ واخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا ابن نمیر عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراہیم التیمی عن قیس
بن عمرو والحدیث واخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا ابن نمیر عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراہیم التیمی عن قیس
بن عمرو ونحوہ واخرج الحاکم اخبرنا عبداللہ بن محمد الصیدلانی حدثنا اسماعیل بن قتیبۃ السلمی ثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ
حدثنا عبداللہ بن نمیر ثنا سعد بن سعید حدثنی محمد بن ابراہیم التیمی عن قیس بن قہد مرفوعا مثلہ واخرج البیہقی

اخبرنا الشافعی اخبرنا سفیان عن ابن قیس عن محمد بن ابراہیم التیمی عن جدہ قیس نحوہ وقال البیہقی بعد
اخراج الحدیث المذکور آنفا ورواہ الحمیدی وغیرہ عن سفیان عن سعد بن سعید بن قیس الانصاری عن محمد بن
ابراہیم التیمی عن قیس جد سعد قال سفیان وکان عطاء بن ابی رباح یروی ہذا الحدیث عن سعد قال الشیخ
احمد ورواہ عبد اللہ بن نمیر عن سعد بن سعید واخرج ابوداؤد فی کتاب السنن ثم قال بعض الرواۃ فیہ
قیس بن عمرو وقال بعضہم قیس بن قہد وقیس بن عمرو اصح قال یحیی بن سعید ہو قیس بن عمرو بن سہل
جد یحیی بن سعید قال احمد یحیی وسعید اخوان انتہی کلامہ کذا نقلہ الفاضل شمس الحق عظیم آبادی فی کتابہ
اعلام اہل العصر جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ سند اس حدیث کی منقطع ہے فقد قال الترمذی بعد اخراج
ہذا الحدیث واسناد ہذا الحدیث لیس بمتصل محمد بن ابراہیم التیمی لم یسمع من قیس انتہی یعنی کہا ترمذی نے اس
اسناد اس حدیث کی نہیں ہے متصل محمد بن ابراہیم تیمی نے نہیں سنا ہے قیس سے انتہی وقال
الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ قد اخرج احمد من طریق ابن جریج سمعت عبد اللہ بن سعید یحدث
عن جدہ نحو حدیث محمد بن ابراہیم التیمی فان کان الضمیر لعبد اللہ فہو مرسل لانہ لم یدرکہ وان کان
لسعید فیکون محمد بن ابراہیم قد توبع انتہی کلام الحافظ اور کہا ترمذی نے وانما یروی ہذا الحدیث
مرسلا انتہی یعنی یہ حدیث مرسل ہی طور پر مروی ہے بلکہ ایک طور پر معضل ہے کہا ترمذی نے و
روی بعضہم ہذا الحدیث عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراہیم ان النبی صلعم خرج فرای قیسا انتہی پھر
حال یہ حدیث اس سند سے انقطاع کے سبب سے مجروح ہے اور وہ جو ابن حجر نے دوسرا احتمال
نکالا ہے اوسکی کوئی وجہ معتد نہین ہے کیونکہ اگر عبد اللہ بن سعید نے اپنے جد سے روایت کی
ہو تب بھی منقطع ہے کیونکہ عبد اللہ کو اپنے جد سے یعنی قیس سے کب سماعت ہے لہذا دونو
صورتون مین شبہ انقطاع کا متعین ہے اور کہا ابوداؤد نے بعد اخراج کرنے اس حدیث کے
قال ابوداؤد وروی عبد ربہ ویحیی ابنا سعید ہذا الحدیث مرسلا ان جدہم زیدا صلی مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم انتہی یعنی کہا ابوداؤد نے کہ روایت کیا ہے عبد ربہ اور یحیی نے جو کہ دونو بیٹے ہین

کے انتہی خلاصہ کلام یہ ہے کہ سعد بن سعید اور عبد ربہ بن سعید اور یحیی بن سعید اور عبد اللہ بن سعید ان
سب نے اسکو منقطع روایت کیا ہے۔ اسیواسطے ترمذی اور ابوداؤد نے اسکو منقطع قرار دیا ہے۔
وقد قال ابن مندۃ بعد اخرجہ من طریق اسد بن موسی عن اللیث عن یحیی بن سعید عن ابیہ عن جدہ انہ غریب
تفرد بہ اسد بن موسی وقال غیرہ عن اللیث عن یحیی ان حدیثہ مرسل انتہی کذا نقلہ الفاضل شمس الحق عظیم آبادی
فی اعلام اہل العصر وقال الامام النووی فی تہذیب الاسماء واللغات فی ترجمۃ قیس ہو صحابی وذکروا حدیثہ
فی الرکعتین بعد الصبح وہو حدیث ضعیف انتہی مختصرا وقال بعید ہذا قریبا قیس بن عمرو ہو جد یحیی بن سعید بن
قیس الانصاری واتفقوا علی ضعف حدیثہ المذکور فی الرکعتین بعد الصبح وروی ابوداؤد والترمذی و
غیرہما وضعفوہ انتہی کلام الامام النووی مختصرا ملخصا یعنی کہا امام نووی نے تہذیب الاسماء مین قیس
کے ترجمہ مین کہ قیس وہ صحابی ہے اور ذکر کیا ہے اونہوں نے اوسکی حدیث کو جو کہ درباہ دو رکعت
بعد صبح کے ہے اور وہ حدیث ضعیف ہے ختم ہوا کلام اوسکا مختصر کرکے اور کہا نووی نے تہذیب
سا اسکے بعد کہ قیس وہ جد ہے یحیی بن سعید بن قیس .... انصاری کا اور
متفق ہوئے ہین وہ لوگ اوپر ضعف حدیث اوسکی کے جو کہ ذکر کی گئی ہے درباہ دو رکعت بعد
فجر کے اور روایت کیا ابوداؤد اور ترمذی اور انکے غیر نے اور ضعیف کیا اون سب نے اوسکو انتہی
اب دیکھو ان اہل حدیث نے اس حدیث کو منقطع قرار دیکر ضعیف کیا ہے بلکہ امام نووی نے اسکے ضعف پر دعوی
اجماع کا کیا ہے لہذا یہ حدیث ضعیف قرار پائی واللہ اعلم اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ حدیث سند
متصل سے بھی مروی ہے فقد اخرج ابن حبان فی صحیحہ حدثنا محمد بن اسحاق بن خزیمۃ ووصیف
ابن عبد اللہ الحافظ قالا حدثنا الربیع بن سلیمان قال حدثنا اسد بن موسی قال ثنا اللیث بن سعد قال
حدثنا یحیی بن سعید عن ابیہ عن جدہ قیس بن قہد انہ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث نحوہ
واخرج الحاکم فی المستدرک حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا الربیع بن سلیمان ثنا اسد بن موسی
ثنا اللیث بن سعد عن یحیی بن سعید عن ابیہ عن جدہ انہ جاء والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی صلوۃ الفجر
[illegible]

واخرج الدارقطنی فی سننہ حدثنا ابو بکر النیسابوری ثنا الربیع بن سلیمان ونصر بن مرزوق قالا حدثنا اسد بن موسی ثنا اللیث بن سعد عن یحیی بن سعید عن ابیہ عن جدہ الحدیث اور یہ حدیث اس سند سے کل عیوب سے خالی ہے اور مجروح نہیں ہے نہ از روے رواۃ کے اور نہ از روے انقطاع کے بلکہ راوی ثقہ ہیں اور سند متصل ہے اور تفصیل کی مولوی شمس الحق عظیم آبادی نے اپنے رسالہ اعلام اہل العصر میں سب طرح سے واللہ اعلم جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح طور پر حدیث منقطع ہے جیسا کہ اسکی تفصیل ہم اوپر ذکر کر چکے کہ سعد بن سعید اور عبد ربہ بن سعید اور عبد اللہ بن سعید نے تو اتفاقاً اسکو منقطع روایت کیا ہے یعنی لفظ عن ابیہ کا ذکر نہیں کیا اب رہا یحیی بن سعید کا طریق جو کہ ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے گو کہ اوسمین عن ابیہ کا ذکر ہے مگر وہ بھی وہم راوی کا ہے کیونکہ خود یحیی بھی ان تینون کے ساتھہ منقطع کرنے مین شریک ہے جیسا کہ نص کی اوسپر ابو داؤد نے وقد مر تماما بلکہ خود امام شافعی رحمہ نے سفیان بن عیینہ سے اسی حدیث کو روایت کیا ہے اونہین بھی واسطہ عن ابیہ ذکر نہیں کیا جیسا کہ روایت کیا بیہقی نے کتاب المعرفت مین اور سند اوسکی بھی گذر چکی اور اہل حدیث نے جسطرح پر ثقہ ہونا رواۃ کا صحت حدیث کے واسطے شرط کیا ہے اوسیطرح پر سلامتی شذوذ اور نکارت سے شرط کی ہے لہذا یہ حدیث بسبب شذوذ اور نکارت کے ضعیف ہوئی چنانچہ امام نووی وغیرہ سے اسکی تقریر گذر چکی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط

حدیث دوسری اونکی یہ ہے اخرج ابن حزم فی المحلی من طریق الحسن بن ذکوان عن عطا بن ابی رباح عن رجل من الانصار قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا یصلی بعد الغداۃ فقال یا رسول اللہ لم اکن صلیت رکعتی الفجر فصلیتہما الآن فلم یقل شیئا قال العراقی واسنادہ حسن انتہی کذا نقل الشوکانی وغیرہ اور خود مولوی شمس الحق صاحب نے اسکو حاشیہ دارقطنی اور اعلام مین ذکر کیا ہے جواب اول اسکا یہ ہے کہ حسن بن ذکوان اسکے اسناد مین متکلم فیہ ہے قال الحافظ ابن حجر فی التقریب الحسن بن ذکوان ابو سلمۃ البصری صدوق یخطئ من السادسۃ انتہی وقال الذہبی فی میزان الاعتدال الحسن بن ذکوان ضعفہ ابن معین وابو حاتم وقال النسائی لیس بالقوی وقال ابن المدینی حدیثہ یحیی عن

الحسن بن ذکوان ولم یکن عندہ بالقوی وقال ابن معین قدری قال العقیلی ثنا الخضر بن داؤد ثنا الاثرم قلت لابی عبد اللہ ما تقول فی الحسن بن ذکوان فقال احادیثہ اباطیل وقال ابن معین کان صاحب اوابد انتہی جواب دوسرا اسکا یہ ہے کہ اگر چہ بعض نے اوسکو ثقہ بھی کہا ہے اور اسکی حدیث کو درجہ حسن مین رکھا ہے مگر یہ اوس جگہ ہو سکتا ہے جہان پر مخالفت کسی ثقہ کی اور زیادتی غیر پر نہ کرے ورنہ شاذ یا کہ منکر ہوگی اور اس جگہ پر اوس نے سفیان کی مخالفت کی ہے اور وہ ثقہ حافظ ضابط عادل ہے اتفاقی فقد مر من کلام ابی داؤد انہ قال حدثنا حامد بن یحیی قال قال سفیان کان عطاء بن ابی رباح یحدث بہذا الحدیث عن سعد بن سعید انتہی یعنی عطا کی حدیث سعد بن سعید سے ہے اور اوپر گذر چکا کہ وہ منقطع ہے جواب تیسرا اوسکا یہ ہے کہ یہ رجل انصاری جو کہ عطا کا شیخ ہے نہین معلوم کہ صحابی ہے یا کہ نہ اور عطا کو اوس سے سماعت ہے یا کہ نہ لہذا خدشہ انقطاع سے خالی نہیں واللہ اعلم بالصواب الحدیث الثالث اخرج الطبرانی فی معجمہ الکبیر حدثنا ابراہیم بن متویہ الاصبہانی ثنا احمد بن الولید بن برد الانصاری ثنا ایوب بن سوید عن ابن جریج عن عطاء ان قیس بن سہل حدثہ انہ دخل المسجد والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی ولم یکن صلی رکعتی الفجر فصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قضی صلوتہ قام فرکع انتہی یعنی قیس سعد داخل ہوئے مسجد مین اور نبی صلعم نماز پڑہتے تہے اور نہ پڑہی تہی اونہون نے دو رکعت فجر کی پس نماز گذاری اونہون نے ساتھہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پس جبکہ پوری کی نماز کہڑا ہوا پس نماز پڑہی انتہی جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسکی سند مین ایوب بن سوید ہے اور وہ ضعیف ہے قال فی الخلاصۃ قال ابن حبان ردی الحفظ وقال النسائی لیس بثقۃ انتہی کذا نقلہ الفاضل شمس الحق عظیم آبادی فی حاشیۃ الدارقطنی وفی اعلام اہل العصر قلت وقال الذہبی فی میزان الاعتدال ضعفہ احمد وغیرہ وقال النسائی لیس بثقۃ وقال ابن معین

عبدۃ ثنا وہیب بن زمعۃ عن عبد اللہ انہ ترک حدیث ایوب بن سوید انتہی یعنی عبد اللہ بن مبارک نے
ایوب بن سوید کی حدیث ترک کردی ہے انتہی الحدیث الرابع اخرج ابن ابی شیبۃ فی
مصنفہ حدثنا ہشیم عن عبد الملک عن عطاء ان رجلا صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الصبح
فلما قضی النبی صلعم الصلوۃ قام الرجل فصلی الرکعتین فقال لہ النبی صلی ما ہاتان الرکعتان قال یا رسول
اللہ جئت وانت فی الصلوۃ ولم اکن صلیت الرکعتین قبل الفجر فکرہت ان اصلیہما وانت تصلی فلما
قضیت الصلوۃ صلیتہما قال فلم یامرہ ولم ینہہ جواب اسکا یہ ہے کہ یہ حدیث عطا کی مراسیل میں
سے ہے اور مرسل عطا کی مقبول نہیں خاصکر اُنکے نزدیک جو کہ نفس مرسل کو حجت نہیں مانتے فقد
قال الترمذی فی جامعہ فی کتاب العلل حدثنا ابو بکر عن علی قال قال یحیی بن سعید مرسلات مجاہد احب
الی من مرسلات عطاء بن ابی رباح بکثیر کان عطاء یاخذ عن کل ضرب انتہی یعنی کہا یحیی بن سعید نے کہ
مرسلات مجاہد کی مجھکو بہت پسند ہیں عطاء بن ابی رباح کی مرسلات سے بہت کیونکہ تہا عطا لیتا
ہر قسم کی حدیث انتہی یعنی اوس نے یہ التزام نہیں کیا ہے کہ ثقات سے ارسال کرے بلکہ ہر کس
وناکس سے ارسال کرتا ہے لہذا صحیح نہوئی اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں عطا کی مرسل کو نہایت
ضعیف کہا ہے جو چاہے اوسمیں دیکھے الحدیث الخامس اخرج ابن عبد البر فی کتاب التمہید حدثنا
عبد الوارث بن سفیان قال حدثنا قاسم بن اصبغ قال حدثنا مضر بن محمد قال ثنا عبد الرحمن بن سلام
قال ثنا عمر بن قیس عن سعد بن سعید اخی یحیی بن سعید قال سمعت حفص بن سالم قال سمعت سہل
بن سعد الساعدی یقول دخلت المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوۃ ولم اکن صلیت
الرکعتین فدخلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوۃ فصلیت معہ وقمت اصلی فقال الم
تکن صلیت معنا قلت بلی ولم اکن صلیت الرکعتین فصلیت الآن فسکت وکان ہلواً رضی شیئا سکت
انتہی کذا نقلہ شمس الحق عظیم آبادی فی حاشیۃ الدارقطنی وفی اعلام اہل العصر اور جواب اسکا یہ ہے۔

فتیہ ۲۹۷ ...

بسند اول متروک من السابعۃ انتہی اور کہا ذہبی نے میزان الاعتدال میں ترکہ احمد والنسائی ورد الدارقطنی
وقال یحیی لیس بثقۃ وقال البخاری منکر الحدیث وقال احمد احادیثہ بواطیل انتہی مختصراً غرض کہ یہ حدیث نہایت
درجہ کی ضعیف ہے الحدیث السادس اخرج الطبرانی فی معجمہ الکبیر عن ثابت بن قیس بن شماس قال اتیت
المسجد والنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوۃ فلما سلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم التفت الی وانا اصلی فجعل ینظر
الی وانا اصلی فلما فرغت قال الم تصل معنا قلت نعم قال فلم یعب ذلک علی انتہی جواب اسکا یہ ہے کہ اسکے
اسناد میں دو راوی مجہول ہیں قال الہیثمی فی مجمع الزوائد فیہ راویان لم یسمیا وبقیۃ بن الولید عن الجراح
بن المنہال والجراح منکر الحدیث قالہ البخاری انتہی میں کہتا ہوں کہ جراح بن المنہال نہایت درجہ
کا ضعیف بلکہ متروک ہے بلکہ بعض نے اسکو کاذب کہا ہے فقد قال شیخ الاسلام الذہبی فی میزان
الاعتدال جراح بن منہال ابو العطوف عن الزہری قال احمد کان صاحب غفلۃ وقال ابن المدینی لا یکتب
حدیثہ وقال البخاری ومسلم منکر الحدیث وقال النسائی والدارقطنی متروک وقال ابن حبان کان یکذب فی الحدیث
ویشرب الخمر انتہی کلامہ اور کہا علامہ جزری نے اسد الغابۃ میں بیچ ترجمہ قیس بن شماس صحابی کے اور عبارت
جزری کی یہ ہے قیس بن شماس اوردہ العسکری وروی باسنادہ عن الجراح بن المنہال عن ابن عطاء بن
ابی سلیم عن ابیہ عن ثابت بن قیس بن شماس عن ابیہ قال اتیت المسجد الحدیث اخرجہ ابو موسی المدینی
انتہی اور خود مولوی شمس الحق صاحب نے اعلام میں اسکو نقل کیا ہے لہذا یہ حدیث ہرگز قابل
قبول نہیں واخرج ابن ابی شیبۃ حدثنا ابن علیۃ عن لیث عن الشعبی قال اذا فاتتہ رکعتا الفجر صلاہما بعد الفجر انتہی
یعنی کہا شعبی نے جب فوت ہوں دو رکعت فجر کی پڑھے اونکو بعد فجر کے انتہی اخبرنا مسلم اخبرنا سمیع بن
ثابت قال رایت عطاء فعل مثل ذلک انتہی علاوہ انکے اور آثار اور اقوال ائمہ فقہاء تابعین اور انکے اتباع التابعین
کے بہت سے بکثرت وارد ہیں تفصیل کی اونکی مولوی شمس الحق عظیم آبادی نے اعلام اہل العصر میں جو چاہے
اوسمیں دیکھے جواب اسکا یہ ہے کہ اقوال فقہاء تابعین وغیرہم اوپر حجت نہیں جبکہ تابعین کے پاس دلیل صحیح

۳ قال فما ہذہ الصلوۃ قلت یا رسول اللہ رکعتی الفجر ...

منظور رہے جن سے عمدہ طور پر مسئلہ مذکورہ کا حل ہو سکتا ہے امر اول یہ کہ اوقات مکروہہ میں جو نماز سے
ممانعت ہے وہ کون سی نماز ہے اسمین احادیث اور اقوال صحابہ اور مذاہب ائمہ مختلف ہیں مولوی
شمس الحق صاحب عظیم آبادی نے اس مسئلہ کو بالبسط بیان کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس
باب مین آٹھ مذہب ہیں اور ہر او نمین سے ایک مذہب کو ترجیح دی ہے اور باقی کو تضعیف کیا ہے
مذہب اول یہ کہ قصداً اور عمداً عند الطلوع والغروب تلاش نماز کی کرنی چنانچہ حدیث لاتحروا بصلوتکم
طلوع الشمس ولاغروبها ونحو ذلک من الاحادیث اسپر شاہد ہے مذہب دوسرا یہ کہ اوقات مکروہ
مین اوس نماز سے منع کیا ہے جو کہ نوافل جدیدہ اپنی اختراع سے پڑھے نہ اون نوافل سے جو کہ
احادیث مین وارد ہیں یا کہ متعلق باسباب ہیں چنانچہ تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد اور استسقاء وغیرہا
من الصلوات اور اسیطرح مفروضات فوائت عن الاوقات کیونکہ اس قسم کے نوافل مسنونہ
وغیرہ کسی طور پر منع نہیں مذہب تیسرا یہ کہ مطلقاً کوئی نماز کسی قسم کی ہو منع نہین خواہ نوافل
متعلقہ باسباب اور مفروضات فوائت یا کہ غیر انکا مذہب چوتھا یہ کہ عین طلوع آفتاب اور عین غروب
کے وقت اور عین استوا سورج کے وقت حرام ہے اور بعد فجر قبل طلوع اور بعد عصر قبل غروب مکروہ
ہے مذہب پانچوان یہ کہ بعد صبح اور بعد عصر سنت اور نوافل منع ہیں گو کہ کسی قسم کا ہو اور قضا فرض کی
درست ہے اور اسیطرح جنازہ مذہب چھٹا یہ کہ نوافل مسنونہ وغیرہ سب منع ہیں مگر نماز جنازہ قبل تغیر
آفتاب کے بعد عصر کے روا ہے باقی سب منع ہے مذہب ساتوان یہ کہ پانچون اوقات مین مطلقاً کچھ
بھی نہ پڑھے نہ فرض نہ نفل گو کہ متعلق باسباب ہون یا کہ نہ اور اسیطرح قضا نماز بھی درست
نہین مذہب اٹھوان یہ کہ نہ پڑھے بعد فجر کے اور نہ وقت استوا کے اور نہ بعد عصر کے کچھ
نوافل مگر صلوۃ فائتہ اور جنازہ اور رکعتا الطواف اور صلوۃ جو کہ خود لازم کرلے اور صلوۃ جو
کہ کسی علامت کے وقت پڑھے جاوے انتہی خلاصۃ کلامہ مختصرا ملخصا اور بعد بیان کرنے کے

المبتدأة والنافلة واما الصلوة المفروضات او الصلوات المسنونات فلا يدخل في النهي هذا هو
المنصور انتہی مختصرا یعنی جبکہ جان لیا تو نے پس جان کہ مذہب دوسرا اور وہ منع کرنا بعد صبح اور عصر کے
تطوع جدیدہ اور نافلہ سے ہے اور فرض نماز اور نماز مسنونہ پس نہین داخل ہین نہی مین اور
وہی قول منصور ہے انتہی جبکہ یہ امر ممہد ہو چکا اب میں کہتا ہون کہ مولوی شمس الحق صاحب کی کلام
مین اس بندہ عاجز کو کلام ہے کیونکہ یہ قاعدہ انکا مخدوش فیہ اور مقدوح ہے اور اسکے دو جواب
ہیں اول یہ کہ اگر فرض کیا جاوے کہ کسی کو سنن رواتب عصر کی فوت ہو جاوین جو کہ حدیثین
وارد ہے کہ قبل عصر کے دو یا چار رکعت ہیں تو اب اونکو ادا کرنا بعد عصر کے کس حدیث مرفوع صحیح
سے ثابت ہے وجہ دوسری یہ کہ اگر کسی شخص کی نماز تہجد فوت ہو جاوے تو وہ نماز بعد طلوع فجر قبل
از نماز صبح یا کہ بعد از نماز صبح قبل طلوع آفتاب کے ادا کرے کس حدیث صحیح مرفوع سے ثابت
ہے اور یا کہ اجماع اسکے جواز پر ہے مخالف کو لازم ہے کہ کوئی دلیل کتاب اللہ اور سنت صحیح رسول اللہ
سے ثابت کرے یا کہ اجماع امت اسپر ثابت کرے ورنہ دعوی بلا دلیل کچھ چیز نہیں اگر کوئی یون
جواب دے کہ قبل عصر کے جو نماز ہے انکا ادا کرنا بعد عصر کے وارد ہے اور نیز انکی نظیر وارد ہے
اور وہ یہ کہ سنت ظہر کی دو رکعت اگر فوت ہون تو بعد عصر کے اونکی قضا جائز ہے فقد اخرج الامام
الطحاوی باسناد صحیح عن عبید الله بن عبد الله بن عتبة ان معاوية ارسل الى ام سلمة يسألها عن الركعتين
اللتين ركعهما رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد العصر فقالت نعم صلى عندي ركعتين بعد العصر فقلت امرت
بهما قال لا ولكني كنت اصليهما بعد الظهر فشغلت عنهما فصليتهما الآن انتهى یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ
نے بھیجا طرف ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کہ سوال کرتا تھا اون سے اون دو رکعتون سے جو کہ پڑھا اونکو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد عصر کے پس کہا ام سلمہ نے کہ ہان پڑھا آپ نے نزدیک
میرے دو رکعت بعد عصر کے پس کہا میں نے کہ آپ امر کئے گئے انکے پڑھنے کا فرمایا کہ نہیں مگر کہ تھا میں پڑھتا
اون دو رکعتون کو بعد ظہر کے پس رک گیا میں اون سے پس پڑھا میں نے اونکو اب انتہی میں
کہتا ہون کہ اس حدیث کو روایت کیا ہے بخاری اور مسلم اور دارمی اور ابو داود اور نسائی۔

اور عبدالرزاق بن ہمام اور امام احمد وغیرہ ہم نے ساتھہ اسانید متعددہ اور الفاظ مختلفہ کے اور
استیعاب کیا اوسکا مولوی شمس الحق صاحب نے اعلام اہل العصر میں جواب اوسکا دو وجہ پر ہے
وجہ اول یہ ہے کہ بعض طرق حدیث مین یون وارد ہے کہ یہ حضرت کی خصوصیات سے ہے فقد
اخرج الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار حدثنا علی بن شیبۃ قال حدثنا یزید بن ہارون
قال اخبرنا حماد بن سلمۃ عن الازرق بن قیس عن ذکوان عن ام سلمۃ الحدیث وفیہ قلت یا رسول اللہ
افنقضیہما اذا فاتتا قال لا انتہی ثم قال الامام الطحاوی فنہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذا الحدیث
ان یصلیہما بعد العصر قضاء ما کان یصلیہ بعد الظہر فدل ذلک علی ان حکم غیرہ فیہما اذا فاتتاہ خلاف
حکمہ فلیس لاحد ان یصلیہما بعد العصر ولا ان یتطوع بعد العصر اصلا انتہی یعنی کہا ام سلمہ نے کہ
یا رسول اللہ کیا قضا کرین ہم اونکو جبکہ فوت ہون فرمایا کہ نہ انتہی اوسکے بعد کہا امام طحاوی رح
نے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ کہ پڑہے اونکو بعد عصر کے
قضا کرکے اوسکو جسکو تہا پڑہتا بعد ظہر کے پس دلالت کی اوس حدیث نے کہ آپکے غیر کا حکم
جبکہ فوت ہون اوس سے خلاف حکم آپکے ہے پس نہیں جائز کسی کو کہ پڑہے اونکو بعد عصر
کے اور نہ یہ جائز ہے کہ پڑہے نفل بعد عصر کے ہرگز انتہی واخرج الامام احمد فی مسندہ من
طریق حماد بن سلمۃ عن الازرق بن قیس عن ذکوان عن ام سلمۃ نحو ما رواہ الطحاوی بعینہ اور وجہ دوسری
یہ کہ آپ کے قضا کرنے میں یہ بحث ہے کہ بعد عصر قضا کیا یا کہ بعد مغرب کے اور نیز وہ دو رکعت
جنکو قضا کیا وہ تہی جو بعد ظہر کے ہیں یا کہ وہ تہی جو کہ قبل عصر کے پڑہی جاتی ہیں اکثر احادیث
صحاح وغیرہ سے تو وہی ثابت ہے ...... کہ وہ دو رکعت جو بعد ظہر کے ہیں اور بعض روایت
سے ثابت ہے کہ جو قبل عصر کے ہین اونکو قضا کیا تہی بعد عصر ادا کیا اور بعض مین وارد ہے کہ بعد مغرب
ادا کیا فقد اخرج النسائی فی سننہ اخبرنا عثمان بن عبد اللہ ثنا عبد اللہ بن معاذ ثنا ابی ثنا عمران بن
حدیر قال سالت لاحقا عن الرکعتین قبل غروب الشمس فقال کان عبد اللہ بن الزبیر یصلیہما فارسل الیہ
معاویۃ ما ہاتان الرکعتان عند غروب الشمس فاضطر الحدیث الی ام سلمۃ فقالت ام سلمۃ ان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی رکعتین قبل العصر فشغل عنہما فرکعہما حین غابت الشمس فلم ارہ یصلیہما قبل
ولا بعد انتہی یعنی کہا عمران بن حدیر نے کہ سوال کیا میں نے لاحق بن حمید سے دو رکعت سے قبل
غروب شمس کے پس کہا کہ تہے عبد اللہ بن زبیر پڑہتے انکو پس آدمی بہیجا طرف اوسکے امیر معاویہ رض
نے کہ کیا ہیں وہ دو رکعت وقت غروب شمس کے پس رجوع کیا حدیث نے طرف ام سلمہ رض
کی پس کہا ام سلمہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہے پڑہتے دو رکعت قبل عصر کے پس روکے
گئے آپ ان دونو سے پس پڑہا اونکو جبکہ غائب ہوا سورج پہر نہیں دیکہا میں نے آپکو پڑہتے اونکو
نہ آگے نہ پیچہے انتہی۔ اور وہ حدیث جس سے ثابت ہے کہ وہ دو رکعت بعد ظہر کی تہی اور بعد عصر اور
قبل غروب آفتاب ادا کیا اسکی حدیث گذر چکی لہذا یہ تمام احادیث باہم متعارض ہوئین بلکہ یہ مسئلہ
من اصلہ مضطرب اور بے تعیین رہا پس جبکہ یہ قول مولوی شمس الحق کا مفتی بہ اور پسندیدہ خود
مزلف اور مضطرب رہا تو اب باقی اقوال جنکو مولوی شمس الحق اور اونکے اشیاخ اور اتباع نے خود
مزلف اور غیر معتبر قرار دیا ہے وہ خود مزلف اور ضعیف ہوئے لہذا مذہب حنفی ہی خوب درست
اور عمدہ رہا وہو الصواب واللہ اعلم بالصواب جواب دوسرا اونکے اس قاعدہ کا یہ ہے کہ خود
مولوی شمس الحق صاحب نے مستقل فصل مقرر کیا ہے کہ بعد طلوع فجر بجز دو رکعت فجر کے کوئی نفل
اور سنت جائز نہیں اور اوسمین بہت سے احادیث اور آثار نقل کیے چنانچہ اونمین سے ہے حدیث
لا صلوۃ بعد الفجر الا رکعتین انتہی ونحو ذلک من الالفاظ اور چند صحابہ رض سے اوسکو نقل کیا اونمین سے
ہیں عبد اللہ بن عمر رواہ الترمذی وابو داؤد والامام احمد والدارقطنی والطبرانی وابو یعلی اور اونمین ہیں عبد اللہ
بن مسعود رض وحدیثہ عند مسلم والبخاری وابی داؤد والنسائی وابن ماجۃ اور اونمین سے ہیں عبد اللہ
بن عمرو بن العاص وحدیثہ عند الدارقطنی والبزار والطبرانی فی الکبیر اور اونمین سے ہیں ابو ہریرہ رض
اخرج حدیثہ الطبرانی والبیہقی وابن عدی اور اونمین ہیں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رواہ
الطبرانی اور آثار مرویہ اسکے منع کے باب میں بکثرت ہیں اونمین سے ہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ

حیث قال وہو ما اجمع علیہ اہل العلم کرہوا ان یصلی الرجل بعد طلوع الفجر الا رکعتی الفجر ومعنی ہذا الحدیث
انما یقول لا صلوۃ بعد طلوع الفجر الا رکعتی الفجر انتہی اور خود مولوی شمس الحق صاحب کا قول ہے و
بہ قال مالک بن انس وابوحنیفہ النعمان والشافعی واحمد بن حنبل وغیرہم انتہی اب ہم مولوی
شمس الحق اور انکے سلف اور خلف سے پوچھتے ہیں کہ متہجد شخص کو نماز تہجد بعد طلوع فجر قضا کرنا جائز ہے
یا کہ نہ اگر جائز ہے تو کتاب اللہ اور سنت صحیح رسول اللہ اور اجماع سے ثابت کرین و قد مرانہ غیر ثابت
بلکہ احادیث اور آثار سے منع ثابت ہے اور اگر منع ہے تو مولوی شمس الحق اور اونکے سلف؟ خلف
کا یہ دعوی ہے کہ اوقات مکروہہ مین نوافل متعلقہ باسباب والا وقات منع نہین غلط محض ہوا
وہو المدعی فائدہ عجیبہ مولوی شمس الحق صاحب اور اونکے اتباع اور اشیاخ کو مژدہ اور مبارک ہو کہ
اونکا یہ قاعدہ ایک اور مسئلہ مین اونکو مضر اور ہمکو مفید ہوا وہ یہ اگر اوقات مکروہہ مین سنن رواتب اور
متعلقہ باسباب منع نہین ہین تو بناء علیہ سنت فجر بعد اقامت بھی جائز ہو کیونکہ وہ بھی رواتب بدرجہ
اتم ہے بلکہ سنت ظہر کی بلکہ سنت عصر بھی بعد اقامت درست ہو اگرچہ سنت فجر کا جواز ہمکو مضر نہین
اور باقی کا جواز اجماعاسب کو مضر ہے لہذا اب تو مولوی شمس الحق صاحب مع اشیاخ اور اتباع
وانصار سب کے سب لاچار اور مضطر ہونگے شاید اسکا جواب اون سے میسر نہو سکیگا ولو کان بعضہم
لبعض ظہیرا اور اگر لاچار ہو کر یہ جواب ارشاد فرماوین کہ احادیث ممانعت کی پیش کرین کہ وقت اقامت
دو رکعت کا منع ہونا مستثنی ہے تو ہم کہتے ہین کہ اسیطرح لا ہکا مخالف بھی انکو مستثنی مانکر
اپنے آپکو مولوی صاحب کے اعتراض سے بری کریگا اور ادلہ جواز کی پیش کریگا واللہ اعلم
بالصواب والیہ المرجع والمآب وعندہ علم الکتاب • فائدہ زائدہ علی مقصد الکتاب واضح ہو کہ
تعین اوقات للصلوات اور تقدیر مقادیر اونکے اور حکم لگانا سنیت اور استحباب کا ساتھ کسی
چیز کے امر قیاسی نہین ہے جسکو معلل بالغرض کہتے ہیں بلکہ یہ منصب شارع کا ہے فقط اور
کا اسیواسطے قول فعل صحابی بھی جو کہ خلاف قیاس ہو اوسکو مرفوع حکمی بولتے ہیں اور عمل در آمد

حاجت تفصیل کی کچھ نہیں جبکہ یہ امر ممہد ہو چکا تو ہم کہتے ہیں کہ اوقات مکروہہ میں جبکہ شارع
علیہ السلام نے نوافل سے منع کیا پھر اوسمین ادہر اودہر کی بات کیا فائدہ دیتی ہے خاصکر کے
اسی باب میں احادیث بکثرت موجود ہیں جسکو اہل علم خوب جانتے ہیں دیکھو صحابہ اور تابعین
میں سے اسکا خلاف قیاس ہونا ظاہر طور پر ثابت ہے فقد اخرج الدارمی فی سننہ اخبرنا عبید اللہ
حدثنا سفیان بن عیینۃ عن ہشام بن حجیر قال کان طاوس یصلی رکعتین بعد العصر فقال لہ ابن
عباس اترکہما قال انما نہی عنہما ان تتخذ سلما قال ابن عباس فانہ قد نہی عن صلوۃ بعد العصر
فلا ادری اتعذب علیہ ام توجر لان اللہ یقول وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ
امرا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم قال سفیان تتخذ سلما یقول یصلی بعد العصر الی اللیل انتہی
وقال الدارمی حدثنا قبیصۃ اخبرنا سفیان عن ابی رباح شیخ من آل عمر قال رای سعید بن
المسیب رجلا یصلی بعد العصر الرکعتین یکثر فقال لہ یا ابا محمد یعذبنی اللہ علی الصلوۃ قال لا
ولکن یعذبک اللہ بخلاف السنۃ انتہی بہرحال احتیاط اور دین کا فائدہ اسی میں ہے کہ اوقات
مکروہہ مین مطلقا نوافل سے باز رہے راتبہ ہون یا کہ غیر رواتب متعلق باسباب ہوں یا کہ
نہ تاکہ کسی حدیث اور کسی امام کی مخالفت لازم نہ آوے اور اجماعی طور پر عمل در آمد ہو جاے
ہذا آخر ما اوردناہ فی ہذا الکتاب والحمد للہ اولا وآخرا وظاہرا وباطنا وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ
محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین اللہم اغفر لی ذنوبی کلہا وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین
وارزقنی ولوالدی ولاساتذتی اصولا وفروعا ولجمیع المسلمین والمسلمات لقاءک یوم القیمۃ
برحمتک یا ارحم الراحمین آمین + ز ما بجان محمد رسد درود وسلام + بر آل عترت واصحاب او بروز قیام

خاتم الطبع

برادران حنفی المذہب کو بشارت ہو کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے
اور آمین آہستہ کہنے۔ اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے۔ اور بیس رکعت
تراویح پڑھنے۔ اور ...

یہاں تک ظلم کیا کہ حنفیوں کو بے نماز ہی کہدیا۔ چنانچہ مولوی عبدالجبار عمر پوری سے منقول ہے کہ بعض بیانات میں یہ فتوےٰ جاری کردیا کہ حنفی امام کی نماز تو ہو ہی جاتی ہے۔ مگر مقتدی چونکہ فاتحہ نہیں پڑھتے تمام بے نماز مرتے ہیں اس ظلم کا کیا ٹھکانا ہے۔ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کا مذہب امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنا ہے وہ بھی ان کے اسی فتوے کے نیچے داخل ہوگئے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی بیشک راست ہوگئی لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا۔ ہرچند علماء احناف نے امام صاحب کے مذہب کے دلائل بیان کیے ہیں مگر اس تمرزمہ کے جن حضرات نے اپنا فرض منصبی یہی بنا رکھا ہے کہ ائمہ سلف خصوصًا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب سے عوام کو منحرف کر اور ہر ناخواندہ کو اعجاب کل ذی رای برایہ کا مصداق بنا کر وہریت اور لامذہبی کا دروازہ ان کے منہ پر کھول دینا اعظم القربات ہے۔ وہ عوام کے ضلال اور کم علموں کی تشویش سے باز نہ آئے۔ لہٰذا مقبول زمیع مولانا محمد حسن صاحب سلمہ فیض پوری نے جو تنقید حدیث وفن جرح وتعدیل میں اپنے وقت کے یکتا ہیں۔ ان چھبیوں مسائل میں امام اعظم رح کے مذہب کے دلائل کی تخریج کی ہے اور محدثین کی اصطلاح کے موافق امام صاحب کے دلائل کا اعلیٰ درجہ کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے اور مخالفین کے مطاعن کے دندان شکن جواب دیے ہیں ہر ہر مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ رسائل مدت سے تصنیف کیے ہوئے رکھے تھے۔ مگر سامان طبع کے بہم نہ پہنچنے کی وجہ سے ان کی اشاعت میں تعویق ہوتی رہی چونکہ ان رسائل کا شائع ہونا حنفی بھائیوں کے حق میں نہایت مفید تھا۔ لہٰذا راقم نے برادران دینی کی فائدہ رسانی کے لیے ان چھبیوں رسالوں کو یکجا چھپوا کر مجموعہ کا نام ستۂ ضروریہ رکھا۔ الحمد للہ تعالیٰ یہ ستۂ ضروریہ کا مجموعہ چھپ چکا ہے اور خریداروں کی سہولت کے لیے قیمت بھی نہایت کم یعنی بالمجموعہ کی قیمت صرف عہ رکھی گئی ہے۔ جن صاحبوں کو اپنے مذہب کے دلائل پر مطلع ہونے کا شوق ہو انہیں چاہیے کہ بہت جلد اس کو خرید کریں کیونکہ اس مجموعہ کے نسخے بہت زیادہ نہیں چھپے ممکن ہے کہ لیت ولعل کرنے والے دیکھتے کو دیکھتے رہ جاویں اور تمام نسخے فروخت ہو جاویں اس مجموعہ کی پوری تعریف تو ہو نہیں سکتی۔ بلکہ رسالہ کے مطالعہ ہی سے اس کی حقیقت پر آگاہی ہوگی۔ مگر اتنی بات کہے بغیر بھی نہیں رہا جاتا کہ حنفی بھائیوں کے حق میں یہ اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے حصن حصین کا حکم رکھتا ہے۔ خصوصًا جس گاؤں یا قصبہ میں کچھ غیر مقلد بھی ہوں اور حنفیہ کے دلائل کو موضوع اور ضعیف کہہ کہہ کر وہاں کے حنفی عالم کا ناک میں دم کر رکھا ہو۔ ان احناف کے واسطے تو یہ رسالہ حرز جان ہے۔ جیسے بعض ادویہ کے بخور کرنے سے حشرات الارض اور ہوام گھر سے بھاگ جاتے ہیں اسی طرح جس گاؤں میں یہ مجموعہ ہوگا وہاں سے غیر مقلدوں کی چھیڑ چھاڑ بھی گم ہو جاوے گی۔ جن بھائیوں کو یہ اشتہار پہنچے ان کو لازم ہے کہ اس رسالہ کو خود خرید یں اور دوسروں تک اشتہار پہنچائیں اور اس مجموعہ کی خریداری کی ترغیب دلائیں ہم نے تو دین کی حفاظت اور مذہب کی حمایت کی غرض سے بخرچ کثیر اس مجموعہ کی اشاعت کردی۔ اگر برادران دینی ہماری محنت کی داد دیں گے اور ...

نوٹ :- یہ مجموعہ بنام رسالہ ... رجسٹری ہو چکا ہے کوئی صاحب دوبارہ کے قصد چھاپنے کا نہ کرے۔ ورنہ بجائے نفع نقصان اٹھائے گا۔ اور جعفر ... نسخے مطلوب ہوں ...